

مُعْجَمُ الْقُرْآنِ

(اُن تمام انبیا۔ ملوک۔ اقوام۔ اشخاص اور اماکن پہ
تحقیقی مقالات۔ جن کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے۔ یہ
اس موضوع پر پہلی کتاب ہے)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق

ایم ۶، پی ایچ ڈی



شیخ غلام علی آئند سَنَز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز،
لاہور ○ حیدر آباد ○ کراچی

جملہ حقوق محفوظ

طابع : شیخ نسیا ز احمد
مطبع : غلام علی پرنٹرز
جامعہ اشرفیہ، اچھرو، لاہور

مقام اشاعت :
شیخ غلام علی اینڈ سَن (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلیشرز
۱۹۹- سرکر روڈ، چک انارکلی، لاہور۔ ۵۴۰۰۰

ادارۃ معارف اسلامیہ کیمبل پور

یہ ادارہ سید خالد محمود ایم۔ اے، سی ایس پی نے ۱۹۶۳ء میں قائم کیا تھا۔ مقصد تھا :-
اسلامی علوم و فنون کا احیاء اور اُس کی اشاعت۔ پچھلے نو برس میں ہم پندرہ کتابیں مکمل کر چکے ہیں۔
اس ادارہ کی موجودہ ہیئت یہ ہے :-

۱ : سرپرست : جناب حیدر محمد چوہان۔ ڈپٹی کمشنر کیمبل پور

۲ : صدر : پرنسپل محمد اسماعیل ایم اے، پی ای ایس
گورنمنٹ کالج۔ کیمبل پور

ارکان :-

۱ : پروفیسر غلام زاہد الحسینی

۲ : پروفیسر محمد مسعود، شعبہ عربی

۳ : پروفیسر سعد اللہ خاں کلیم۔ شعبہ اُردو

۴ : ڈاکٹر غلام جیلانی برقی

مالی معاون :-

ڈسٹرکٹ کونسل کیمبل پور۔ اور

غنیتر حضرات -

مصنف کی دیگر تصانیف

- ۱ : امام ابی تیمیہ (انگریزی)
- ۲ : امام ابی تیمیہ (اردو)
- ۳ : دو قرآن
- ۴ : حکمائے عالم
- ۵ : آئینہ فطرت
- ۶ : دو اسلام
- ۷ : جہان نو
- ۸ : ایک اسلام
- ۹ : لمعات برق
- ۱۰ : پیام ادب
- ۱۱ : سلاطین اسلام
- ۱۲ : حرفِ محرمات
- ۱۳ : انفعال
- ۱۴ : بھائی - بھائی
- ۱۵ : من کی دنیا
- ۱۶ : گلہائے ایرانی
- ۱۷ : ہم اور ہمارے اسلاف
- ۱۸ : حیات سکندر
- ۱۹ : اللہ کی عادت
- ۲۰ : یورپ پر اسلام کے احسان

دانشِ رُدی و سعدی	: ۲۱
مسائل نو	: ۲۲
اسلام اور عصرِ رواں	: ۲۳
دانشِ عرب و عجم	: ۲۴
رمزِ ایمان	: ۲۵
فلسفیانِ اسلام	: ۲۶
ہماری عظیم تہذیب	: ۲۷
تاریخِ حدیث	: ۲۸
مورثینِ اسلام	: ۲۹
تلفیصِ مجمع البلدان	: ۳۰
کئی سومضامین و مقالات	: ۳۱
دائرۂ معارفِ اسلامیہ (اُردو)	: ۳۲
کے لیے ۱۱۰ مقالات کا ترجمہ	

اختصارات

حوالوں کے سلسلے میں ہم نے بعض اختصارات سے کام لیا ہے۔ جن کی تشریح یہ ہے :-

- ۱۔ ارض : ارض القرآن - سید سلیمان ندوی
- ۲۔ اُعلام : اُعلام القرآن - مولانا عبد الماجد دریا بادی
- ۳۔ ہاڈ : ہائبل - ڈکشنری
- ۴۔ برطانیکا : انسائیکلو پیڈیا برطانیکا
- ۵۔ پینکٹز : پینلز ہائبل انسائیکلو پیڈیا
- ۶۔ دماپ : دائرۂ معارف اسلامیہ - پنجاب یونیورسٹی
- ۷۔ ڈاب : ڈکشنری آف دی ہائبل
- ۸۔ ڈاس : ڈکشنری آف اسلام
- ۹۔ شاس : شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام
- ۱۰۔ قصص : قصص الانبیاء - حفظ الرحمن سیوہاری
- ۱۱۔ کامپٹن : کامپٹن انسائیکلو پیڈیا
- ۱۲۔ کانس : کانائز انسائیکلو پیڈیا آف اسلام
- ۱۳۔ لقر : لغات القرآن - عبدالرشید نعمانی
- ۱۴۔ معجم : معجم البلدان - یاقوت حموی
- ۱۵۔ منتہی : منتہی الارب

فہرست

۱- حرفِ اول

آ

۲- آدم

۳- آذر

اِلف

۴- ابراہیم (نیز دیکھیے اسماعیل و اسحاق)

۵- ابلیس (شیطان)

۶- ابنِ مریم (دیکھیے عیسیٰ)

۷- ابنِ لوح

۸- ابنِے آدم (ہابیل و قابیل)

۹- ابولہب

(نیز دیکھیے "خمالۃ العطب")

۱۰- ابونیر (یعقوب و راحیل)

۱۱- اُحبار و رہبان

۱۲- اُحمَد

۱۳- اُحقاف

۱۴- احمد (محمد)

۱۵- اغا عابد (دیکھیے ہود)

۱۶- اُغٹک - اُغٹ موسیٰ

۱۷- اخت ہارون (مریم)

۱۸- اخوانِ یوسف (بنو اسرائیل)

۱۹- ادریس

۲۰- اذنی الارض - (رُوم)

۲۱- ارم ذات النعماد (عادِ اولیٰ)

۲۲- اُزواجِ النبی (نساء النبی)

۲۳- اسحاق (نیز دیکھیے ابراہیم)

۲۴- اسرائیل (نیز دیکھیے بنو اسرائیل)

۲۵- اسماعیل (نیز دیکھیے ابراہیم)

۲۶- اسمائے حسنیٰ

۲۷- اصحابُ الاُخدود

۲۸- اصحابُ الاعراف

۲۹- اصحابُ الالیکہ

۳۰- اصحابُ الحجر

۳۱- اصحابُ الرس

۳۲- اصحابُ السبب

۳۳- اصحابُ السفینہ

۳۴- اصحابُ الفضل (ابرهہ)

۳۵- اصحابُ القرینہ

۳۶- اصحابُ الکہف و الترمیم

۳۷- اُغراب

- ۳۸- اَلَا عَمٰی (عبداللہ بن مکتوم)
 ۳۹- اَلَّذِیْ اٰتٰنَاہٗ اٰیٰتِنَا
 ۴۰- اَلَّذِیْ تَوَلٰی کِبْرًا (واقفہ افک)
 ۴۱- اَلَّذِیْ حَاجَّ اِبْرٰہِیْمَ
 (شاہ با بیل مَرُوْد)
 ۴۲- اَلَّذِیْ سَرَّ عَلٰی قَرِیْبَہٗ (عزیز)
 ۴۳- اللہ
 ۴۴- الواحِ مُوسٰی
 ۴۵- اِلٰیاس (الیاسین)
 ۴۶- اٰلِیْسَہ
 ۴۷- اِمَامٌ مِّمِّیْن
 ۴۸- اِمْرَاۃٌ تَمْلِكُکُمْ (ملطیس)
 ۴۹- اِمْرَاۃٌ زُکْرٰی (کیشیج)
 ۵۰- اِمْرَاۃٌ الْعَزِیْزِ (زلیخا)
 ۵۱- اِمْرَاۃٌ عِمْرٰنَ (والدہ مریم)
 ۵۲- اِمْرَاۃٌ فِرْعَوْنَ
 ۵۳- اُمِّہٖ مُوسٰی
 ۵۴- اِنجیل
 ۵۵- اٰہلُ الْبَیْتِ
 ۵۶- اٰہلُ کِتَابٍ (یہود و نصاریٰ)
 ۵۷- اٰیُوب

ب

- ۵۸- با بیل
 ۵۹- اَلْبَخْرَ (مَسْلُزْم)
 (نیز دیکھیے بنو اسرائیل)
 ۶۰- بکیرہ
 ۶۱- بذر
 ۶۲- بَزْرُخ

- ۶۳- بُرُوج
 ۶۴- بَعْضُ اَزْوَاجِہِم (عائشہ و حفصہ)
 ۶۵- بُعْل
 ۶۶- بُکَّہ (کدہ)
 ۶۷- اَلْبُلْدُ (بکہ)
 ۶۸- بنو اسرائیل (نیز دیکھیے اسرائیل)
 ۶۹- بَیْتُ اللّٰہِ الْحَرَامِ (کعبہ)
 ۷۰- بَیْتُ الْعَقِیْقِ
 (دیکھیے بَیْتُ الْحَرَامِ)
 ۷۱- بَیْعُ
 ۷۲- بَیِّنُ الْبَہْزِیْنِ

ت

- ۷۳- تَابُوتُ
 ۷۴- تَبَّحَ
 ۷۵- تَوٰرَاتُ
 ۷۶- اَتَقِیْنِ

ث

- ۷۷- ثَنٰی اَمْنِیْنِ
 ۷۸- ثَلَاثَہُ الَّذِیْنَ حَلَقُوْا
 ۷۹- ثَمُوْدُ یَا عَادِثَانِیہ

ج

- ۸۰- حَاوٰتُ (نیز دیکھیے طَاوَت)
 ۸۱- اَلْحَبَشَہُ
 ۸۲- حَبَارِیْنِ
 ۸۳- حَبْتُ
 ۸۴- حَبْرِیْلُ

۸۵۔ جی
۸۶۔ جودی

ح

۸۷۔ حام
۸۸۔ حجر (اصحاب الحجر)
۸۹۔ حَمَلَةُ الْعَطَب (نیز دیکھیے اُولَہِب)
۹۰۔ حنین
۹۱۔ حارِی
۹۲۔ حور

خ

۹۳۔ خُزْجُوْمِن دِیَارِ حِم۔
۹۴۔ خلیل (ابراہیم)

د

۹۵۔ دَابَّةُ الْأَرْض
۹۶۔ داوُد (نیز دیکھیے زبور)

ذ

۹۷۔ ذُو الْقُرْنَيْن۔
۹۸۔ ذُو الْكُفْلِ۔
۹۹۔ ذُو النُّوْن (صاحب النُوح)

س

۱۰۰۔ زبۃ
۱۰۱۔ رس (اصحاب الرس)
۱۰۲۔ الرُّوح الامین
۱۰۳۔ رُوحُ الْقُدُس
۱۰۴۔ رُوم
۱۰۵۔ رُہبان

ز

۱۰۶۔ زبور (دیکھیے داوُد)
۱۰۷۔ زکریا۔
۱۰۸۔ زیتون۔
۱۰۹۔ زید

س

۱۱۰۔ سائبہ۔
۱۱۱۔ سامری۔
۱۱۲۔ سبا۔
۱۱۳۔ سِدْرَةُ الْمُنْتَبٰی
۱۱۴۔ سلیمان
۱۱۵۔ سواع
۱۱۶۔ سیلِ عِرم
۱۱۷۔ سینا۔

ش

۱۱۸۔ الشَّجَرَةُ۔
۱۱۹۔ شَعْرَانِی۔
۱۲۰۔ شَمِیْب۔
۱۲۱۔ الشَّہْرُ الْحَرَام۔
۱۲۲۔ شیطان۔

ص

۱۲۳۔ صابنین۔
۱۲۴۔ صاحب النُوح۔
۱۲۵۔ صاحبہم
۱۲۶۔ صَلَاحُ۔
۱۲۷۔ صُحُفْ اَدَلٰی۔
۱۲۸۔ الصَّغْرَةُ۔
۱۲۹۔ صفا و مَرْوَة۔
۱۳۰۔ صلوات۔

١٣١- صوامع -

ض

١٣٢- ضيف ابراهيم

ط

١٣٣- طاغوت -

١٣٢- طاكوت -

١٣٥- طوى

١٣٤- طور

ظ

١٣٤- الظَّلَّة -

ع

١٣٨- عاد -

١٣٩- عهداً من عبادنا -

١٣٠- عجوز (زوج كوط)

١٣١- عربى (زبان)

١٣٢- عربى (عرب كالاسم نسبت)

١٣٣- عنفات -

١٣٢- عرم -

١٣٥- عوفى -

١٣٤- عوزير -

١٣٤- عوزير (مصر)

١٣٨- عمران

١٣٩- عيسى

غ

١٥٠- الغار -

ف

١٥١- فتاه -

١٥٢- فتاحا -

١٥٣- فزوعن -

١٥٢- فرتان

ق

١٥٥- قارون -

١٥٦- قرآن -

١٥٤- القرية التى اُمطرت مطراً شوع -

١٥٨- القرية التى كانت حاضرة البحر -

١٥٩- قريتين -

١٤٠- قريش -

ك

١٤١- كعبه

ل

١٤٢- لات -

١٤٣- لقمان -

١٤٣- لوط

١٤٥- ليلة القدر

م

١٤٤- ماجوج (ياجوج)

١٤٤- ماروت (ماروت)

١٤٨- مجمع البحرين -

١٤٩- مجوس -

١٤٠- محمد صلعم -

١٤١- مدين -

١٤٢- مدينه -

١٤٣- مروه -

١٤٢- مريم -

١٤٥- مسجد اقصى -

١٤٦- مسجد حرام -

١٤٤- مصر -

١٤٨- شجر حرام -

۱۷۹- مقام ابراهیم -

۱۸۰- مکہ -

۱۸۱- مناة -

۱۸۲- موسیٰ -

ن

۱۸۳- نساء النبی -

۱۸۴- نضر -

۱۸۵- نصاریٰ -

۱۸۶- نوح -

و

۱۸۷- ودر -

۱۸۸- وصیلہ -

لا

۱۸۹- ہاروت -

۱۹۰- ہارون -

۱۹۱- ہامان -

۱۹۲- ہود -

ی

۱۹۳- یاجوج -

۱۹۴- یثرب -

۱۹۵- یحییٰ -

۱۹۶- یعقوب -

۱۹۷- یعوق -

۱۹۸- یغوث -

۱۹۹- یوسف -

۲۰۰- یونس -

۲۰۱- یہود -

باسمہ سبحانہ

حرفِ اول

آج سے کچھ عرصہ پہلے مجھے ایک پادری کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے اس کی مخفی سی ذاتی لائبریری کا جائزہ لیا۔ تو اس میں آٹھ ایسے ضخیم معاجم (انسائیکلو پیڈ یا ز) نظر آئے۔ جن میں بائبل کے تین ہزار سے زائد اشخاص و مقامات پر تحقیقی مقالات تھے۔ اس کے بعد میں اس کھوج میں لگ گیا کہ کیا پچھلے چودہ سو سال میں علمائے اسلام نے قرآن پر بھی کوئی ایسا معجم تیار کیا تھا؟ میں نے حاجی علیہ کی کشف الظنون، ابن ندیم کی الفہرست، جمیل بیگ کی مفرد الجواہر اور دیگر متعدد ذخائر اس کو بامعان نظر دیکھا۔ لیکن ایسی کوئی کتاب نظر نہ آئی۔ اگر کسی نے کوئی لکھی بھی تھی تو وہ آج کہیں موجود نہیں۔

تیس یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے قرآن متدس کے حروف (ا ب ت ث) پر بھی متعدد کتابیں لکھ ڈالی تھیں۔ مثلاً :-

۱ : کتاب الہاءات (قرآن میں ۵ کی تعداد وغیرہ)۔

از : عبدالواحد بن عمر بن محمد بن ابی ہاشم بغدادی (۳۴۹ھ)

۲ : کتاب الیاءات - ایضاً

۳ : کتاب فی النقط - (قرآن کے نقطوں پر)

ابن الانباری :- محمد بن قاسم (۳۲۸ھ)

۴ : ایضاً - محمد بن عیسیٰ بغدادی (معاصر حسن بن علی)

۵ : ایضاً - سہیل بن محمد ابو حاتم البہستانی (۲۵۵ھ)

۶ : کتاب الامات - داؤد بن ابی طیبہ -

۷ : ایضاً - ابن الانباری (۳۲۸ھ)

۸ : ایضاً - اخش نخوی بصری (۲۱۵ھ)

۹ : ایضاً - محمد بن سعید (فہرست ۲۲-۶۲)

قرآن کے اعجاز، اختلافِ قرأت، اختلافِ مصاحف، مختلفا بہات، ناسخ و منسوخ اور ترتیبِ نزول پر بیسیوں کتابوں میں بحث کی گئی۔ ان لوگوں نے قرآن کے اشخاص و اماکن پر بھی کوئی نہ کوئی کتاب لکھی ہوگی۔

لیکن افسوس کہ مجھے اس کا نام تک نہیں مل سکا۔ صرف اردو میں دو کتابیں ملی ہیں :-

اول : مولانا عبد الماجد دریا بادی کی "اعلاہ القرآن"۔
یہ صرف اعلام پر ہے۔ اس میں اماکن کا ذکر موجود نہیں۔ یہ کوئی ڈیڑھ سو صفحات کا ایک رسالہ ہے۔ جو بھارت کی مطبوعات میں سے ہے۔ اور پاکستان میں نہیں ملتا۔

دوہ : تید سلیمان ندوی کی "ارض القرآن"۔
یہ فاضلانہ کتاب علمائے مغرب کی تلاش و تحقیق کی روشنی میں لکھی گئی ہے لیکن یہ صرف مقاماتِ قرآن پر روشنی ڈالتی ہے۔ اور اعلام سے بحث نہیں کرتی۔

ان حالات میں ایک ایسی کتاب کی شدید ضرورت تھی۔ جو قرآن کے اشخاص و اماکن دونوں پر تاریخ، کتبات، اور نئے انکشافات کی روشنی میں بحث کرے۔ یہ کتاب اسی ضرورت کے پیش نظر لکھی گئی ہے۔ چونکہ عربی، انگریزی، اور فارسی میں اس موضوع پر کوئی کتاب موجود نہیں تھی۔ اس لیے یہ طلبائے قرآن کے لیے خواہ وہ ایرانی و عراق میں ہوں یا انگلستان میں، مفید ثابت ہوگی۔ اور وہ ضخیم تواریخ و تفاسیر کی ورق گردانی سے بچ جائیں گے۔

ماخذ

گو علمائے اسلام نے اس موضوع پر کوئی الگ کتاب نہیں لکھی۔ تاہم انھوں نے کتبِ تواریخ، تفاسیر اور معاجم بلدان میں قرآن کے تمام اشخاص و مقامات پر منمناء روشنی ڈالی ہے۔
مقامات پر بعض کتابوں کے نام یہ ہیں :-

- ۱ : کتاب البلدان - ہشام بن محمد کلبی (۲۰۶ھ)
- ۲ : کتاب جزیرۃ العرب - ابوسعید اضمعی (۲۱۳ھ)
- ۳ : کتاب المیاء والجمال والارضین - سعدان بن مبارک (تقریباً ۳۰۰ھ)
- ۴ : کتاب المناہل والقری - ابوسعید حسن السکری (۳۰۰ھ)
- ۵ : صفۃ جزیرۃ العرب - ابن حاتم ہمدانی (۳۲۰ھ)
- ۶ : کتاب البدء والاخبار - ابو زید بلخی (۳۴۰ھ)
- ۷ : کتاب جزیرۃ العرب - ابوسعید حسن البیہافی (۳۶۸ھ)
- ۸ : کتاب الاوقیۃ والجمال - حسن بن محمد الخالعی (۳۸۰ھ)
- ۹ : کتاب الاکملۃ - محمود بن عمر زعفرانی (۵۳۸ھ)
- ۱۰ : مرآۃ الاطلاع علی اسماء الاکملۃ والبقاع - سیوطی (۹۱۰ھ)
- ۱۱ : کتاب المساک والمہاک - ابن خردادزہ (۲۵۰ھ)

- ۱۲ : کتاب البدان - ابن فقیہ ہمدانی (۲۹۰ھ)
 ۱۳ : ایضاً - ابن واضح یعقوبی (۳۰۰ھ)
 ۱۴ : کتاب المساک والمہاک - انطونی (۳۲۰ھ)
 ۱۵ : مروج الذهب - مسعودی (۳۲۶ھ)
 ۱۶ : کتاب المساک والمہاک - ابن خوقن (۳۶۲ھ)
 ۱۷ : معجم البلدان - یاقوت حموی (۴۲۵ھ)
 ۱۸ : آثار البلاد - زکریا قزوینی (پ - ۴۷۴ھ)
 ۱۹ : نزهة المشتاق فی اختراق الآفاق - اردبیلی (۵۴۵ھ)
 ۲۰ : تقویم البلدان - ابراہیم الفدا (۷۳۲ھ)
 اشخاص قرآن کا ذکر مختلف تفاسیر و تواریخ میں ملتا ہے۔ یہ کتابیں یا تو گم ہو چکی ہیں اور یا اس قدر
 پہنچی ہیں کہ انہیں خریدنا کارے وارد۔ بہر حال جن تفاسیر نے ان اشخاص پر قدرے تفصیل سے بحث
 کی ہے۔ ان کے نام یہ ہیں :-

- ۱ - تفسیر : ابن عباس (۴۸ھ)
 ۲ - " : امام مالک (۱۷۹ھ)
 ۳ - " : اسحاق بن ابراہیم عوف ابن زائونہ (۲۳۸ھ)
 ۴ - " : محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم مصری (۲۴۸ھ)
 ۵ - " : امام یحییٰ بن یحییٰ بن خالد بن یحییٰ (۲۷۹ھ)
 ۶ - " : محمد بن جریر الطبری (۳۱۰ھ)
 ۷ - " : ابو بکر محمد بن القاسم الانباری (۳۲۸ھ)
 ۸ - " : احمد بن محمد بن سعید نیشاپوری (۳۵۳ھ)
 ۹ - " : ابراہیم بن احمد بن ایوب الطبرانی (۳۶۵ھ)
 ۱۰ - " : نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم سمرقندی (۳۹۳ھ)
 ۱۱ - " : خلف بن احمد نیشاپوری (۳۹۵ھ)
 ۱۲ - " : ابو اسحاق احمد بن ابراہیم نیشاپوری
 ۱۳ - " : مکی بن ابی طالب القیس القیروانی (۴۳۷ھ)
 ۱۴ - " : عبد اللہ بن محمد اجمانی الہروی (۴۸۱ھ)
 ۱۵ - " : راعب اصغہانی (۵۰۲ھ)
 ۱۶ - " : اسماعیل بن محمد اصغہانی (۵۳۵ھ)
 ۱۷ - " : فخر الرازی (۴۰۶ھ)

- ۱۸- تفسیر : ابن الجوزی بغدادی (۵۹۷ھ)
 ۱۹- " : شیخ ابن العربی (۶۳۸ھ)
 ۲۰- " : شمس الدین الجوزی (۷۵۴ھ)
 ۲۱- " : ابن نقیب مقدسی (۷۶۸ھ)
 ۲۲- " : امام ابن تیمیہ حرانی (۷۲۸ھ)
 ۲۳- " : علامہ علی بن عبدالکافی الشبکی (۷۵۴ھ)
 ۲۴- " : حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابوالفدا دمشقی عرف ابن کثیر (۷۷۴ھ)
 ۲۵- " : جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
 ۲۶- " (روح المعانی) : علامہ آکوسی (۱۲۷۰ھ)
 ۲۷- " (المبار) : علامہ رشید رضا (۱۹۵۰ء کے قریب)
 ۲۸- " (الجواهر) : علامہ جوہری طنطاوی (۱۹۶۲ء کے قریب)
 ۲۹- " (حقانی) : مولانا عبدالحق دہلوی (۱۳۳۵ھ)
 ۳۰- " (تفہیم القرآن) : مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی۔

عربی۔ فارسی اور اردو تفاسیر کی تعداد تین ہزار سے متجاوز ہے۔ آج سے سو سال پہلے کی تفاسیر عصر رواں کے محقق کو مطمئن نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ وہ اُن کتبات۔ ظروف اور آلات سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں۔ جو پچھلی صدی کے آواخر اور اس صدی میں یمن۔ مدائن صالح۔ بابل۔ نینوے اور مذہین کی کھدائیوں سے برآمد ہوئے ہیں۔

کچھ ایسی تفاسیر بھی دیکھنے میں آئیں جن کی بعض تصریحات غلط تھیں۔ مثلاً صاحب جلالین داستان موسیٰ کے ضمن میں حتیٰ اَنْبَلَحَ الْجَمْعُ الْبَحْرَيْنِ (کہن) کے تحت لکھتے ہیں کہ مجمع البحرین سے مراد بحر روم اور بحر ابراہن کا مقام اتصال ہے۔ کون نہیں جانتا کہ بحر روم ساحل شام و فلسطین پہنچتا ہوا جاتا ہے اور بحر فارس بصرہ سے شروع ہو کر جنوب میں بحر ہند سے جاملتا ہے۔ ان دونوں میں ۸۰۰ میل کی فاصلگی مائل ہے اور ان میں کبھی رابطہ نہیں تھا۔

اسی طرح کی ایک لغزش مولانا حفظ الرحمن مہاروی سے حضرت یونسؑ کے متعلق ہوئی ہے۔ آپ قصص القرآن (ج ۲- ۱۹۷۷) میں فرماتے ہیں کہ حضرت یونسؑ کی کشتی دریائے فرات میں جاری تھی کہ تلاحوں نے انھیں دریا میں پھینک دیا اور انھیں ایک مچھلی نگل گئی۔ بحریات (آیات) کے ماہرین کی یہ متفقہ رائے ہے کہ آدمی کو نگل جانے والی مچھلی صرف ایک ہی ہے یعنی شکر۔ یہ گہرے سمندروں میں ہوتی ہے اور دریاؤں کی تنگیاں میں نہیں سما سکتی۔

یا قوت محمود، معجم البلدان (ج ۵- صفحہ ۷۰) میں لکھتے ہیں کہ موسیٰؑ کی وہ چٹان، جہاں خادم موسیٰؑ کی مچھلی سر کر سمند میں پل گئی تھی۔ شیروان میں ہے۔ شیروان ارمینیا کا ایک شہر نیز ضلع ہے۔ جو باکو کے مغرب میں واقع ہے۔

یہ مذہب اور صحرائے تہہ (جہاں حضرت موسیٰ چالیس سال رہے تھے) سے گیارہ سو میل دور ہے۔ بائبل (خروج) نے حیات موسیٰ کا ایک ایک واقعہ قلمبند کیا ہے۔ لیکن اس میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ حضرت موسیٰ نے کبھی شروان کا بھی سفر کیا تھا۔ اس سفر کی کسی اور آغذ سے بھی تصدیق نہیں ہوتی۔

بعض علما نے اشخاص پر الگ کتابیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً :-

- ۱ : قصص الانبیاء - امام علی بن حمزہ الکسائی
- ۲ : " - سہیل بن عبد اللہ التستری
- ۳ : " - محمد بن عبد الملک المستعمری الحرانی
- ۴ : قصص القرآن - مولانا حفظ الرحمن سہاروی
- ۵ : کتاب الہدی - مولانا محمد یعقوب حسن
- ۶ : تاریخ انبیاء - علی شیر فرائی
- ۷ : انبیائے قرآن - محمد جمیل احمد
- ۸ : انوار انبیاء - کتاب منزل - لاہور

ہمارے چار ہزار مورخین نے بھی قرآن کے کچھ اشخاص و مقامات کا ضمناً ذکر کیا ہے۔ ان میں سرفہرست ابن جریر - ابن الجوزی - ابن خلدون - ابن کثیر - ابن خلکان - الخطیب بغدادی - ابن ہشام - السبلازی - سیوطی - ذہبی - ابو حنیفہ دیناوری - واقدی اور ابن سعد ہیں۔

چونکہ قرآن و بائبل کے متعدد نام مشترک ہیں اور علمائے مغرب نے بائبل کے اشخاص و اماكن پر ۸/۷ محققانہ معاجم لکھے ہیں۔ اس لیے میں نے ان معاجم نیز بائبل سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ میں نے اس کتاب میں بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ ورنہ اگر بات کو طول دیتا۔ تو یہ کئی جلدوں میں پھیل جاتی اور اوسط وسائل کے لوگ اسے نہ خرید سکتے۔

مجھے اپنی خوش بختی پہ ناز ہے کہ میں قرآن حکیم کے رجال و اماكن پر پہلی کتب پیش کر رہا ہوں۔ وہاں ہے کہ اللہ اسے قبولیتِ عامہ کے شرف سے نوازے اور مجھ غلط کار کی نجات کا وسیلہ بنائے۔ آمین۔

برق - یکمیل پر

۲۸ - جنوری ۱۹۷۳ء

اتوار - ۲۲ - ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ



۲

۲۔ آدم

یہ لفظ عبرانی ہے یا عربی؟ اس کا فیصلہ آج تک نہیں ہو سکا۔ عبرانی ہونے کی صورت میں یہ اَدَامَہ سے مشتق سمجھا جائے گا۔ جس کے معنی ہیں :- زمین اور گندی رنگ۔ اگر یہ عربی الاصل ہو تو "اَدَم" سے مشتق ہو گا۔ جس کے مختلف مشتقات سے اس کے مفہوم کی تعیین ہو سکتی ہے :-

- اَدِیم : سطح زمین۔
- اَدَمَہ : جلد کا ظاہر و باطن۔
- اَدَام : سالن۔ چٹنی۔ سرکہ وغیرہ
- اَدَمَہ : قرابت۔ وسیلہ۔ گندی رنگت۔
- اَدَم : امام۔ پیشوا۔
- اَدَم : نوب انسان کا باپ۔ پہلا آدمی۔

حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا رنگ گندی تھا۔ آپ خدا و انسان کے درمیان پیغام رسانی کا ایک وسیلہ تھے۔ نوب انسان کے امام اور کائنات کا حُسن تھے۔ کچھ ظاہر تھے، اور کچھ باطن۔ اس لیے آپ کا موزوں ترین نام آدمؑ ہی ہو سکتا تھا۔

بعض روایات کے مطابق جنت سے نکلنے کے بعد حضرت آدمؑ لشکریں گرے تھے اور حضرت حواؑ (ہَوَہ = دای) میں۔ یہ دو دوبرس تک بدوئے۔ تو بہ کہتے اور ایک دوسرے کو ڈھونڈتے رہے۔ بالآخر ان کی ملاقات مکہ کے قریب ایک پہاڑ میں ہوئی۔ جبرئیلؑ نے ان کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا۔ حضرت آدمؑ نے حواؑ کو اور حواؑ نے حضرت آدمؑ کو پہچان لیا۔

(عَرَفَہ = اس نے اُسے پہچان لیا)

اور اسی مناسبت سے پہاڑ کا نام عَرَفَہ پڑ گیا۔ اسے عرفات بھی کہتے ہیں۔

(ڈاس منٹ)

مشہور ہے کہ حضرت آدمؑ کی عمر ۹۴ برس تھی۔ ان کی وفات ایک جمعہ کو واقع ہوئی۔ مکہ کے

کپینین (صفحہ ۱۸) میں لکھا ہے کہ :-

”آپ کی تخلیق ۴۰۰۴ قمر میں ہوئی تھی۔“

تورات (پیدائش ۵/۲) میں ہے کہ :

”اللہ نے مرد اور عورت کو پیدا کر کے اُن کا نام آدم رکھ دیا۔“

مطلب یہ کہ آدم کسی خاص مرد کا نام نہیں۔ بلکہ نوری انسان کا مشترک نام ہے۔ ہر انسان آدمی (آدم) ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

قرآن میں حضرت آدمؑ کا ذکر ۲۴ بار ہوا ہے۔ سب سے پہلے سورہ بقرہ میں۔ جب اللہ نے حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنانا چاہا۔ تو فرشتوں نے اعتراض کیا اور ابلیس نے سجدے سے انکار۔

ساتھ ہی جنت سے خروجِ آدمؑ کی تفصیل دی :-

• (بقرة ۳۰-۳۹)

☆ اعرف (۱۱-۲۴)

☆ سورۃ بنی اسرائیل (۴۱-۴۵)

❖ سورۃ کہف (۵۰) اور

(114) ط ❖

میں انہی یا ان میں سے بعض تفصیل کو دہرایا گیا ہے۔

تورات میں ہے کہ :-

خداوند نے مٹی سے انسان کو بنایا۔ اور اس کے نقیوں میں زندگی کا دم پھونکا۔
خداوند نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا اور انسان کو جسے اُس نے بنایا تھا
وہاں رکھا۔..... پھر عدن کا ایک دریا باغ کو سیراب کرنے کے لیے آیا، اور

۱۵:۔ عہد سے مراد عموماً وجہ وفات کا دوا بہ لیا جاتا ہے۔ بعض اس کی حدود مغرب میں دیا گئے نیل اور مشرق میں جیہوں — سیحوں تک لے جاتے ہیں۔ (ڈاب - ۱۵)

چارندیوں میں بٹ گیا۔ یعنی

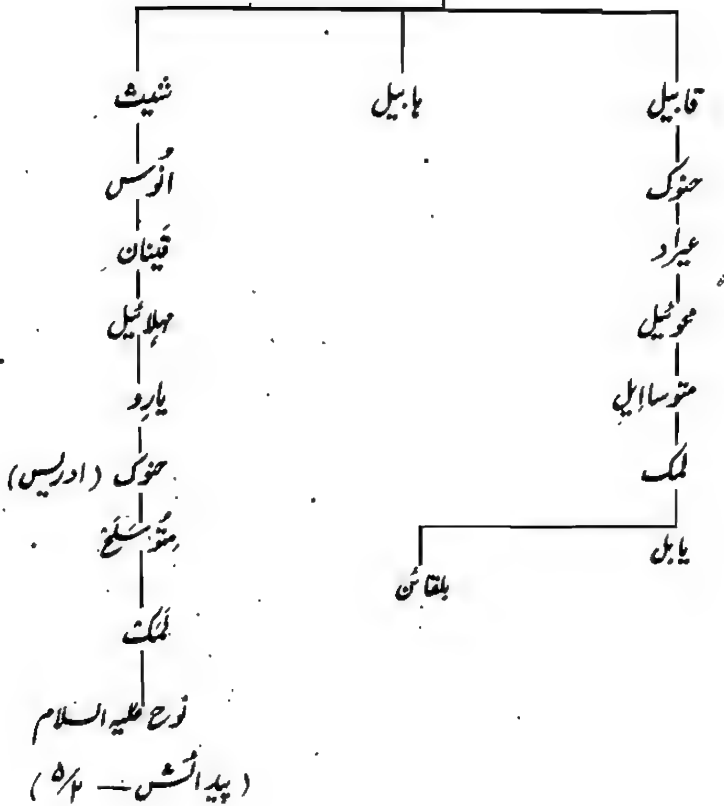
سینوں جیوں

دجلہ اور فرات

خداوند نے آدم کو حکم دیا کہ تو باغ کا ہر پھل کھا سکتا ہے۔ لیکن نیک و بد کی پہچان والے درخت کے قریب نہ جانا..... پھر خدا نے آدم پر گہری نیند بھیجی اور اس کی پسلی سے اُس کی یوی نکالی..... یہ لوگ شیطان کے قریب میں آکر شجر ممنومہ کا پھل کھا بیٹھے۔ اور اللہ نے انہیں باغ عدن سے نکال دیا۔ جب یہ دوبارہ ایک دوسرے سے ملے۔ تو ان سے اولاد پیدا ہوئی۔ ان میں سے قابیل۔ ہابیل اور شیت بہت مشہور ہیں۔ حضرت آدم سے آگے اُس کی اولاد یوں چلی :-

آدم کی اولاد نوح تک

آدم



سید احمد خاں (۱۸۹۸ء) قصہ آدم کو ایک تشیل قرار دیتے ہیں۔ برہنگی کو بدی اور لباس کو نیکی کا استعارہ سمجھتے ہیں۔

مصر کے مشہور عالم و مفکر محمد عبده (۱۹۰۵ء) جنت سے آدم و حوا کی شجر ممنوعہ سے بدی اور خروج از جنت سے وہ حالات کیطیات اور تغیرات مراد لیتے ہیں۔ جن سے ہر آدمی کو گزرنا پڑتا ہے۔ آپ نے اس داستان سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ انسان بالطبع مائل الی الخیر ہے اور اس راہ کو وہ اسی وقت چھوڑتا ہے جب شیطان کے بہکاوے میں آجائے۔

(دراپ ج-۱ ص ۲۶)

- ۱۔ آخذ :- ۱۔ قرآن حکیم
- ۲۔ ڈاکس منا
- ۳۔ شاکس منا
- ۴۔ بائبل (پیدائش)
- ۵۔ دراپ ج-۱ ص ۲۶

۳۔ آزر

یہ حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام ہے۔ تورات کے مطابق اس کا شجرہ نسب یہ ہے :-

آزر بن ناحور - بن شاروج

بن آزر - بن فالغ

بن عابر - بن شالخ

بن آرفخشذ - بن سام

بن نوح - بن لامک

بن شمش - بن اخنوخ

بن یارو - بن ہلایل

بن قینان - بن انوش

بن شیت بن آدم

یہ نام قرآن میں صرف ایک دفعہ آیا ہے۔

”اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ لِاٰبٖهِ اَزْرَ“

(انعام-۷۵)

آزر کی تاریخ ولادت کے متعلق تاریخ نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثریت کا خیال یہ ہے کہ یہ ۲۲۳۵ ق م میں پیدا ہوا تھا اور ۲۰۲۵ ق م میں وفات پائی۔ اس کی عمر ۲۱۰ برس تھی۔ اس کے تین بیٹے تھے :-

۱۔ نکور ۲۔ حاران اور ۳۔ ابراہیم
حضرت ابراہیم سب سے چھوٹے تھے۔ یہ ۲۱۶۰ ق م میں پیدا ہوئے تھے۔ اُس وقت آزر کی عمر ۷۵ برس تھی۔

تورات میں آزر کا نام قارح دیا ہوا ہے۔ فلسطین کے ایک مسیحی مؤرخ یوسیفینس (۲۶۱-۳۳۵) نے اسے کہیں آثر اور کہیں باعتر لکھا ہے۔ اور یہود کی ایک مقدس کتاب تالمود میں اسے زارہ کہا گیا ہے۔

آزر آوڑ میں پیدا ہوا تھا۔ یہ شہر بصرہ اور سماوہ کے عین وسط میں لب فرات واقع تھا۔ یہ صدیوں ناپید رہا۔ اس صدی کے آغاز میں یہ پھر کہیں سے لٹکل آیا ہے۔ اب وہاں کچھ نئی آبادی بھی ہو گئی ہے اور دنیا کے نقشے میں یہ نام دوبارہ راہ پا گیا ہے۔

آزر بت پرست بھی تھا اور بت ساز و بت فروش بھی۔ یہ کالڈیہ کے بادشاہ نمروڈ کی فوج میں ایک اچھے عہدے پہ فائز تھا۔

ایک اور روایت کے مطابق یہ ایک مذہبی رہنما تھا۔ جب حضرت ابراہیم نے بتوں کے خلاف بولنا شروع کیا تو آزر نے انھیں بار بار دھمکایا۔ جب ایک روز حضرت ابراہیم نے بڑے معبد میں داخل ہو کر سارے بت توڑ ڈالے تو بادشاہ نے آزر کے مشورے سے انھیں زندہ جلادینے کا فیصلہ کیا۔

”عہد تورات کی کہانی“ (ص ۱۶) میں لکھا ہے کہ :-

آزر ایک آئودہ مال تاجر تھا، اور خداے ماہ کا پرستار۔ جب آوڑ میں اس دیوتا کے تمام مندر بند ہو گئے اور لوگ کسی اور خدا کو پوجنے لگے تو یہ قرآن میں چلا گیا۔ وہاں اُس وقت تک چاند ہی کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ ہجرت غالباً ۲۱۲۰ ق م میں ہوئی تھی۔

۱۔ پورا نام ہے :- ”دی سٹوری آف دی بائبل ورلڈ“

مصنف کا نام ہے :- نیلسن بیچر

۲۔ قرآن کبھی شام میں واقع تھا۔ لیکن آج کل (۱۹۶۲ء) یہ جنوبی ترکی

کا حصہ ہے۔ حلب سے اندازاً سو سو میل شمال مشرق۔ اور عسرفہ

سے ۲۵ میل جنوب میں۔

یا قوت جُوی لکھتے ہیں (مبجم - ج - ۲ - بیت ۲) کہ :-
 آزر اُور سے نکل کر دشت کے قریب ایک بستی بَیْتِ اِہْیَا میں چلے
 گئے تھے۔ لیکن صحیح تر روایت یہی ہے کہ اُور کے بعد وہ حِراَن
 میں رہے اور وہیں وفات پائی۔

ماخذ :-

- ۱ : شاس ص ۲۹، ص ۱۵۲
 - ۲ : ڈاس ص ۲۹
 - ۳ : لقر ص ۶۳
 - ۴ : اعلام ص ۱۶
 - ۵ : مبجم ج - ۲
-

الف

۴ - ابراہیم

حضرت ابراہیمؑ کا نام قرآن میں ۶۶ دفعہ آیا ہے۔ کہیں آپ کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ کہ وہ موقد۔ منتخب۔ ہدایت یافتہ۔ آمر بالمعروف۔ امام الہدیٰ۔ صلوة وزکوة کے پابند اور علیم وصابر تھے۔

کہیں آپ کے بڑے بڑے کارناموں کا ذکر ہے۔ مثلاً کہ :-
۱ : آپ نے نرود کے خلاف جہاد کیا۔ نرود نے آپ کو آگ میں پھینک دیا لیکن آگ گلزار بن گئی۔ (انبیاء - ۶۹)

۲ : کہ ایک دن جب لوگ کسی تقریب کے سلسلے میں شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ شہر کے سب سے بڑے بت کدے میں داخل ہو گئے۔ اور تمام بت توڑ ڈالے۔ (انبیاء - ۶۳)

۳ : کہ ایک مرتبہ آپ نے خدا کے متعلق نرود سے بحث کی اور اُسے لاجواب کر دیا۔ (بقرہ - ۲۵۸)

۴ : کہ آپ کی التماس پر اللہ نے چار فرج شدہ پرندوں کو زندہ کیا۔ (بقرہ - ۲۶۰)

۵ : کہ آپ کو پہلے ایک ستارے، پھر چاند اور بالآخر سورج پہ خدا ہونے کا گمان گزرا۔ لیکن جب یہ ڈوب گئے، تو کہا :-

”لَا أُحِبُّ الْآفَلِیْنَ“

کہ : میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(انعام - ۷۶ - ۸۱)

۶ : کہ آپ نے خدائی ارشاد کی تعمیل میں اپنی ایک زوجہ حضرت ہاجرہ اور اُس کے معصوم بچے اسماعیل کو ایک ویران وادی میں چھوڑ دیا تھا۔

جہاں نہ آبادی تھی، نہ پانی۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ

عَلَيْهِ ذِي زَرْعٍ - (ابراہیم - ۳۷)

(اے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک ویران وادی

میں بسادی ہے)

۷: کہ آپ نے کعبہ کی تعمیر کی تھی۔

إِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ

مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ -

(بقرہ - ۱۲۷)

(یاد کرو۔ جب ابراہیم و اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں

اٹھا رہے تھے)۔

یہ جہاں پتھر پر چڑھ کر دیواریں بناتے تھے۔ وہ آج بھی موجود ہے

اور مقام ابراہیم کہلاتا ہے۔

۸: کہ آپ نے اللہ سے اشارہ پا کر اپنے فرزند اسماعیل (تورات میں اسحاق)

کو ذبح کرنا چاہا تھا۔ (صافات - ۱۰۲-۱۱۰)

مولدِ ابراہیم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کالڈیہ کے ایک شہر اُور میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ شہر مدیوں زیر زمین رہنے کے بعد اب پھر نکل آیا ہے یہ بعمرہ سے کوئی سو میل مغرب میں فرات کے کنارے نصیبیہ کے آٹھ سو سال قبل واقع ہے۔

یا قوتِ محوی (معجم: ج-۷) لکھتا ہے کہ :

”آپ کا مولد گوتی رتی تھا۔“

ممکن ہے کہ یہ اُور ہی کا دوسرا نام ہو۔

۹: جب نئے اسماعیل کی ایڑیاں رگڑنے سے پانی نکل آیا۔ تو

معا بعد وہاں جنس جڑھم کا ایک شاغلہ آگیا۔ جو

پانی دیکھ کر وہیں رگ گیا۔ اور مکہ کے پہلے مسکن یہی تھے۔

(تاریخ مکہ، ص ۲۲)

یا قوت نے چار دیگر شہروں یعنی :-

۱ : بَرْزَه (معجم : ج - ۲ ص ۷۷)

۲ : مَشَدَان

۳ : شہر آباد (بہ لب فرات - معجم : ج - ۵) اور

۴ : دُرْكَاء (معجم : ج - ۸)

کو بھی مولدِ ابراہیم قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک آدمی کے چھ مولد نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہمیں تورات کے بیان کو ترجیح دینا پڑے گی۔ جس میں اللہ ابراہیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے :

”میں خداوند ہوں۔ جو تجھے گندیوں (کالڈیہ دالوں) کے اُور سے نکال لایا کہ تجھ کو یہ ملک میراث میں دوں؟“ (پیدائش ۱۵/۸)

تاریخ ولادتِ ابراہیم

ابراہیم علیہ السلام کب پیدا ہوئے تھے ؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے علامتے یہود و نصاریٰ صدیوں سے مصروف تحقیق ہیں۔ لیکن آج تک وہ کسی متفقہ نتیجے پہ نہیں پہنچ سکے۔ ملاحظہ ہو یہ جدول :-

واقعہ	یہود کی تحقیق	کلیمنس ایگزینڈریس	یونیسیس	بیشڈ	اشرس	ہیلز	مینگل
طوفانِ نوح	۲۱۰۴ ق م	۳۲۷۵ ق م	۲۹۵۹ ق م	۳۵۲۴ ق م	۲۳۴۹ ق م	۳۱۵۳ ق م	کینین ۱۸۲۰
ولادتِ ابراہیم	۱۸۱۳ ق م	۲۲۲۴ ق م	۲۰۱۴ ق م	۳۲۵۲ ق م	۱۹۹۴ ق م	۲۱۵۳ ق م	
مصر اسرائیل کا خروج	۱۳۰۸ ق م	۱۵۹۳ ق م	۱۵۱۲ ق م	۱۴۹۹ ق م	۱۴۹۱ ق م	۱۶۴۸ ق م	
مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا آغاز	۸۳۲ ق م	۱۰۸۷ ق م	۱۰۳۲ ق م	۱۰۰۹ ق م	۱۰۱۲ ق م	۱۰۱۴ ق م	

۱ : بَرْزَه : عراق کا ایک شہر۔

۲ : مَشَدَان : شام میں حران کے قریب ایک گاؤں۔ (معجم : ج - ۶)

۳ : CLEMENS ALEXANDERINUS (۱۵۰-۲۱۵) یونان کا

ایک عیسائی عالمِ دینیات اور محقق۔ (باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

پینڈز انسائیکلو پیڈیا میں ہے کہ نئی کھدائیوں اور تازہ دریافت شدہ کتبوں کی وجہ سے واقعات کی تاریخیں بدل رہی ہیں۔ پہلے طوفانِ نوح کی تاریخ ۳۸۰۰ ق م سمجھی جاتی تھی۔ اور اب ۲۳۴۸ ق م ہے۔ پہلے ابراہیم کی تاریخ ولادت ۳۰۰۰ ق م تھی۔ اور اب ۱۹۹۴ ق م۔

(پینڈز - ص ۴۸)

حال ہی میں ایک محققانہ کتاب "عہدِ بائبل کی کہانی" شائع ہوئی ہے۔ اس میں درج ہے کہ آرنے اور سے حران کی طرف ۲۰۰۰ ق م میں ہجرت کی تھی۔ (ص ۱۶)۔ اگر ہجرت کے وقت ابراہیم کی عمر چالیس کے قریب ہو۔ تو اُس کی ولادت ۱۹۹۰ ق م میں ہوتی ہے۔ ان تفصیل سے واضح ہے کہ ابراہیم کی تاریخ ولادت کی تعیین آسان نہیں۔ البتہ نئے تحقیق موما ۱۹۹۴ ق م کو ترجیح دیتے ہیں۔

شجرہ ابراہیم کی شہادت

تورات کی رو سے حضرت ابراہیم کا شجرہ نسب یہ ہے :-

ابراہیم بن آزر بن ناحور بن سروح - بن آرفخس بن ملح بن عہر بن شالخ بن آرفخس
بن سام بن نوح بن مک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یارد بن مہلائل بن قینان بن انوش
بن شیت بن آدم - (پیدائش - باب ۱۰-۱۱)

ابراہیم اور آدم کے درمیان ۱۹ پشتیں تھیں۔ اگر ایک پشت اوسطاً پچاس سال میں ختم ہو۔ تو ۱۹ پشتوں کے لیے

بقیہ فٹ نوٹ - صفحہ ۲۹ سے آگے :-

۴ : EUSEBIUS (۲۴۰-۳۴۰ء) ایشیائے صغیر کے ایک شہر قیساریہ کا Bishop۔ مورخ۔ محقق اور تاریخ کیسا (از مسیح تا ۳۲۳ء) کا مصنف۔

۵ : BEDE (۶۷۲-۷۳۵ء) شمالی انگلستان کے ایک شہر ویر ماؤتھ کا رہنے والا۔ اور تاریخ کیسا نے انگلستان کا مصنف۔

۶ : USSHER JAMES (۱۵۸۱-۱۶۵۴ء) آر لیسٹڈ کا ایک محقق پادری۔

۷ : HALES JOHN (۱۵۸۲-۱۶۵۴ء) انگلستان کے ایک شہر ہاتھ (برٹش کے جنوب میں) کا ایک مذہبی عالم و محقق۔

۸ : BENGAL JOHANN (۱۶۵۳-۱۷۸۴ء) جرمنی کا ایک فاضل جس نے یونانی انجیل کا ایک نسخہ بڑی محنت سے مدون کیا تھا۔

(حاشی ۳-۸ مانو از انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا)

انمازا ایک ہزار سال چاہیے۔ اس حساب سے حضرت ابراہیم کی ولادت ۳۰۰۰ ق م میں بنتی ہے۔ جو لوگ حضرت ابراہیم کو ۱۹۹۶ ق م کی پیدائش مٹھراتے ہیں۔ وہ آؤم و ابراہیم کے درمیان ہر پشت کو سو سال کا قرار دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی مورخ اس سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ اگر تواریک کا شمار نسب صحیح ہے تو پھر حضرت ابراہیم کی ولادت انمازا ۳۰۰۰ ق م میں تسلیم کرنا پڑے گی۔

ابراہیم کی ولادت

فرعون کی طرح فرود کو بھی اُس کے کامنوں نے بتایا تھا کہ ایک بچہ بڑا ہو کر اُسے تباہ کر دے گا۔ چنانچہ اُس نے تمام بچوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ جب ابراہیم کی ولادت کا وقت قریب آیا۔ تو اس کی والدہ اؤمشہ ایک غار میں جا چھپی۔ اور ابراہیم کی ولادت وہیں ہوئی۔ یہ برسوں غار میں رہا۔ جب باہر آیا اور اسے ایک معبور کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو پہلے ایک ستارے اور پھر ماہ و خورشید کو خدا سمجھا۔ اور جب وہ ڈوب گئے۔ تو اُس نے اعلان کیا کہ :-
 ”خالق ارض و سما ہی قابل پرستش ہے۔“

ازواج ابراہیم

حضرت ابراہیم کی پہلی بیوی کا نام سارہ تھا۔ یہ حضرت ابراہیم کے بھائی حاران کی بیٹی۔ لوط کی کی بہن اور ابراہیم کی بھتیجی تھی۔ شریعت ابراہیمی میں غالباً بھتیجی محرمات میں شامل نہ تھی۔ حاران کی دو بیٹیاں تھیں۔ اسکاہ (سارہ) اور ہنحا۔ سارہ کی شادی ابراہیم سے ہوئی اور ہنحا کی نکاح (برادر ابراہیم) سے۔ (پیدائش ۱۱/۲۹)۔
 جب برسوں تک سارہ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ تو حضرت ابراہیم نے سارہ کے امراء پر اُس کی مصری لونڈی ہاجرہ سے شادی کر لی۔

”اور وہ حاملہ ہوئی..... اور اپنی بی بی (سارہ) کو حقیر سمجھنے لگی..... سارہ اُس پر سختی کرنے لگی۔ یہ اُس کے پاس سے بھاگ گئی۔ اور وہ خداوند کے فرشتے کو بیابان میں پانی کے ایک چشمے کے پاس نظر آئی۔ لیکن فرشتے کے کہنے پر گھر میں واپس آ گئی۔“

(مفصّل - پیدائش ۱۴ - ۱۵)

ویران وادی میں

اسامیل کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر چھیالیس برس تھی۔
 (پیدائش ۱۶/۱۶)

چودہ سال بعد سارہ کے بطن سے اسحاق پیدا ہوا۔ جب اسحاق قدرے بڑا ہوا۔ تو دونوں نے بات بات پر الجھنا شروع کر دیا۔ اس پر سارہ نے امر کیا۔ کہ باجرہ اُس کے گھر سے چلی جائے۔ چنانچہ خدا سے اشارہ پا کر حضرت ابراہیمؑ اسے ایک ویران واوی میں لے گئے۔ وہاں ایک درخت کے نیچے انہیں چھوڑ کر خود واپس چلے گئے۔ جب ماں بیٹے کو پیاس نے ستایا۔ اور اسماعیلؑ اضطراب کا بڑا باں رگڑنے لگے۔ تو باجرہ پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑی۔ اللہ نے اس کی فریاد سنی۔

”اور اُس نے پانی کا ایک گڑاں دیکھا۔ اپنی مشک پانی سے بھری۔ اور بچے کو پانی پلایا۔ خدا اُس لڑکے کے ساتھ تھا۔ وہ بڑا ہوا تو بیاہاں میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا۔ اور وہ مناران کے بیاہاں میں رہتا تھا۔“

(پیدائش ۲۱ / ۱۹-۲۰)

تورات کہتی ہے۔ کہ باجرہ کا ٹھکانہ اور وہ گڑاں بِئْرِ شِیْبہ BEER SHEBA میں تھا۔ (پیدائش ۲۱/۴)

آئیے دیکھیں۔ کہ اس قول کی حقیقت کیا ہے۔ یہاں دو لفظ تحقیق طلب ہیں۔ فاران اور بِئْرِ شِیْبہ شامین تورات کہتے ہیں کہ :

فاران سے مراد دشت تہہ (صحرائے سینا) ہے اور بِئْرِ شِیْبہ جنوبی فلسطین کا ایک شہر ہے۔ (ڈاب ص ۲۹۳)

لیکن وہ اس چیز کو قبول جاتے ہیں۔ کہ فاران جبال مکہ کا نام بھی ہے اور خود مکہ کا بھی۔ رُط شِیْبہ تو وہ بقولِ یا قوت حمزوی (مجم - ج - ۵ ص ۳۱۸) مکہ کا ایک پہاڑ تھا۔ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ باجرہ واسماعیل کا قیام مکہ والے فاران میں اس مقام پر ہوا تھا۔ جہاں چاہ زمزم ہے تو اسلامی و عیسائی تاریخ کے دھارے مل جاتے ہیں۔ اور صحیح تحقیق کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تاریخ اقوام میں تطبیق پیدا کی جائے۔

جب ۱۲ سال کی عمر میں حضرت سارہ کی وفات ہو گئی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قُطُور سے شادی کر لی۔ اس سے چھ بیٹے پیدا ہوئے :-

۱ : زمران
۲ : یقشان
۳ : مدان
۴ : ہمدان

۵ : فاران :- ہی من اسماء مکة وقیل هو اسم لجبال مکة - (یا قوت :- مجم - ج ۲، ص ۳۲۳)

۵ : اسحاق اور
 ۶ : شوش
 (پیدائش ۲۵ / ۳۱) یاقوت مکتوبات ہے کہ :-

ہاجرہ مصر کے ایک شہر اتم العرب میں پیدا ہوئی تھیں۔ (معمم - ج - ۱)
 ایک اور جگہ کہا ہے کہ :-
 وہ یاق میں رہتی تھیں۔ (معمم - ج - ۸ - یاق)

ابراہیم کے سفر

آزرا وسط درجے کا ایک تاجر اور چاند - ویوتا کا پجاری تھا۔ جب اُور میں چاند کی پرستش ختم ہوگئی تو یہ چھ سو میل شمال کی طرف حران میں چلا گیا۔ جہاں ماہ پرستی ابھی باقی تھی۔

”تاریخ (آزرا) سے عاران، ابراہیم اور نحور پیدا ہوئے تھے اور عاران سے لوط پیدا ہوا۔ عاران کی وفات اُور ہی میں ہوگئی تھی۔ اُس کے بعد تاریخ (آزرا)، ابراہیم، اُس کی بیوی سارہ اور عاران کے بیٹے لوط کو لے کر حاران (حران) میں چلا گیا۔ اور وہیں رہنے لگا۔ جب اُس کی عمر دو سو پانچ برس کی ہوئی۔ تو وہ عاران ہی میں وفات پا گیا۔“ (مکتفص - پیدائش ۲۷ - ۳۲)

یہاں یہ ذکر نامناسب نہ ہوگا کہ ابراہیم کا چھوٹا بھائی نحور اپنے وطن (اُور) ہی میں رہ گیا تھا۔ اس کے بارے میں کچھ جہیز مورخ نے کوئی اہمیت نہیں دی اور وہ گنہاری کے اندھیروں میں ڈوب گئے۔
 (ڈاب ص ۴۴)

بعد از آزرا

آزرا کی وفات کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر پچھتر سال تھی۔
 انھیں اللہ نے حکم دیا کہ :-

”باپ کے گھر سے نکل اور اُس ملک میں جا۔ جو میں تجھے دکھاؤں گا۔
 میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ اور برکت دوں گا۔“

(پیدائش ۱۲ / ۲)

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ اور بھتیجے لوط کو لے کر کنعان (فلسطین) کی طرف چل دیے۔ اور بحیرہ گلیل کے جنوب میں ایک پہاڑی مورہ کے دامن میں جا اترے۔ چونکہ فلسطین قحط کی گرفت

۱۷ : حران کبھی شام میں شامل تھا۔ لیکن آج کل (۱۹۶۲ء) ترکی کی مدد میں ہے۔

میں تھا۔ اس لیے یہ مصر کو روانہ ہو گئے۔ چونکہ حضرت سارہ نہایت حسین خاتون تھی۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ نے اس سے کہا کہ اگر کوئی تم سے پوچھے کہ تم کون ہو۔ تو کہہ دینا کہ میں ابراہیم کی بہن ہوں۔ یہ اس لیے کہ فرعون حبشی عورتوں کو چھین کر ان کے شوہروں کو قتل کر دیتا تھا۔ لیکن بھائیوں کو کچھ نہیں کہتا تھا۔ یہ واقعہ اسی طرح ہوا اور سارہ فرعون کے ہاں پہنچ گئی۔ فرعون نے ابراہیم کو بے اندازہ مال۔ مویشی دے کر خوشحال کر دیا۔ لیکن وہاں سارہ نے اصل بات بتادی۔ اس پر فرعون سخت ناراض ہوا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو مصر سے نکال دیا۔ لیکن مال۔ مویشی سے تعزیر نہ کیا۔

(پیدائش ۱۹-۲۰)

چنانچہ یہ لوگ منزل بہ منزل وسطی فلسطین میں بیت ایل^۱ اور آئی^۲ کے درمیان جا ٹھہرے۔ چونکہ ان کے ریوڑ بہت زیادہ تھے۔ اور وہاں گھاس کے ذخائر کم تھے۔ اس لیے ابراہیمؑ اور لوطؑ نے ایک دوسرے سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا۔

حضرت لوطؑ جباروں کے سبزہ زاروں میں چلے گئے۔ اور حضرت ابراہیمؑ خیزوں کے پاس ایک مقام صحرے میں جا ٹھہرے۔ جباروں کے لوگ شاہ ایلام^۳ کے باج گزار تھے۔ انھوں نے بغاوت کر دی اور جنگ چھڑ گئی انھیں شکست ہوئی۔ فاتح اپنے ہمراہ بے شمار مال۔ مویشی اور قیدی لے گئے۔ جن میں لوطؑ اور اس کا خاندان بھی شامل تھا۔

جب یہ خبر حضرت ابراہیمؑ تک پہنچی تو وہ اپنے ۳۱۸ ملازمین (پیدائش ۱۴) کو لے کر حملہ آوروں کے تعاقب میں گئے اور انھیں دمشق کے پاس جالیا۔ ان پر شیخوں مارا۔ وہ گھبرا کر بھاگ نکلے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے قیدیوں کو چھڑا لائے۔ اور انھیں دوبارہ جباروں میں بھیج دیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو کنعان میں رہتے دس سال ہو چکے تھے۔ اور آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس پر سارہ و ابراہیم علیہ السلام دونوں دل گرفتہ رہتے تھے۔ آخر حضرت سارہ نے امرار کیا کہ حضرت ابراہیمؑ اولاد کی خاطر اس کی کنیز ہاجرہ کو اپنے نکاح میں لے لیں۔

”آپ نے سارہ کی بات مان لی..... اور ہاجرہ حاملہ

ہو گئی..... جب اسماعیل پیدا ہوا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام

چھیاسی برس کے تھے۔“ (پیدائش ۱۴)

جب تیرہ برس بعد قوم لوطؑ کی بستیاں تباہ ہو گئیں۔ تو ابراہیمؑ جنوب کی طرف چل دیے۔ جرار

۱ : بیت ایل :- یروشلم سے ۱۲ میل شمال میں ایک شہر ہے۔

۲ : آئی :- بیت ایل سے ۴ میل مشرق میں واقع تھا۔

۳ : عراق کے مشرق اور ایران کے مغرب میں ایک علاقہ۔

(غازہ کے جنوب میں ایک شہر) میں پہنچے۔ تو وہاں کے بادشاہ ابی ملک نے سارہ کو دیکھ کر حضرت ابراہیم سے پوچھا کہ :

”یہ کون ہے ؟“

آپ نے کہا :

”یہ میری بہن ہے۔“

چنانچہ شاہ نے اُسے اپنے ہاں رکھ لیا۔ لیکن ایک فرشتے نے بادشاہ کو خواب میں بتایا کہ یہ شوہر والی ہے۔ اس کے قریب نہ جانا۔
(پیدائش ۲۰/۸)

بادشاہ نے تعمیل کی۔ سارہ کو واپس کر دیا۔ اور ابراہیم کو بے اندازہ دولت دے کر رخصت کر دیا۔ جب حضرت ابراہیم کی عمر سو برس کی ہوئی۔ تو حضرت سارہ کے ہاں اسماعیل پیدا ہوئے۔

(پیدائش ۲۱/۵)

جب یہ آٹھ۔ دس سال کا ہوا تو اللہ نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ :

”تو اپنے بیٹے اسماعیل کو لے کر موریہ کے ملک میں جا اور وہاں ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا۔ اسے سوختی قربانی کے طور پر چڑھا۔

(پیدائش ۲۲/۳)

سرزمین موریہ کہاں واقع تھی ؟ اس کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک گروہ کے ہاں یہ قریبی خطہ زمیں ہے۔ جس میں جبلِ مذربہ (یروشلم سے ساٹھ میل شمال میں واقع تھا۔ اور دوسرے کے ہاں جبل موریہ سے مراد وہ پہاڑی ہے جس پر حضرت سلیمان نے مسجد اقصیٰ کی بنا ڈالی تھی۔ (ڈاب - ۲۲۸)۔

۱۔ ہمارے مفسرین و محدثین کی متفقہ رائے یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم نے قربانی کے لیے اسماعیل کو پیش کیا تھا۔ لیکن تورات کہتی ہے کہ وہ اسماعیل تھا۔ رہا قرآن۔ تو اس میں مرن بتایا ہی ہے۔ کہ جب وہ بچہ چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو اللہ نے اُسے قربان کرنے کا حکم دے دیا۔ بچے کا نام مذکور نہیں۔

۲۔ اسلامی روایات کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کے قریب منیٰ میں اسماعیل کی قربانی دی تھی۔

۳۔ جبلِ مریہ : اس نام کے دو پہاڑ تھے۔ ایک یروشلم سے ساٹھ میل شمال میں اور دوسرا کعبہ کے قریب جسے آجکلِ مذربہ کہتے ہیں۔

اللہ نے اسحاق (یا اسماعیل) کو ذبح ہونے سے بچالیا۔ اور پھر حضرت ابراہیمؑ کچھ مدت کے لیے بئر شیبہ میں جا بٹھرے۔ یہاں بئر شیبہ سے مراد غالباً مکہ کا چاہ زمزم ہے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ (جو اُس وقت تک ۲۵/۶ سال کے ہو چکے تھے) مل کر کعبہ کی تعمیر کی۔ پھر آپ جنہوں کو لوٹ گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت سارہ کی وفات ہو گئی اور حضرت ابراہیمؑ نے اسے جنہوں کے ایک کھیت کے کنارے کفینہ کے غار میں دفن کر دیا۔ یہ قبرستان جہاں بعد میں خود ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاق علیہم السلام دفن ہوئے تھے۔ آج بھی موجود ہے۔ اور غلیل کہلاتا ہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ ۷۵ برس کے ہوئے تو ان کی وفات ہو گئی اور انہیں جنہوں میں سارہ کے پاس دفن کر دیا گیا۔ (ڈاب - ص ۱۳)

یا قوت اور سوانح ابراہیمؑ

یا قوت جنوی نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق کچھ نئی باتیں کہہ دی ہیں۔ مثلاً کہ :
 و شق کے قریب ایک مقام بنیت ابنیا میں آزر بُت زراشتے اور ابراہیمؑ فروخت کرتے تھے۔ (معجم - جلد دوم)

یہ بات بوجہ غلط ہے۔

اول : جس ابراہیمؑ کو کالدیہ میں بہ جرم بُت شکنی آگ میں پھینکا گیا تھا۔ وہ بعد میں بُت فروش کیسے بن سکتا ہے۔

دوم : کوئی تاریخی شہادت نہیں ملتی کہ آزر حران سے کہیں اور گئے ہوں۔

سوم : بائبل کی لغات میں بنیت ابنیا نام کا کوئی مقام نہیں ملتا۔ (معجم - ج - ۳)

حلب کے متعلق یا قوت لکھتے ہیں کہ یہ حلب علنا سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں دودھ دہنا۔ چونکہ اس بستی میں حضرت ابراہیمؑ بکریوں کا دودھ دوتے تھے۔ اس لیے اُس کا نام حلب رکھ دیا گیا۔

سوال یہ ہے کہ کیا حلب میں حضرت ابراہیمؑ کے قیام کی کوئی تاریخی شہادت موجود ہے ؟

ماخذ :- ۱ : قرآن حکیم ۲ : بائبل

۳ : معجم - ج - ۴ "قدان"

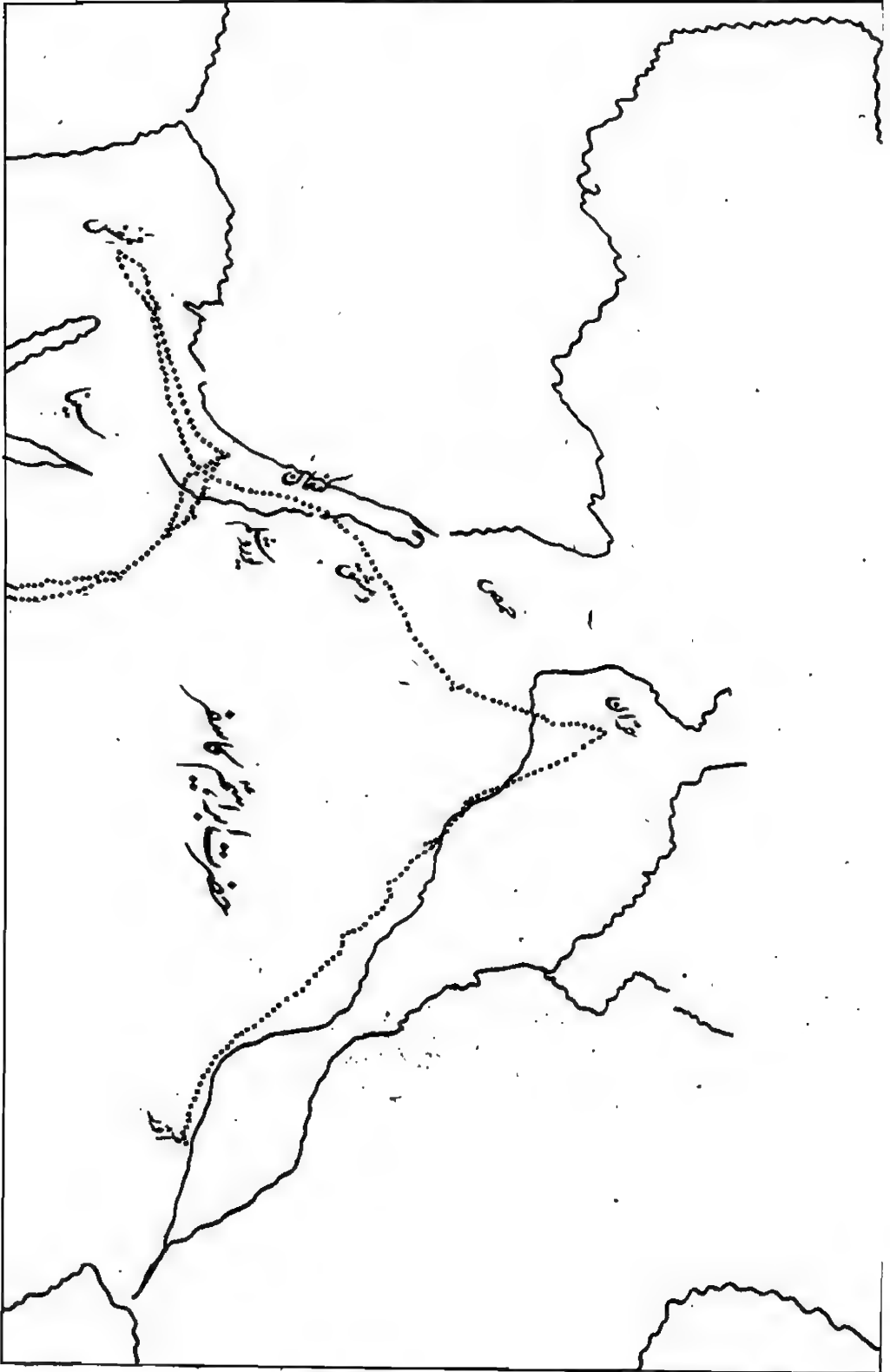
۴ : انسائیکلو پیڈیا برطانیکا

۵ : پیپلز ۲۸۶ ۴ : ڈاب ص ۴۲

۷ : کتاب الہندی - ص ۳۸۱

۱ : اس کی تائید زبور کی ایک آیت سے ہوتی ہے :-
 "مبارک ہیں وہ جو داوئی بکر سے گزرتے وقت وہاں گواں بنا گئے۔"

(زبور ۴/۸۲)



۵۔ ابلیس

یہ شیطان کا ذاتی نام ہے۔ اس لفظ کی ماہیت کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اسے عربی کا لفظ سمجھتے ہیں۔ ابلیس سے مشتق۔ جس کے معنی ہیں مایوس ہونا۔ دگیر ہونا۔ حیران ہونا۔ چونکہ شیطان اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکا ہے اور ہر وقت دگیر و مایوس رہتا ہے۔ اس لیے وہ ابلیس (بروزن افعیل) کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بعض دیگر اسے کسی عجمی زبان کا لفظ سمجھتے ہیں۔ حضور صلعم کا ارشاد ہے کہ :

شیطان کا تخت سمندر پر بچھا ہوا ہے۔ جس کے ارد گرد سانپ ہی سانپ ہیں۔
یہ لفظ قرآن میں دس مرتبہ استعمال ہوا ہے :-

﴿ بقرہ ع - ۲ ﴾ اعراف ع - ۲

﴿ حجر ع - ۳ ﴾ بنی اسرائیل ع - ۷

﴿ کہف ع - ۷ ﴾ طہ ع - ۷

﴿ شعراء ع - ۵ ﴾ سبا ع - ۲

﴿ ص ع - ۵ ﴾ (دوبار)

ابلیس فرشتہ نہ تھا۔ بلکہ جن تھا :

كَانَ مِنَ الْجِنِّ (کہف - ۵۰)

(ابلیس جن تھا)

اور اس کی ولادت آگ سے ہوئی تھی :

خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ

(اعراف - ۱۲)

(اے اللہ ! تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور آدم

کو خاک سے۔)

ابلیس کا نام جھوٹ بولنا۔ جھوٹی قسمیں کھانا۔ لوگوں کو مشکلات میں پھنسانا، بہکانا اور ہدی پر

ع : مسند امام احمد بن حنبل بحوالہ البدایۃ والنہایۃ -

از ابن کثیر - ج - ۱، ص ۵۹ - طبع مصر ۱۳۴۸ھ -

نیکی کا رنگ چڑھانا ہے۔ اسی وجہ سے اسے شیطان بھی کہتے ہیں۔ یہ شیطاں سے مشتق ہے۔ جس کے بعض مشتقات کے معانی یہ ہیں :-

شَاطِنُ شَاطِنًا : اِس نے اُس کی ظاہر و باطن سے مخالفت کی۔

اُسے رستی سے باندھ دیا۔

شَاطِنُ الرَّجُل : وہ حق و صداقت سے دُور ہو گیا۔

شَاطِن : مردِ خبیث۔

شَیْطَان : شریر رُوح - سرکش - باغی۔

اِس نے سجدہ سے انکار کر کے اللہ کی حکمِ عُدولی کی۔ جھوٹی قسمیں کھا کر آدم و حوا کو شجرِ ممنوعہ کا پھل کھانے کی ترغیب دی۔ اور اللہ کے سامنے اعلان کیا کہ :

فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ

الْمُسْتَقِيمَ۔ (اعراف - ۱۶)

(اے اللہ چونکہ تُو نے مجھے گمراہ چھوڑ دیا ہے۔ اِس لیے میں تیری

سیدھی راہ پہ بیٹھ کر تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا)

اللہ نے اسے ایک خاص طاقت دے رکھی ہے۔ جس سے وہ دُوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔

سورۃ بقرہ میں قصۃِ آدم سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان فرشتہ تھا۔

”جب ہم نے فرشتوں سے کہا۔ کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو

(جھکو۔ اُس کے ہر اشارے کی تعمیل کرو) تو ابلیس کے سوا باقی تمام

فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی۔“ (بقرہ - ۳۴)

اور سورۃ کہف میں صاف صاف مذکور ہے۔ کہ وہ بھی تھا۔

علمائے تفسیر نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ لفظ ملائکہ (فرشتے) سے مراد فرشتے اور جن

دونوں میں۔ فرق یہ کہ فرشتے سر تا پا تعمیل ہوتے ہیں اور جنات کو نافرمانی کا اختیار بھی حاصل ہوتا

ہے۔ (تاریخ طبری - ج ۱ - ص ۸)

طبری لکھتا ہے کہ :

”جنات کا ایک گروہ یا سب کے سب جنات (جنت کی جمع) کی باغبانی۔

آرائش اور نگرانی پہ مامور تھے اور اسی وجہ سے جنات کہلاتے تھے۔“

(ایضاً - ص ۸)

یہی مصنف لکھتا ہے کہ :

آغازِ آفرینش میں زمین پر صرف جنات آباد تھے۔ یہ آپس میں ہمیشہ

لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ انھیں قابو کرنے کے لیے اللہ نے آسمان سے

ابلیس کو بھیجا۔ اُس وقت اس کا نام عزرا زیل تھا۔ اس کے ہمراہ فرشتوں کی ایک فوج تھی۔ اس نے تمام شریر جنات کو مار مار کر پہاڑوں کی طرف بھگا دیا۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ :

زمین پر خالص فرشتوں کی فوج آئی تھی۔ اور اُس وقت ابلیس زمین پر رہتا تھا۔ اور شر انگیزی کرتا تھا۔ چنانچہ فرشتے اُسے رسیوں میں جکڑ کر آسمانوں میں لے گئے۔ اُس وقت یہ نوجوان تھا۔ جب وہاں اِس کے اطوار ٹھیک ہو گئے۔ تو اللہ نے اُسے جنات کا جج بنا کر زمین پر بھیج دیا۔ یہاں یہ ایک ہزار سال رہا۔ اُن دنوں یہ الحارث اور الحکم کے نام سے معروف تھا۔ جب اللہ نے زمین پر ایک نئی مخلوق کو اپنا خلیفہ بنانا چاہا۔ تو اسے بھی آسمان پر طلب کیا۔ اور آدم کو پیدا کرنے کے بعد سب کو اُس کے سامنے سجدے کا حکم دیا۔ اس نے انکار کیا۔ تو نہ صرف ملعون و مردود بن گیا۔ بلکہ اُس وقت سے ابلیس کہلانے لگا۔

مآخذ :-

- ۱ : شمس ص ۱۴۵
- ۲ : ڈاس ص ۸۴
- ۳ : طبری ج ۱ - ص ۸۰ - ۸۳
- ۴ : اعلام - ص ۲۰
- ۵ : البدایۃ والنہایۃ ص ۵۹

۴ - ابنِ مزیم

(دیکھیے - حدیث)

۷۔ ابنِ نوح

قرآن میں ہے۔ کہ :

جب طوفانِ نوح آیا۔ اور نوح علیہ السلام اپنے پیروں، گھر والوں، جانوروں، مویشیوں اور پرندوں کے ہمراہ کشتی میں سوار ہو گئے۔ تو اُن کے ایک نافرمان بیٹے نے سوار ہونے سے انکار کر دیا۔

اس پر :-

”نوح نے اپنے بیٹے کو، جو الگ کھڑا تھا، آواز دی کہ اے بیٹے! آؤ۔ ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ اور نافرمانی نہ کرو۔ کہنے لگا۔ میں پہاڑ پر چڑھ کر طوفان سے بچ جاؤں گا۔ فرمایا۔ آج اللہ کے عذاب سے وہی بچ سکتا ہے۔ جس پر وہ رحم کرے۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان ایک لہر عاتل ہو گئی اور وہ ڈوب گیا۔“

(ہود : ۴۲-۴۳)

ہمارے مفسرین لکھتے ہیں۔ کہ اس بیٹے کا نام کنعان تھا۔

لیکن تورات کہتی ہے کہ کنعان نوح کا پوتا اور حام کا بیٹا تھا :

”حام کے چار بیٹے تھے۔ کوئش۔ مصرائیم۔ قوط اور کنعان۔“

(پیدائش - ۱۰/۱)

کنعان طوفان کے بعد بھی زندہ رہا۔ اس کے ہاں گیارہ بیٹے ہوئے۔ یعنی :-

صیدا۔ حمت۔ یبوسی وغیرہ

جو بحر شام کے ساحل پر لبنان سے غازہ تک پھیل گئے تھے۔

۱۰

(پیدائش - ۱۵ - ۱۶)

تو پھر وہ سوال ہنور حل طلب ہے کہ ڈوبنے والا کا نام کیا تھا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ نوح کے چار بیٹے فرض کیے جائیں۔ جن میں سے ایک ڈوب گیا۔ یا پوتے (کنعان بن حام) کو بھی بیٹوں میں شامل سمجھا جائے۔

ماخذ :-

۱ : قرآن ۲ : بائبل

۸۔ اپنے آدم

(آدم کے دو بیٹے ہابیل وقابیل)

”اے رسول! انھیں آدم کے دو بیٹوں کی کہانی سناؤ۔ دونوں نے قربانی پیش کی۔ ایک کی قبول ہو گئی اور دوسرے (قابیل) کی مسترد۔ اس نے اُسے دھمکایا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اُس نے کہا کہ اللہ صرف نیک لوگوں کی قربانیاں قبول کرتا ہے۔ اگر تم مجھ پہ ہاتھ اٹھاؤ گے۔ تو میں تم سے نہیں لڑوں گا۔ کہ میں رب کائنات سے ڈرتا ہوں۔ میرا منصوبہ یہ ہے کہ تم میرے قتل کا گناہ اپنے دیگر گناہوں میں شامل کر کے جہنم میں پہنچ جاؤ۔ اور ظالموں کی جزا یہی ہے۔ پس اُس کا دل بھائی کو قتل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ بالآخر اُسے مار ڈالا۔ اور یوں وہ زیاں کار بن گیا۔ پھر اللہ نے اُسے یہ سمجھانے کے لیے کہ لاش کو کہاں چھپائے۔ ایک کوا بھیجا۔ جس نے زمین کو کھدایا (اور کوئی چیز وہاں دبائی)۔ قابیل کہنے لگا۔ اے کاشش کہ میں کوسے جتنی عقل رکھتا۔ تو بھائی کی لاش کو دبا دیتا۔ اور یوں وہ اپنے کیے پہ پشیمان ہو گیا۔“

(مائدہ ۲۷-۳۱)

قرآن نے اس واقعہ کی چند اور تفصیلات بھی بتائی ہیں۔ مثلاً :-

”ہابیل بھیڑ بکری کا چرواہا تھا اور قاشن (قابیل) کسان تھا..... قاشن اپنے کھیت کے حاصل میں سے ہدیہ لایا اور ہابیل اپنی پلوٹھی اور موٹی بھیڑ بکریوں سے..... جب وہ دونوں کھیت میں تھے۔ تو یوں ہوا کہ قاشن اپنے بھائی ہابیل پہ اٹھا اور اُسے مار ڈالا..... تب خداوند نے قاشن سے کہا۔ کہ اب تو زمین سے لعنتی ہوا..... تو زمین پہ پریشان و آوارہ ہو گا..... سو قاشن خداوند کے حضور سے نکل گیا۔ اور عدن کی پورب طرف نود کی سرزمین میں جا رہا۔“

(پیدائش : باب - ۴)

شارٹ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (۱۱۵) نے چند حوالوں سے لکھا ہے کہ :-
 حضرت آدم کی اولاد جوڑے جوڑے (بہن بھائیوں کا جوڑا) پیدا
 ہوتی تھی۔ اور کوئی بھائی اپنے جوڑے کی بہن سے شادی نہیں کر سکتا تھا۔
 بلکہ وہ کسی ایسی بہن سے شادی کر سکتا تھا۔ جو کسی اور بھائی کے ہمراہ پیدا
 ہوئی ہو۔ چونکہ قابیل کی بہن (نواہ) ہابیل کی بہن سے زیادہ خوبصورت
 تھی۔ اس لیے اُس نے اپنی بہن سے شادی کرنا چاہی۔ جس میں ہابیل
 مزاحم ہوا۔ جب یہ جھگڑا بڑھ گیا۔ تو دونوں نے قربانی دینے کا فیصلہ کیا۔
 چنانچہ آسمان سے ایک آگ اُتری۔ وہ ہابیل کی قربانی کو تو جلا گئی۔ لیکن
 قابیل کے نذرانے کے نزدیک تک نہ گئی۔ اس پر قابیل نے ہابیل کو
 مار ڈالا۔ اُس وقت ہابیل کی عمر بائیس سال تھی۔ وہ بھائی کی لاش کو
 سال بھر پیٹھ پہ اٹھائے پھرا۔ اور سوچ نہ سکا۔ کہ اُسے کہاں پھینکے۔ بالآخر
 اُس نے ایک مقام پر دو کدوؤں کو لڑتے دیکھا۔ ایک نے دوسرے کو
 مار ڈالا۔ اور پھر زمین میں دبا دیا۔ چنانچہ قابیل نے بھی ہابیل کو
 دفن کر دیا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور بعض سنن میں حضور صلعم کی یہ حدیث درج ہے کہ :-
 جب بھی دنیا میں کوئی آدمی قتل کرتا ہے۔ تو اُس کے گناہ کی
 سزا قابیل کو بھی ملتی ہے۔

یا قوت حموی معجم البلدان (ج - ۷، "قاسیون") میں لکھتے ہیں کہ :-
 قابیل نے ہابیل کو دمشق کے قریب جبل قاسیون کے ایک غار
 میں قتل کیا تھا۔

مآخذ :-

- ۱ : شمس :- ۱۱۵
- ۲ : لقر :- ۱۲
- ۳ : ڈاس :- ۲
- ۴ : معجم البلدان :- ج - ۷

۹۔ اَبُو لَہِب

(نیز دیکھیے۔ حَمَالَةُ الْخَطْبِ)

اَبُو لَہِب عبد العزیٰ بن عبد المطلب حضور صلعم کا چچا تھا۔ اُونچا قد۔ بھاری جسم اور اس قدر مشتعل مزاج کہ لوگ اُسے اَبُو لَہِب (شعلوں کا باپ) کہتے تھے۔
 ”و کثیری آف اسلام“ (ص ۱) میں درج ہے کہ :
 یہ لقب اسے خود حضور صلعم یا وحی نے دیا تھا۔

تمام تفاسیر نیز بخاری میں یہ واقعہ دیا ہوا ہے کہ جب یہ آیت :-

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ -

(شعراء : ۲۱۴)

(اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ)

نازل ہوئی۔ تو آپ نے کوہ صفا پہ چڑھ کر بلند آواز سے قریش کی تمام شاخوں کو بلایا۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے۔ تو فرمایا :

اِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ

شَدِیْدٍ -

(کہ آنے والے شدید عذاب سے ڈرو)

اس پر عبد العزیٰ نے کہا :

تَبَّ لَكَ سَاِیرَ الْیَوْمِ - اَللّٰهُ اَجْمَعْتَنَا

(تم پر دن بھر بھڑکار برے۔ کیا تم نے اس بات کے لیے

ہمیں جمع کیا تھا ؟)

اس واقعہ کے معا بعد یہ سورۃ نازل ہوئی :-

تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَہِبٍ وَ تَبَّ مَا

اَعْنٰی عَنْهُ مَالُهُ وَ مَا کَسَبَ

سَیْضَلٰی نَارًا ذَاتَ لَہِبٍ وَ

اَمْرَاۃٌ حَمَالَةُ الْخَطْبِ فِیْ جَنَدِهَا

حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ -

(ابولہب کے دونوں ہاتھ بے کار ہو گئے اور وہ خود بھی تباہ ہوا۔ اُسے اس کی دولت تباہی سے نہ بچا سکی۔ وہ نہت جلد اپنی فتنہ پسند بیوی سمیت بھرکتی ہوئی آگ میں جلے گا۔ اور بھجور کی چھال کی رسی اُس کی بیوی کی گردن میں ہوگی۔)

”حَمَلَةُ الْحَطَبِ“ کے لغظی معنی ہیں ”ایندھن اٹھانے والا“ مراد مفید۔ غماز، اور لگائی بھجائی کرنے والا۔ پنجابی زبان کا ایک محاورہ ”تیلی لگانا“ بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ ابولہب کی بیوی جنگل سے غار دار شاخیں پیٹھ پہ اٹھالاتی اور حضور صلعم کی راہ میں بچھا دیتی تھی۔ اس لیے اس محاورے کا استعمال لفظاً بھی صحیح ہے۔
اس آیت کے تحت تفسیر جلالین کے حاشیہ (کمالین ص ۵۶) پر حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے منقول ہے کہ :

بولہب کی بیوی جہنم میں بھی ایندھن اٹھانے کے کام پہ مامور ہے۔
جب ہجری کے دوسرے سال قریش معرکہ بدر کے لیے تیار ہوئے۔ تو اس مہم میں بولہب خود شامل نہ ہوا۔ (کہتے ہیں کہ ڈر گیا تھا۔ یا بیمار تھا) بلکہ اپنے غلام عاصی بن ہشام کو اپنی طرف سے بھیجا۔ جب اُسے معرکہ بدر کا انجام معلوم ہوا۔ تو غیظ و غضب سے کھولنے لگا۔ پہلے تو خمر رساں کی پٹائی کی۔ پھر بیمار ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس پر چمپک کا حملہ ہوا تھا۔ سات دن بعد مر گیا۔ اس کی لاش اس حد تک مسخ ہو چکی تھی کہ اُس کے بیٹے بھی اُسے چھونے سے ڈرتے تھے۔ کئی روز تک وہ گلٹی سڑتی رہی اور بالآخر اُسے کرلے کے چند حبشیوں نے دفن کیا۔
اس کا فرزند عتبہ حضور صلعم کا داماد تھا۔ جب حضور صلعم نے نبوت کا اعلان کیا۔ تو اس نے

۱ : قرآن کا انداز یہ ہے۔ کہ بعض اوقات کسی ایسے واقعہ کے لیے جس کا ظہور مستقبل میں یقینی ہو۔ افعال ماضی استعمال کرتا ہے۔ مثلاً :-
قیامت کے متعلق :

اِشْرَکَ بَتِ السَّاعَةِ وَالشَّقَ الْقَمَرِ -
هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ -

۲ : حاشیہ نگار سلام اللہ علیہ (۱۸۱۹ء) تھے۔ (زاہد الحسینی۔ تذکرۃ المفسرین ص ۱۲۴)
۳ : عاصی ایک آزاد آدمی تھا۔ ایک روز ابولہب سے جوا کھیلا۔ ساری جائداد (اپنے آپ سمیت) ہار دی۔ اور بولہب نے اسے اپنا غلام بنا لیا۔
(شاکس : ص ۱۱)

اپنی زوجہ کو طلاق دے دی۔ اور عیسائیت قبول کر لی۔ کچھ عرصہ بعد یہ شام کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ایک شیر نے اسے چیر پھاڑ ڈالا۔

ایک روایت کے مطابق یہ آٹھویں سال ہجری میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اور سنہ ۵۰۴ء میں وفات پائی تھی۔ لیکن حقیقت غالباً یہی ہے کہ اسلام لانے کا شرف عقبہ کے بھائی کو حاصل ہوا تھا۔ نہ کہ عقبہ کو۔

مآخذ :-

- ۱ : شمس - ص ۱۱۱
- ۲ : کمالین - ص ۵۰۴
- ۳ : تذکرۃ المفترین - ص ۱۹۲

۱۰۔ أَبَوَيْهِ (اپنے والدین کو)

مُرَاد :- حضرت یوسفؑ کے والدین ہیں۔

جب یوسفؑ کے بھائی مصر میں چوتھی مرتبہ گئے۔ تو اُن کے ہمراہ حضرت یعقوبؑ، اور اُن کی ایک زوجہ بھی تھی۔ حضرت یوسفؑ کی اپنی والدہ راجیل کی وفات اُس وقت ہوئی تھی۔ جب حضرت یعقوبؑ حِزَان کو چھوڑ کر خِزْدَن کی طرف جا رہے تھے۔ (دیکھیے ۱۹۹۔ یوسفؑ)

حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین کو تخت پہ بٹھایا۔ بھائیوں کو ارد گرد کھڑا کیا۔ اور پھر سب حضرت یوسفؑ کے سامنے تعظیماً جھک گئے :-

رَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا

لَهُ سُجْدًا - (یوسف - ۱۰۰)

(یوسفؑ نے اپنے والدین کو تخت پہ بٹھایا۔ اور تمام (گیارہ

بھائی - ماں اور باپ) یوسفؑ کے سامنے سجدے میں گر گئے)

اور ساتھ ہی حضرت یوسفؑ پکار اُٹھے کہ :

”اے محترم باپ! یہ ہے میرے خواب (کہ گیارہ ستارے - ایک چاند-

اور ایک سورج میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں) کی تعبیر۔“

حضرت یوسفؑ کے والد کا نام یعقوب بن اسماعیل بن ابراہیم تھا۔ اور والدہ کا راجیل۔ یہ لابْن بن بیثویل بن محمد بن آزَرَک بن بیثی تھی۔ اور حضرت یعقوبؑ کی حقیقی ماموں زاد۔ حضرت یعقوبؑ کی والدہ کا نام رُبَعہ تھا۔ یہ لابْن کی بہن اور بیثویل کی بیٹی تھی۔ لابْن حِزَان میں رہتا تھا۔ جب

حضرت یعقوب بھی پھرتے پھرتے حیران میں جانکے نو شہر کے باہر ایک کنوئیں پر :
 ” راحیل اپنے باپ کی بھڑوں کے ساتھ آئی جب
 یعقوب نے اپنے ماموں لابن کی بیٹی راحیل اور اس کے ریوڑ
 کو دیکھا۔ تو یعقوب نے لابن کے گلے کو پانی پلایا
 اور کہا کہ میں تیرے باپ کی برادری میں ربقہ کا
 فرزند ہوں۔ وہ دوڑی اور اپنے باپ کو اطلاع دی۔“

(پیدائش : ۲۹ / ۹-۲۰)

اس کہانی کا باقی حصہ یوں ہے۔ کہ :
 لابن نے حضرت یعقوب کو اپنے گھر میں رکھ لیا۔ اور کہا کہ اگر تم سات برس
 تک میرا ریوڑ چراؤ گے۔ تو تمہیں راحیل دے دوں گا۔ جب سات سال گزر گئے۔
 تو لابن نے پہلے اُسے اپنی بڑی لڑکی لایا دی۔ اور ایک ہفتہ بعد راحیل بھی ولے
 کر دی۔ لایا سے چھ بچے پیدا ہوئے :

۱ : روبن ۲ : شمعون

۳ : لاوی ۴ : یہوداہ

۵ : اشکار اور ۶ : زبلون

راحیل سے دو :-

۱ : یوسف اور ۲ : بن یامین

راحیل کی کنیز (اور یعقوب کی منکوحہ) بلہاہ سے دو، یعنی :-

۱ : دان اور ۲ : نفتالی۔

لایا کی کنیز زلفہ بھی یعقوب کے نکاح میں تھی۔ اُس سے بھی دو بچے پیدا ہوئے :-

۱ : جد اور

۲ : اشئر

تو یہ تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے وہ بارہ فرزند جن سے بنو اسرائیل کے بارہ

۱۷ : اُس زمانے میں یہ دستور تھا کہ پہلے بڑی لڑکی کی شادی ہوتی تھی، اور

بیک وقت دو بہنوں سے بھی نکاح جائز تھا۔ اسی لیے لابن نے پہلے بڑی

لڑکی کی شادی کی اور بعد ازاں چھوٹی کی۔ اور دونوں بیک وقت حضرت

یعقوب کے نکاح میں رہیں۔

قبیلے بنے اور وہ اتنے بڑے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں مصر سے لے کر لکھے۔ تو ان کی تعداد چھ لاکھ سے زیادہ ہو چکی تھی۔

(گنتی : ۴/۱)

مآخذ :-

۱: قرآن حکیم

۲: بائبل

۱۱۔ اخبار و رُہبان

سورہ توبہ میں ہے :

اتَّخَذُوا اٰخْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ
اَزْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ -

(توبہ : ۳۱)

(اہل کتاب نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے مذہبی رہنماؤں کو

مذا بنالیا ہے)

اخبار جمع ہے خبر کی۔ جن کے معنی ہیں :- یہود کا مذہبی رہنما۔

اور رُہبان راہب کی جمع ہے۔

جس کی تشریح صاحب المنہج نے یوں کی ہے :-

الرَّاهِب من اغْتَزَلَ عن النَّاسِ اِلَى

دَيْرٍ طَلِبًا لِلْعِبَادَةِ -

(راہب وہ ہے۔ جو عبادت کے لیے دنیا کو چھوڑ کر کسی

معبد میں گوشہ نشین ہو جائے)۔

آتش پرستوں اور عیسائیوں کے رہنما راہب کہلاتے تھے۔

مآخذ :-

مُنْتَهَى الْاَرَب وَمُنْهَد

!

۱۲۔ اُحُد

گو قرآن میں اُحُد کا ذکر لفظاً نہیں ہوا۔ لیکن سورۃ عمران کی آیات ۱۳۹ — ۱۵۴ میں جس جنگ کا ذکر ہے۔ وہ ہجری کے تیسرے سال اُحُد ہی میں ہوئی تھی۔ آغاز میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور قریش جاک نکلے۔ لیکن جب صحابہ کی وہ ٹوٹی جو جبل اُرماء پر متعین تھی۔ مالِ غنیمت کی خاطر نیچے اُتر آئی۔ تو خالد بن ولید نے اُس مقام پر قبضہ کر لیا۔ اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ اس میں ۷۵ مسلمان شہید ہوئے۔ اور ۷۰ زخمی۔ (بخاری)

افواج کی کیفیت یہ تھی کہ قریش کی تعداد تین سے پانچ ہزار تک تھی۔ ان میں سات سوزرہ پوش اور دو سو گھڑ سوار تھے۔

اسلامی فوج میں صرف سات سو جانباز تھے۔ ان میں ایک سوزرہ پوش اور صرف دو یا تین گھڑ سوار تھے۔

یہ پہاڑ مسجد نبوی سے ساڑھے تین، میل شمال میں شرقاً غرابا پھیلا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی تین میل اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ پندرہ فرلانگ ہوگی۔ شمالی دامن میں عٹوس چٹانیں دیوار کی طرح استادہ ہیں۔ اور بیچ میں کوئی راستہ موجود نہیں۔

حضور مسلم نے میدانِ اُحُد میں پہنچ کر مشرقی حصے میں پڑاؤ جمایا۔ تاکہ اگلی صبح جب جنگ شروع ہو۔ تو سورج اُن کی پشت پر ہو۔ پہاڑ کی ایک چوٹی پر حضورؐ نے پچاس تیر اندازوں کو مقرر کیا۔ (اور اسی نسبت سے یہ چوٹی جبل اُرماء کہلانے لگی) تاکہ دشمن عقب سے نہ آ سکے۔

جب مسلمان مالِ غنیمت پہل پڑے۔ تو کفار نے سنبھالا لے کر ایک زبردست حملہ کیا۔ ایک پتھر حضورؐ کے رُوئے انور پہ بالگا۔ آپؐ ایک گڑھے میں گر گئے۔ اور سامنے کے دانت شہید ہو گئے۔ جب قریش سب کچھ سمیٹ کر واپس چلے گئے۔ تو حضورؐ کو صحابہ نے ایک غار میں لٹا دیا۔ جو اُحُد کے شمال مشرقی حصے میں ذرا بلندی پہ واقع تھی۔ اُحُد کے میدان میں حضرت حمزہؓ اور دیگر شہداء کی قبریں آج بھی موجود ہیں۔ وہ گڑھا بھی، جس میں سرورِ کائناتؐ زخمی ہو کر گرے تھے۔ اور وہ غار بھی جس میں آپؐ نے آرام فرمایا تھا۔

ماخذ :- ۱ : دائرۃ معارف اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی۔ ج۔ ۲۔ ص ۳۱

۲ : قرآن حکیم

۱۳ - اَحْقَاف

اَحْقَاف - یہ حَقْف کی جمع ہے۔

معنی :- ریت کے لمبے اور ٹیڑھے ٹیلے۔

یہ انہی ٹیلوں کا نام تھا۔ جو حضرت عثمان اور صحرائے ربیع الثانی کے مابین واقع تھے۔
قوم عاد انہی ٹیلوں میں رہتی تھی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کا وطن بھی یہی تھا۔
شیخ عبد الوہاب بنجار، قصص الانبیاء میں لکھتے ہیں۔ کہ :-

حضرت کے ایک صاحب ثروت ستید عبد اللہ بن احمد بن
یحییٰ علوی جو میرے ملنے والوں میں سے تھے۔ مساکن عاد کی تلاش
میں نکلے۔ اُن کے ہمراہ ارباب علم کی ایک جماعت بھی تھی.....
انہوں نے ایک مقام پہ کھدائی کی۔ تو وہاں سے سنگ مرمر کے
کچھ برتن برآمد ہوئے۔ جن پر خطِ مساری میں کچھ لکھا ہوا تھا
یہ لوگ قلتِ سرمایہ کی وجہ سے کام کو جاری نہ رکھ سکے اور
واپس آ گئے۔

مآخذ :-

۱: معجم البلدان - حموی - ج - ۱ - اول

۲: لقر - ج - ۱ - ص ۳

۱۴۔ اَحْمَدُ

(نیز دیکھیے مُحَمَّد)

سورۃ الصف کی چھٹی آیت میں حضرت مسیحؑ کی یہ بشارت ملتی ہے :-

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِهِ اسْمُهُ اَحْمَدُ

(میرے بعد ایک ایسا رسول آئے گا۔ جس کا نام

احمد ہو گا)

آن حضرت صلعم کا ایک نام احمد بھی تھا۔ گو موجودہ چار انجیلوں (مرقس - متی - لوقا - یوحنا) میں بظاہر ایسی کوئی بشارت موجود نہیں۔ لیکن ہمارے مفسرین انجیل یوحنا کے فارقلیط (ستودہ - قابلِ تعریف) سے احمد ہی مراد لیتے ہیں۔ آرمی زبانی میں اس کا ترجمہ مَنْمَنَّا ہے۔ جو صوتی لحاظ سے محمد کے قریب ہے۔ انجیل یوحنا کی بعض بشارات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مسیحؑ کا ارشاد ہے :

”لیکن جب وہ مددگار آئے گا۔ جسے میں باپ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجوں گا۔ تو وہ میری گواہی دے گا۔“

(یوحنا : ۱۵/۲۷)

”میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا۔“

(ایضا : ۱۴/۲)

اناجیل میں کسی آنے والے مددگار۔ ابنِ آدم اور روحِ صداقت کے متعلق متعدد بشارات ملتی ہیں۔ جن کی تشریح مسلمان اور مسیحی علماء اپنے اپنے عقائد کے مطابق کرتے ہیں۔ لیکن اس صدی کے آغاز میں ایک اور انجیل برآمد ہوئی ہے۔ جو انجیلِ برنابا کے نام سے مشہور ہے۔

برنابا بھی حواریوں میں سے ایک تھا۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق واضح بشارات موجود ہیں۔ جن میں آپؐ کو احمد کہا گیا ہے۔

یہ لفظ، حمد سے مشتق ہے۔ اور حمید یا حامد کا اسم تفضیل ہے۔
 پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے :-
 ”بہت زیادہ قابلِ تعریف“

اور دوسری صورت میں :-
 ”خدا کی بہت تعریف کرنے والا۔“

یہ یاد رہے کہ :-
 احمد معنور مسلم کا صفتی نہیں۔ بلکہ ذاتی نام ہے۔

مآخذ :-

- ۱ : دائرۂ معارف اسلامیہ
- پنجاب یونیورسٹی - ج ۲ - ص ۴۶
- ۲ : انجیل یوحنا - باب ۱۴ - ۱۷
- ۳ : اعلام - ص ۲۹

۱۵۔ اَخَا عَادٍ

وَ اذْکُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرْنَا
 قَوْمَهُ بِالْاَحْقَافِ -

(احقاف - ۲۱)

(عاد کے بھائی کا ذکر کرد۔ جس نے اپنی قوم کو احقاف
 میں ڈرایا تھا)

مُرَاد :- حضرت ہود علیہ السلام۔
 دیکھیے - ۱۹۲ - ”ہود“

۱۴۔ اُخْتُک

سورہ طہ میں ہے۔ کہ :

جب حضرت موسیٰ کی والدہ نے موسیٰ کو ٹوکے میں ڈال کر سپردِ دریا کر دیا۔ تو اُس کی بہن ٹوکے کے ساتھ ساتھ چل پڑی۔ جب اُسے فرعون کی بیوی یا بیٹی نے کھول کر دیکھا۔ اور اندر ایک پیارا سا بچہ پایا۔ تو وہ اُسے گھر لے گئی۔ اب مصیبت یہ بن گئی۔ کہ بچہ کسی کا رُوہ نہ پیتا۔ اتنے میں موسیٰ کی بہن محل میں پہنچ گئی۔

اِذْ تَمْشِي اُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ اَدَّيْتُكَ
عَلٰی مَنْ يَّكْفُلُهُ فَرَجَعْنَاكَ اِلٰی اُمِّكَ لِكٰنَ
تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ -

(طہ - ۴۰)

(اے موبے ! وہ وقت یاد کرو۔ جب تمہاری بہن چلتے چلتے فرعون کے محل میں پہنچ گئی۔ اور بچے کو (بھوک سے روتا دیکھ کر) کہنے لگی۔ کیا میں تمہیں ایک ایسی عورت کا پتہ دوں۔ جو اس بچے کو سنبھال سکے۔ اس طرح ہم نے تمہیں تمہاری ماں کے پاس لوٹا دیا۔ تاکہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اس کا غم دور ہو جائے۔)

تورات میں ہے کہ اس کا نام مزیم تھا (خروج ۱۵/۲) یہ حضرت موسیٰ سے پندرہ سال بڑی تھی۔ اس کے شوہر کا نام حزق تھا۔ (ڈاب : ص ۴۱۹)

جب قلم کو عبور کرتے وقت فرعون اور اس کا لشکر ڈوب گیا۔ تو :

”ہارون کی بہن مزیم نبیہ نے وفات پا گئی اور سب عورتیں وفات پانے لگیں۔ اُس کے چچے چلیں اور مزیم اُن کے گانے کے جواب میں گانے لگتی تھی۔ کہ خداوند کی حمد و ثنا کرو۔ کہ وہ جلال کے ساتھ

فتح مند ہوئے۔ اور اُس نے گھوڑے کو سوار سمیت سمندر میں ڈال دیا ہے۔“

(خروج : ۱۵ / ۲۰-۲۱)

ایک مرتبہ حضرت مریم کو اللہ نے سزا بھی دی۔ چڑاؤں کہ :-
 ”موسیٰ نے ایک گوسئی (جیشہ کی) عورت سے شادی کر لی۔ اس پر
 مریم اور ہارون موسیٰ کی بدگویی کرنے لگے..... اس پر مریم
 کوڑھ سے برف کی مانند پدید ہو گئی۔“
 (گنتی : ۱۲ / ۱۰-۱۱)

تب حضرت ہارون و موسیٰ دونوں نے گڑگڑا گڑگڑا کر اللہ سے دعا کی۔ اور سات دن کے
 بعد مریم کو شفا ہو گئی۔ (گنتی ۱۲ / ۱۵)
 مریم کی وفات قیامِ تہبہ (۳۷- سال) کے آخری مہینوں میں ہوئی تھی۔ اور وہ قادس میں
 دفن ہوئی۔ (گنتی : ۲۰ / ۲۰)

مآخذ :-

- ۱ : ڈاب - ص ۱۹۳
- ۲ : قرآن حکیم -
- ۳ : بائبل -

۱۷۔ اُخت ہارون (مریم والدہ عیسیٰ)

جب حضرت مریم حضرت عیسیٰ کو اٹھا کر بستی میں واپس آئیں۔ تو لوگوں نے اُسے طعنوں
 سے چھید ڈالا۔ کوئی کیسے تسلیم کرتا کہ ایک دوشیزہ کے بطن سے حضرت عیسیٰ کی ولادت معجزانہ
 ہوئی تھی۔

طعنوں میں سے ایک یہ تھا :-

يَا أُخْتُ هَارُونَ - مَا كَانَ أَبُوكَ امْرَأَ
 سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكَ بَغِيًّا -

(مریم : ۲۸)

(اے ہارون کی بہن ! بد تو تمہارا باپ بُرا تھا۔ اور نہ

تمہاری ماں بدکار تھی)

گو تورات۔ انجیل اور دیگر تواریخ میں مریم کے بہن بھائیوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ تاہم ممکن ہے کہ مریم کے کسی بھائی کا نام ہارون ہو یا اللہ نے تقدس کی وجہ سے مریم کو ہارون کی بہن کہہ دیا ہو۔ لوگ عموماً کسی شاہ زور کو رستم کا بھائی اور سخی کو ماتم کا بھائی یا بیٹا کہہ دیتے ہیں۔ عربوں کے محاورے میں اخ کے معنی فرزند بھی ہیں۔ یا اغاتم اور یا اغا ہاشم کے معنی ہوں گے۔

ادیر اُخت ہارون کا منہوم ہو گا : ہارون کی بیٹی۔

محققین اس بات پر متفق ہیں کہ :-

مریم ہارون علیہ السلام کی پشت سے تھی۔

شاس (مر ۳۲۹) میں اس کا شجرہ نسب یوں دیا ہوا ہے :-

فَخُوذْ

يَشْبَعُ (إِشْبَعُ)

(حضرت زکریا کی زوجہ)

یحییٰ

حَنَّة

(مریم کی والدہ اور

عمران کی زوجہ)

مریم

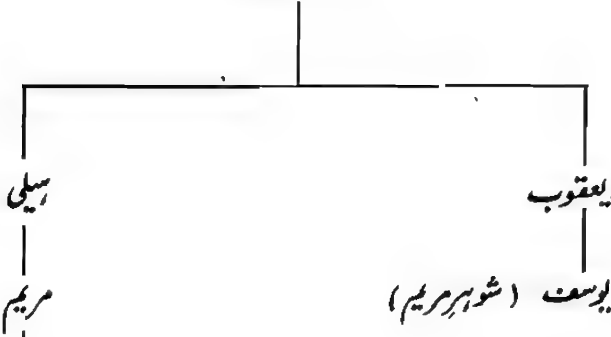
عیسیٰ

”زکریا کی بیوی ہارون کی اولاد سے تھی۔ اور اس کا نام

يَشْبَعُ تھا۔“ (کوفا : ۱/۵)

حیرت ہے۔ کہ شوہر مریم یوسف کے نسب نامہ میں۔ جو انجیل متی کے آغاز میں دیا ہوا ہے۔
 ہارون کا نام موجود نہیں۔ حالانکہ یوسف، مریم کا چچا زاد تھا۔
 بائبل کی ڈکشنری (ص ۴۵۶ - "میری") میں اس کا نسب نامہ یوں دیا ہوا ہے :-

متان



مریم کے والد کا نام انجیل میں ہیلی اور قرآن میں عمران ہے۔ یہ اختلاف بعض دیگر ناموں میں بھی ملتا ہے۔ مثلاً :- بائبل کے تارح، جیکب، جشمود اور جان کو قرآن نے آزر - یعقوب - شعیب اور یحییٰ کہا ہے۔ اور یہی صورت عمران و ہیلی کی ہے۔

نیز دیکھیے : ۱۷۴ - "مزیم"

مآخذ :- ۱ : شاس - ص ۳۲۹

۲ : باڈ - ص ۴۵۶

۳ : متی - ۱/۸

۴ : لوتا - ۱/۸

۵ : قرآن مقدس

۶ : اعلام - ص ۳۲۹

۱۸-، اخوان یوسف (دیکھیے : ۴۸ - "بنو اسرائیل")

۱: انجیل میں درج ہے۔ "جب مریم کی ملگنی یوسف سے ہو گئی۔ تو ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حامل ہو گئی۔ (متی : ۱/۸)"

۱۹- ادریس

وَ اذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِذْ رَیْسُ اِثْنِ

کَانَ صِدِّیقًا نَبِیًّا۔ (مریم : ۵۶)

(کتاب میں ادریس کا ذکر کیجیے۔ وہ ایک راست باز نبی تھا)
بیضادی لکھتا ہے۔ کہ حضرت ادریس حضرت نوح کے آباء میں سے تھے۔
(بحوالہ ڈاس : ۱۹۲)

ڈاب (۱۷۷) میں ہے کہ یہ آدم کی پشت میں سے ساتویں تھے۔ بائبل کے مطابق آپ کا نام حنوک تھا۔ شجرہ یہ ہے :-

حنوک (ادریس) بن یارد۔ بن ہبل ایل بن قینان بن انوس بن شیت بن آدم۔
یہ حضرت نوح کا پڑدادا تھا۔ نوح بن لک بن متو سلخ بن ادریس (یا حنوک)۔

دیکھیے۔ پیدائش ۲۱-۵-۲۹

آپ تحریر (خطاطی)۔ نجوم۔ حساب۔ تاریخ۔ طب اور جامہ دوزی کے مجدد تھے۔

(شاس : ۱۵۵)

آپ کی عمر ۳۴۵ برس تھی۔ اور یونانی آپ کو ہرمرز یا ہرمیس کہتے تھے۔

(ایضاً : ۱۵۹)

صحیفہ ادریس

آپ کو ایک صحیفہ بھی ملا تھا۔ جو حبشہ میں آج بھی موجود ہے۔ اور جس کے ایک ترجمہ (بزبان حبشہ) کے تین خطوط، انگلستان کے ایک محقق مسٹر بروس، ۱۷۷۳ء میں، انگلستان لے گئے تھے۔ یہ ترجمہ چوتھی صدی عیسوی کے اواخر میں کسی یونانی صحیفے سے ہوا تھا۔ لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا کہ یہ یونانی صحیفہ اصل تھا۔ یا کسی عبرانی کتاب کا ترجمہ۔

(ڈاب : ۱۷۷-۱۷۸)

صحیحین میں ہے کہ : جب حضور معراج پہ گئے۔ تو آسمان چہارم پر حضرت ادریس سے بھی ملے تھے۔ (بحوالہ لقر۔ ج۔ ۱- ص ۵۳)

قِطْطی کی تَرْضِیح

حضرت ادریس کا یونانی نام ارمیس، ہرمیس یا طرمیس (عطارد) تھا۔ اور عبرانی خنوخ یا اخنوخ۔ آپ کے استاد کا نام اغثا ذیمون تھا۔ یہ بھی نبی تھے۔ اور بن دوم کے نام سے مشہور۔ اور حضرت ادریس اور بن سوم کہلائے تھے۔

اور بن کے معنی ہیں : نیک بخت

علماء کے ایک گروہ کا خیال یہ ہے۔ کہ ادریس بابل میں پیدا ہوئے تھے۔ اور وہیں بڑے ہوئے۔ آپ کو اپنے ایک جَدِّ امجد شعیف بن آدم کا علم دیا گیا تھا۔

علامہ شہرستانی (۱۱۷۳ء) فرماتے ہیں۔ کہ شیث بن اغثا ذیمون تھا۔ جب حضرت ادریس عمر نبوت کو پہنچے۔ تو اللہ نے آپ کو آدم دہلیث کی شریعت الہاماً عطا کی۔ لیکن قوم نہ مانی اور آپ بابلؑ کو چھوڑ کر مصر میں زیل کے کنارے جا آباد ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے کچھ پیرو بھی تھے۔ آپ کی وجہ سے وہ مقام یا وادی بابلین کے نام سے معروف ہو گئی۔ آپ کے پیروں نے جگہ جگہ بستیاں آباد کر لیں۔ جن کی تعداد ۱۸۸ تھی۔

آپ نہ صرف حکمت کے موجد تھے۔ بلکہ یہ چیز آپ کو وحیاً سکھائی گئی تھی۔ جب آپ کے پیرو دور و دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ تو آپ نے نظم و نسق کی خاطر ان پر چند بادشاہ مقرر کیے۔ ان میں سے چار کے نام یہ ہیں :-

۱ : ایلادوس

۲ : زودس

۳ : اسٹلبیوس - اور

۴ : قِطْطی = جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف بن ابراہیم بن عبدالواحد الشیبانی القِطْطی (۵۴۸ھ — ۶۴۶ھ) صعید مصر کے ایک شہر قِطْط میں پیدا ہوا تھا۔ مؤرخ — فلسفی اور سیاست دان۔ یا قوت حموی نے معجم الأوباء (ج : ۵ ص ۴۸) میں اس کی چودہ تصانیف کے نام دیے ہیں۔ ان میں سے مشہور ترین تاریخ الحکماء ہے۔ جس کا اردو ترجمہ حکمئے عالم کے عنوان سے میں نے کیا تھا۔ سنیز تاریخ الیمین، تاریخ السلجوقیہ وغیرہ۔

۵ : سریانی زبان میں نہر کو بابل کہتے ہیں۔ چونکہ بابل دونہروں یعنی دجلہ و فرات میں گھرا ہوا تھا۔ اس لیے بابل کے نام سے مشہور ہو گیا۔

م : زوس امون یا ایلاؤس امون یا بسیلوٹن
(حکمائے عالم : ص ۱۸)

ادریس کا حلیہ

اُونچا قد۔ حسین چہرہ۔ کشادہ جبیں۔ گھنی ڈاڑھی۔ فراخ کندھے۔ چوڑا سینہ۔ سیاہ اور روشن آنکھیں۔ رفتار و گفتار میں متانت۔ ہر وقت سوچ میں محو۔ اور دورانِ کلام انگشتِ شہادت کو ہلاتے رہتے تھے۔ آپ کی خاتم پر یہ الفاظ کندہ تھے :-

”کامرانی ایمان و صبر کا نتیجہ ہے۔“

آپ کے کمر بند پر مرقوم تھا :-

”مذہبی زندگی کی تکمیل جوں مروی کی انتہا ہے۔“

ایک اور کمر بند پر لکھا تھا :-

”اللہ کے ہاں سب سے بڑی سفارش نیک اعمال ہیں۔“

اقوالِ ادریس

۱ : اللہ کا شکر یہ ادا کرنا سہل ہے۔ اور لوگوں کا مشکل۔

۲ : جھوٹے کو قسم نہ دو۔ ورنہ اس کے گناہ میں برابر کے شریک سمجھے جاؤ گے۔

۳ : علم و حکمت سے دل زندہ ہوتے ہیں۔

۴ : قناعت کو چھوڑنے والا کبھی دولت مند نہیں بن سکتا۔

ادریس طوفانِ نوح سے پہلے گزرے تھے۔ ابو معشر مثنیٰ (۲۰۰ھ کے قریب زندہ) لکھتا ہے کہ

طوفانِ نوح کی خبر ادریس ہی نے دی تھی۔ اور عبادت گاہیں بھی آپ ہی نے بنوائی تھیں۔ آپ نے

ایسے نقاشی خانے تعمیر کرائے تھے۔ جن میں تمام صنعتوں کی تشریح تصاویر سے کی گئی تھی تاکہ طوفان

سے مٹ نہ جائیں۔ آپ کی عمر بیاسی سال تھی۔

مآخذ :-

۱ : حکمائے عالم : ص ۱۸-۲۵

۲ : لقر : ج ۱- ص ۵۳

۳ : ڈاس : ص ۱۹۲

۴ : ٹاس : ص ۱۵۸

۵ : قرآن حکیم : ۴ : بائبل

۲۰۔ اَذْنٰی الْاَرْض

سورہ روم کی ابتدائی آیات میں قیصر و کسریٰ کی ایک جنگ کا ذکر ہے۔ جو کئی سال تک جاری رہی۔ اور ۴۱۵ء یا ۴۱۶ء میں روم کی شکست پر ختم ہوئی۔ یہ جنگ ”اذنی الارض“ میں ہوئی تھی۔

اَذْنٰی کے معنی ہیں : ”قریب ترین“
اور ارض کے معنی ہیں : ”زمین“
صاحب کمالین اس کی تشریح یوں کرتے ہیں :

المراد بالارض ارض الروم وقربه
بالنسبة الى عدوهم فارس والمراد
به جزيرة ابن عمر..... وقيل
المراد قربه بالنسبة الى ارض
العرب بين اذرعَات وبَصْرَى.

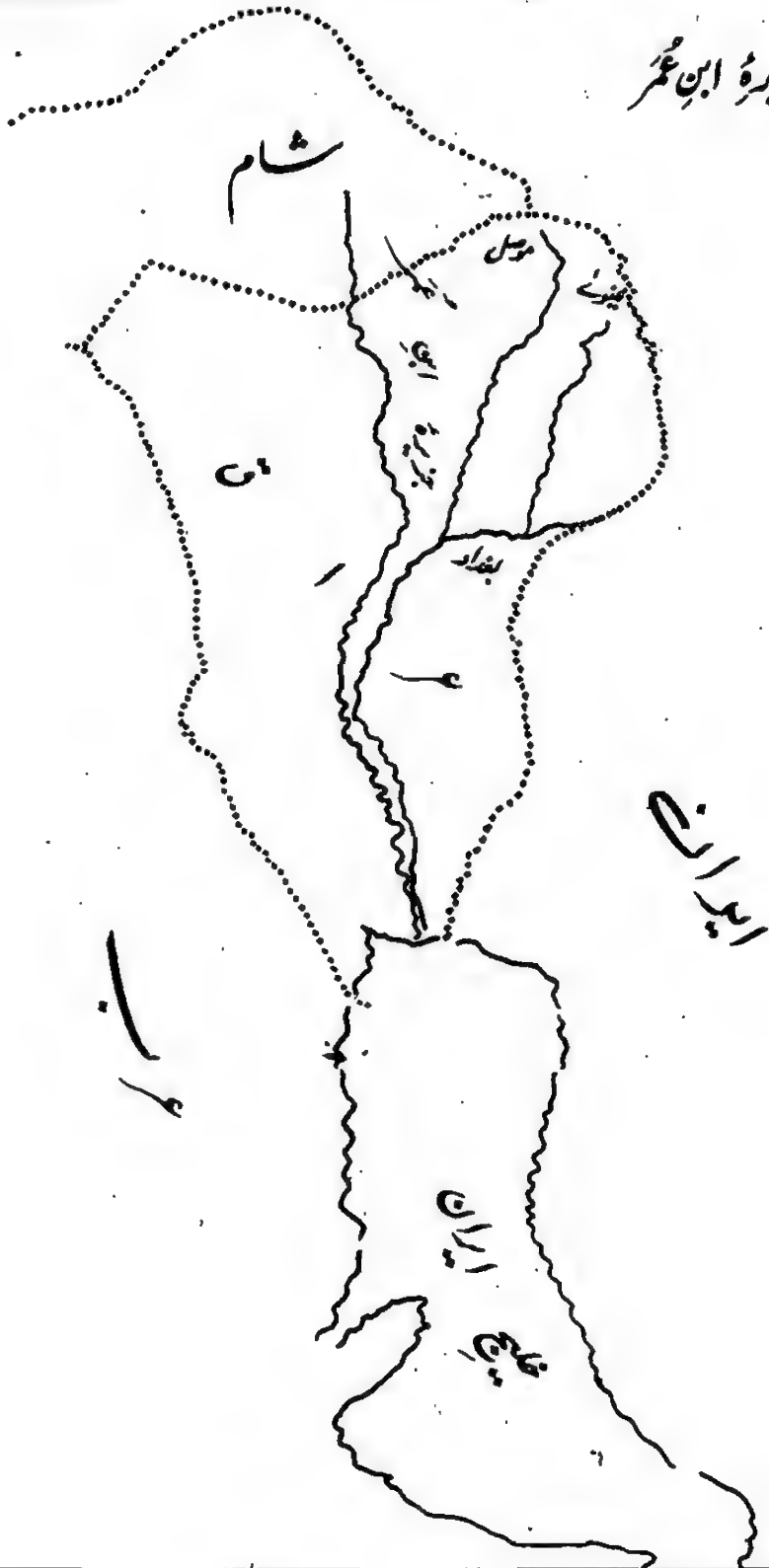
(عاشیہ جلالی ص ۳۳۹)

(ارض سے مراد ارض روم ہے۔ اور ”اذنی“ سے مراد وہ علاقہ ہے۔ جو ایران کے قریب تھا۔ یعنی جزیرہ ابن عمر۔ ایک اور رائے یہ ہے۔ کہ اس سے مراد وہ علاقہ ہے۔ جو عرب کے قریب تھا۔ مثلاً :- اذرعَات (شام کا ایک شہر) اور بَصْرَى (شام) کا درمیانی خطہ)

جزیرہ ابن عمر موصل کے جنوب میں وادی فرات کے درمیانی دو آبے کا نام ہے۔
(دیکھیے نقشہ)

چونکہ ایرانی آتش پرست تھے۔ اس لیے کفار مکہ کو ان کی فتح پر خوشی ہوئی۔ اور مسلمانوں کو رنج پہنچا۔ ان کی بھدردیاں رومیوں کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ ان کے اہلکاروں کے لیے

جزیره ابن عمر



یہ بشارت نازل ہوئی :-

غَلِبَتِ الرُّومُ فِي آذَنِي الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ
عَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ - فِي بَضْعِ سَنِينَ -

(رُوم : ۱-۳)

(عرب کے قریب رُوم کو شکست ہوئی۔ اور یہ رومی چند سالوں میں ایران کو شکست دیں گے)۔

اس آیت کے بعد حضرت ابوبکرؓ گلی گلی گھوم کر یہ اعلان کرتے رہے کہ ایران کو جلد شکست ہوگی۔ اس پر اُبئی بن خلف حضرت صدیقؓ سے کہنے لگا کہ یہ بشارت کبھی صحیح نہیں ہوگی۔ چنانچہ دونوں میں یہ طے پایا کہ جو بار جائے وہ دوسرے کو دس اونٹیاں دے۔

حضرت مسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ بضع سے مراد تین سے نو تک ہے۔ چنانچہ ساتویں یا نویں سال ۶۲۲ء میں ایرانیوں کو سخت شکست ہوئی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے اُبئی (اُس وقت مرچکا تھا) کے وارثوں سے اونٹیاں لے کر صدقہ کر دیں۔ (کمالیہ : ۳۳۹)

مأخذ :- ۱ : جلالین - ۳۳۹

۲ : کمالین - ۳۳۹

۳ : معجم - "بصرے و اذرع"

۴ : قرآن مقدس -

۲۱- اِرْم ذاتِ العِمَاد (عادِ اُولیٰ)

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادِ اِرْمَ

ذَاتِ الْعِمَادِ - (فجر : ۴-۷)

(کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے اُدھی عمارتوں (ستونوں) والے

عادِ اِرْم سے کیا سلوک کیا تھا)

یہاں دو لفظ تشریح طلب ہیں :-

۱ : عاد - اور ۲ : اِرْم -

اِرْم : سام کا بیٹا اور حضرت نوح کا پوتا تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے :-

۱ : یہ شرطِ حرمتِ قمار سے پہلے کی ہے۔

۱: عوض ۲: محول
 ۳: جیش ۴: مفسس
 (پیدائش : ۲۳-۱۰)

عاد و ثمود :

عوض کے بیٹے کا نام عاد تھا۔ اور جیش کے بیٹے کا نام ثمود۔ چونکہ عاد و ثمود دونوں ازم کے پوتے تھے۔ اس لیے دونوں کو ازم کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ اسی خلدون (ج-۲، ص ۱۰) نے اپنی تاریخ میں ثمود کو بھی ثمود ازم لکھا ہے۔

عاد کا زمانہ :

قوم عاد کے زمانے کی تعیین بہت دشوار ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اس کا ظہور تقریباً ۲۵۰۰ سال قبل ہوا تھا۔ حضرت نوح کی وفات اندازاً ۳۵۰۰ قبل میں ہوئی تھی۔ چونکہ ایک فرد کو قوم بننے کے لیے کم از کم ایک ہزار سال لگتا ہے۔ اس لیے اگر عاد کی ولادت وفات نوح سے کچھ پہلے یا کچھ بعد ہوئی ہو۔ تو اس کا قریباً ۲۵۰۰ قبل میں قریب ہوا ہوگا۔

مساکن علو :

آغاز میں یہ لوگ مین میں آباد تھے۔ پھر خلیج فارس کے کنارے کنارے عراق کی طرف بڑھے۔ پھر شام و مصر کی طرف نکل گئے۔ بابل کا ایک کلدانی مؤرخ بروکشس (تحوالہ ارض القرآن : ج-۱ ص ۱۳۵) جس نے قدیم بابل کی تاریخ لکھی تھی۔ شابلان بابل کی فہرست میں نوحرب بادشاہوں کا ذکر کرتا ہے۔ تفصیل یہ ہے :-

شمار	بابل کے بادشاہ	تعداد	عرصہ حکومت
۱	طوفان نوح سے پہلے کے بادشاہ	۱۰	نامعلوم
۲	طوفان کے بعد	۸۴	"
۳	میڈیا کے غاصب	۸	۲۲۴ سال
۴	بادشاہ (۹)	۱۱	" ۲۴۸
۵	کلدانی بادشاہ	۴۹	" ۴۵۸
۶	عرب (غالباً عاد)	۹	" ۲۲۵

آر۔ ڈیو۔ رابرٹس نے بیسویں صدی کے آغاز میں اشور و بابل کی تاریخ لکھی تھی۔ اس میں اُس نے سموت آبی سے لے کر سموت نامک گیارہ بادشاہوں کا ذکر کیا ہے۔ جنہیں وہ سامی النسل (شاید عاد) قرار دیتا ہے۔ (ارض القرآن : ج-۱ ص ۱۲۱)۔ ان میں مشہور اور اہم ترین حمورابی تھا۔

یہ حضرت ابراہیمؑ کا ہم عصر تھا۔ تورات کا امورا فیل دراصل حمورابی ہی تھا۔ یہ بہت بڑا مقنن تھا۔ اس کے قوانین بابل کے ایک مینار پہ کدہ تھے۔۔۔ یہ اتنے عمدہ تھے۔ کہ بعض محققین، تورات کے دس احکام کو انہی کا عکس یا چر بہ سمجھنے لگے۔

راجرس کے مطابق شامان : بن کی ایک فہرست یہ ہے :-

شمار	بادشاہ	دور حکومت	از	تا
۱	سمو آبی	۱۵ سال	۲۲۵۴	۲۲۴۰ ق م
۲	سمو لیگو	۳۵	۲۲۴۰	۲۲۰۵
۳	ذالو	۱۴	۲۲۰۵	۲۳۹۱
۴	آرفلس	۱۸	۲۳۹۱	۲۳۷۳
۵	سین مبلیط	۳۰	۲۳۷۳	۲۳۴۳
۶	حمورابی	۵۵	۲۳۴۳	۲۲۸۸
۷	سمو الونا	۵۳	۲۲۸۸	۲۲۳۵
۸	ابی - شوب	۸	۲۲۳۵	۲۲۲۷
۹	عمی - ستانا	۲۴	۲۲۲۷	۲۲۰۳
۱۰	عمی - صادق	۲۱	۲۲۰۳	۲۱۸۲
۱۱	سمو - ستانا	۳۱	۲۱۸۲	۲۱۵۱

(ارض القرآن : ج - ۱ ص ۱۴۳)

جب حضرت موسیٰؑ اسرائیل کے ساتھ طور کے قریب ایک مقام رفیدیم میں پہنچے۔ تو علاقہ نے اُن پر حملہ کر دیا۔ سین شست کھائی۔ بعد میں انہوں نے کنعانیوں کے ساتھ مل کر دوبارہ حملہ کیا۔ (گنتی : ۱۴/۴۵) اور فتح حاصل کی۔ یہ ایک دفعہ حضرت داؤدؑ (۱۷-۱ یا ۹۴۰ ق م) سے بھی الجھ پڑے تھے اور ایسے پٹے کہ پھر نہ اٹھ سکے۔ (سینوئیل : ۲۶/۳۰)

یہ قبائل (علاقہ) علیق بن کوز بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ کوز ارم کا بھائی اور عاد کے باپ نوحس کا چچا تھا۔ دونوں سام کی پشت سے تھے۔ یہ خلیج فارس کے ساحل سے اٹھ کر صحرائے سینا میں گئے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ پہلے ماد ہی کہلاتے ہوں۔ اور صحرائے سینا میں پہنچ کر ان کا نام بدل گیا ہو۔

ابن خلدون لکھتا ہے۔ (بحوالہ ارض القرآن : ج - ۱ ص ۱۴۷) کہ کسی وقت مصر کے ایک فرعون نے علاقہ سے فوجی امداد مانگی تھی۔ وہ آئے اور مصر پہ قابض ہو گئے۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں :-

فَمِنْهُمْ الْعَمَالِقُ أُمَّةٌ تَفَرَّقُوا
فِي الْبُلْدَانِ وَمِنْهُمْ فِرَاعْنَةُ مِصْرَ -

(کتاب المعارف : منہ)

(ان قبائل میں عمالیق بھی تھے۔ یہ لوگ مختلف ممالک میں پھیل

گئے تھے۔ اور مصر کے فراعین بھی انہی میں سے تھے)

ابن خلدون عاود عمالقتہ کا اس طرح ذکر کرتا ہے۔ گویا دونوں کا باہم اتحاد تھا۔ اور دونوں مل کر
بابل اور مصر پر حملہ آور ہوئے تھے۔

إِنَّ قَوْمَ عَادٍ وَالْعَمَالِقَةَ مَلَكَوا الْعِرَاقَ -

(بحوالہ ارض القرآن : ج-۱ ص ۱۳۳)

(عاد اور عمالقتہ عراق کے مالک ہو گئے تھے)

ہانی ٹو اسکندریہ کا ایک مورخ ہے۔ جس نے سنہ ۲۶۰ ق م میں مصر کی ایک تاریخ لکھی تھی۔ اس
میں وہ لکھتا ہے کہ مصر کے بادشاہ طیمائوس کے زمانے میں مشرق کی طرف سے چند شہریر لوگ مصر میں
گھس آئے اور انھوں نے ہمارے ملک پہ قبضہ کر لیا۔ ان کے چند بادشاہوں کے نام یہ ہیں :-

۱ : سلاطینس - عرصہ حکومت ۳۰ سال

۲ : ریون - " " " " ۴۴

۳ : ابوفیس - " " " " ۳۶

۴ : اسیس نے ۴۹ سال حکومت کی۔

یہ عرب تھے۔ جو ۱۱۵ برس تک مصر پر قابض رہے۔ (ارض : ج-۱ ص ۱۴۹)

بعض روایات عرب میں پہلے فاتح مصر کا نام شداد تھا ہے۔ جو میں سے مصر میں گیا تھا۔

سلاطینس اور شداد ہم معنی الفاظ ہیں۔ اس لیے ممکن ہے کہ سلاطینس ہی شداد ہو۔

مورخ یعقوبی لکھتا ہے :

ثُمَّ مَلِكٌ بَعْدَهُ مَلِكٌ آخِرٌ مِنَ الْعَمَالِقَةِ

يُقَالُ لَهُ الرِّيَّانُ بْنُ الْوَلِيدِ وَهُوَ فِرْعَوْنُ

يُوسُفُ..... ثُمَّ مَلِكٌ فِرْعَوْنُ مُوسَى -

(ایضاً - ص ۱۵۳)

(اُس کے بعد عمالقتہ کا ایک اور بادشاہ تخت نشین ہوا۔ جس کا نام

ریان بن ولید تھا اور یہ تھا یوسف کا فرعون اور پھر

فرعون موسیٰ کا زمانہ آیا۔)

جارج رالینسن، جو آکسفورڈ میں تاریخ کا پروفیسر تھا اور مصر کی تاریخ کا مصنف۔
 لکھتا ہے :-

”مصر پانچ سلطنتوں میں بٹ کر کزدر ہو گیا تھا۔ اس لیے ایک طاقتور
 دشمن ۲۰۸۰ ق م میں شمال مشرق کی طرف سے آیا اور مصر پر چھا گیا۔۔۔۔۔۔ یہ
 حملہ آور چرواہے تھے۔ جو شام یا عرب کے صحراؤں سے تھے۔“

(ایضاً - ص ۱۵۶)

مصر کے ایک فاضل علامہ رفاعة بیگ جہادی نے آج سے سو سال پہلے مصر کی ایک تاریخ انوار
 توفیق الجلیل کے نام سے لکھی تھی۔ جو ۱۲۸۵ھ میں شائع ہوئی۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ عاملتہ،
 عرب سامیہ اور مصر کے چرواہے بادشاہ ایک ہی تھے۔ (ایضاً - ص ۱۵۷)

عاد اور قرآن :

عاد ایک عظیم قوم تھی۔ جو یمن سے ہابل اور ہابل سے مصر تک چھا گئی تھی۔ کتنے ہی فرعون تھے
 جو عاد ارم سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ ان میں سے بعض اہرام کے بانی بھی ہوں۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادِ إِرْمَ
 ذَاتِ الْعِمَادِ - (فجر : ۶-۷)

(کیا تم نے دیکھا نہیں۔ کہ تمہارے رب نے اونچی عمارات والے
 عاد ارم سے کیا سلوک کیا تھا)
 اونچی عمارات سے غالباً اہرام مراد ہیں۔
 یا قوت معجم میں لکھتا ہے کہ :

عاد کے ایک بادشاہ ثداد نے صنعاء اور حضرموت کے درمیان ایک شہر
 بنوایا تھا۔ جس کی عظیم عمارات میں سنگ مرمر کے بے شمار ستون، چشتے اور
 باغ تھے۔ اس کا نام ارم تھا۔ جب یہ شہر تیار ہو چکا۔ تو ثداد اپنے تمام
 امراء و وزراء کے ساتھ اُسے دیکھنے کے لیے گیا۔ ناگہاں گھٹا چھا گئی۔ اور
 بادل اس زور سے کڑکا۔ کہ سب ہلاک ہو گئے۔“

(معجم : ج ۱ - ارم)

سید سلیمان اس روایت کو فرضی قرار دیتے ہیں۔ (ارمن : ج ۱ - ص ۱۴۵)
 مسکن عاد کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :-

وَإِذْ كُنَّا خَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ

بِأَلَّا خَقَافَ - (احقاف : ۲۱)

(عاد کے بھائی (ہمود) کا ذکر چھیڑو۔ جس نے قوم کو
ریگستان میں ڈرایا تھا)

اس ریگستان سے عموماً وہ صحرا مراد لیا جاتا ہے۔ جو عمان - نجد - حضرموت اور بحران کے
درمیان واقع ہے۔

آیہ ذیل سے پتہ چلتا ہے کہ عاد کا زمانہ قوم نوح کے بعد تھا :-

وَإِذْ كُنَّا إِذَا جَعَلْنَاكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ
قَوْمِ نُوحٍ - (اعراف : ۶۹)

(یاد کرو۔ کہ اللہ نے قوم نوح کی تباهی کے بعد تمہیں
ان کا جانشین بنا دیا تھا)

عادِ اولیٰ :

ہمارے مورخین نے عاد کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ عادِ اولیٰ - جس کا زمانہ اندازاً
۲۵۰۰ سے ۱۵۰۰ اتم تک تھا۔ اس کے بعد ثمود کا دور آیا۔ جو حضرت مسیح سے چھ سو یا سات سو
سال پہلے ختم ہوا تھا۔ (شاس : ص ۵۹۲)

ثمود کو عادِ ثانیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ اندازے یقینی نہیں۔ بلکہ محض قیاسی ہیں۔ جو ضعیف سے
تاریخی شواہد کی بناء پر قائم کیے گئے ہیں۔ عاد کی یہ تقسیم (اولیٰ و ثانیہ) قرآن میں بھی ملتی ہے۔
وَأَنفَ أَهْلَكَ عَادٌ الْأُولَىٰ وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ -

(نجم : ۵۱)

(اللہ نے عادِ اولیٰ کو تباہ کیا۔ اور ثمود کو بھی باقی نہ چھوڑا)

کچھ اور تفصیل ۷۹۔ "ثمود" کے تحت دیکھیے۔

مآخذ :- ۱ : ارض القرآن - ج ۱، ص ۱۲۹-۱۴۸

۲ : کتاب الہدیٰ - ص ۳۱۲-۳۲۵

۳ : ابن خلدون - ج ۲، ص ۷

۴ : ابن قتیبہ - کتاب المعارف - ص ۱۰

۵ : رفاعہ بیگ ملہادی :- انوار توفیق الجلیل

۶ : معجم - ج ۱ - "ارم"

۷ : شاس - ص ۵۹۲

۸ : قرآن مقدس

۲۲- ازواجِ النبی (نساء النبی)

حضورِ معلمِ ایک تاریخی شخصیت تھے۔ آپ کے ہر قول و عمل کو ہزاروں راویوں نے نقل کیا ہے۔ لیکن آپ کی ازواجِ مُتہرات کے متعلق روایات میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ کوئی ان کی تعداد گیارہ، کوئی تیرہ، کوئی پندرہ اور کوئی زیادہ بتاتا ہے۔ آپ کی بارہ ازواج ایسی ہیں، جن کا ذکر اکثر سیرت نگاروں نے کیا ہے۔ اُن کے کوائف درج ذیل ہیں :-

شمار	نام	بیوہ یا باکرہ یا مطلقہ	پہلا شوہر	پہلے شوہر سے اولاد	حضور سے کب نکاح ہوا	اولاد رسول	وفات
۱	خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی -	بیوہ	۱- ابو لہ ۲- عقیق بن عابد الخزومی	بند اور مالہ بند	۵۹۵ھ اُس وقت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال تھی اور حضور کی ۲۵ سال	فاطمہ - زینب رقیہ اتم کلثوم تھامہ - طیب طاہرہ اور عبد اللہ	ارضیات ۶۲۰ھ
۲	سُوہ بنت زعمہ بن قیس بن عبد قیس	بیوہ	سکران بن عمرو	عبد الرحمن	۶۰ھ نبوی	-	۵۴ھ
۳	عائشہ بنت ابی بکر الصدیق	باکرہ	-	-	۶۱ھ نبوی اور وفات ۶۲ھ میں	-	۵۷ھ
۴	حفصہ بنت عمر بن خطاب	بیوہ	قیس بن خذاذ السہمی	-	۶۲ھ	-	۴۵ھ

شمار	نام	بیوہ یا باکرہ یا مطلقہ	پہلا شوہر	پہلے شوہر سے اولاد	حضور سے کب نکاح ہوا	اولاد رسول	وفات
۵	زینب بنت خوئیمر بن حوث بن عبد اللہ	بیوہ	پہلے یہ طفیل بن حوث کے نکاح میں تھی۔ اُس نے طلاق دے دی تو اُس کے بھائی عبیدہ بن حوث سے نکاح کر لیا۔ یہ بد میں شہید ہو گیا۔	-	۳ھ	-	۴ھ
۶	اُمّ سلمہ - ہند بنت ابی امیہ شہیل بن مغیرہ	بیوہ	ابو سلمہ بن عبد الاسد	زینب سلمہ - عمر اور درہ	۴ھ	-	۵۹ھ یا ۶۲ھ
۷	زینب بنت جحش بن زیاب بن یحییٰ - حضور کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی۔	مطلقہ اسے حضور کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ نے طلاق دی تھی	زید بن حارثہ	علی و امامہ	۵ھ	-	۲۰ھ

شمار	نام	بیوہ یا بکرہ یا مطلقہ	پہلا شوہر سے اولاد	پہلے شوہر کے نکاح ہوا حضور سے	حضور سے اولاد	وفات
۸	جُوَیریہ بنت حارث بن أَبی مُرارہ	غزوہ بنو المصطلق میں قید ہو کر آئی تھیں	مسافع بن صفوان یا صفوان بن ملک	-	۴ھ	۵۶ھ
۹	رُیحانہ بنت زید بن عمرو بن خنّافہ	اسیر جنگ	عکرم - بنو قریظہ کا ایک یہودی	-	۴ھ	۱۰ھ
۱۰	اُمّ حَنِیْئَہ - رُملہ بنت أَبی سُفْیَان بن حرب	مطلقہ	عبد اللہ بن جَحْش - یہ حبشہ کی ہجرت میں عیسائی ہو گیا تھا۔ لیکن یوی مسلّمہ ہی رہی۔	حَنِیْئَہ	۴ھ	۲۵ھ
۱۱	صَفِیّۃ بنت حِجْثِی بن أَخْطَب	غزوہ خیبر میں قیدی	کنانہ بن ربیع یہ غزوہ خیبر میں قتل ہو گیا تھا۔	-	۴ھ	۳۶ھ

شمار	نام	بیوہ یا بکرہ یا مطلقہ	پہلا شوہر سے اولاد	پہلے شوہر کے نکاح ہوا حضور سے	حضور سے اولاد	وفات
۱۲	میمونہ بنت حارث بن بکیر	بیوہ	ابو رثیم بن عبد العزیٰ	-	۳۸ھ	۳۶ھ یا ۳۸ھ

میرت نگاروں نے ازواج کی دو اور اقسام کا بھی ذکر کیا ہے :-
 اول : وہ جن سے حضور کا نکاح تو ہوا تھا۔ لیکن وہ حرم نبوی میں آباد نہ ہو سکیں۔ ان میں
 سے بعض کی تو رخصتی ہی نہ ہوئی۔ بعض دیگر حرم نبوی میں تو رہیں۔ لیکن کسی جسمانی عیب کی وجہ سے
 حضور صلعم نے انہیں واپس کر دیا۔ ایک آدھ ایسی بھی تھی۔ جو حضور صلعم کے گھر میں پہنچ کر واپس
 جانے کے لیے مضطرب ہو گئی اور آپ نے اُسے اجازت دے دی۔
 اس سلسلے میں میرت نگاروں نے بارہ عورتوں کا نام لیا ہے۔ یعنی :-

- ۱ : فاطمہ بنت ضحاک الکلابیہ -
- ۲ : أسماء بنت الثمان الجوزیہ -
- ۳ : ثقیلہ بنت قیس -
- ۴ : لیلة بنت الخطیم -
- ۵ : سبابة بنت صفیان -
- ۶ : اُمیہ بنت شراحیل -
- ۷ : مملیکہ بنت کعب اللیثی -
- ۸ : اُم شریک الازدیہ -
- ۹ : شراف بنت الخلیفہ -
- ۱۰ : خولہ بنت ہذیل -
- ۱۱ : عمرہ بنت معاویہ الکندی -
- ۱۲ : غفاریہ -

دوم : وہ خواتین جنہیں یا تو حضور نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔ یا انہوں نے حضور کی
 زوجیت میں آنے کی خواہش کی تھی۔ لیکن نکاح نہ ہو سکا۔ مثلاً :-
 * اُم ہانی بنت ابی طالب -
 * صباحہ بنت عامر -

❖ صفیۃ بنت بشامہ -

❖ جمرہ بنت الحارث -

❖ اور سودۃ القرشیہ -

اس سلسلے کی بیشتر روایات غیر یقینی اور اختلافی ہیں۔

مآخذ : تناع - ص ۹-۱۳

۲۳۔ اسحاقؑ

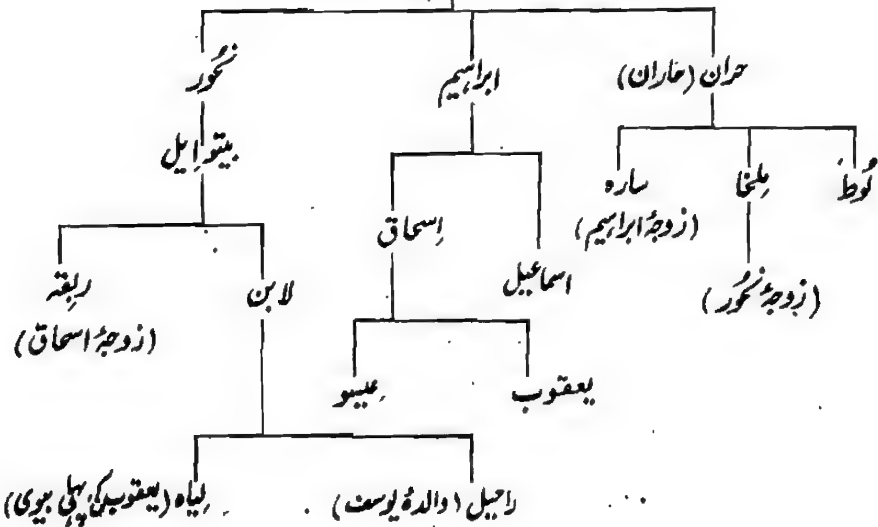
جب حضرت ماجرہ کے ہاں اسماعیل کی ولادت ہوئی تو حضرت سارہ طویل سی رہنے لگی۔ اُس کی عمر نوے کے قریب ہو چکی تھی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی نواسے۔ کہ ایک دن تین فرشتے انسانی صورت میں اُن کے ہاں آئے اور دو باتیں کہہ کر چلے گئے :-

اول : کہ سارہ کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا۔

دوم : کہ قوم لوط تباہ ہو جائے گی۔

دونوں پیشگوئیاں حوت بہ حوت پوری ہوئیں۔ پہلی ۹-۱۰ ماہ بعد۔ اور دوسری دو چار دن کے اندر۔ حضرت اسحاقؑ کی ولادت ۲۲۳۵ ق م میں ہوئی تھی۔ یہ خبروں میں کاشت کاری کیا کرتے تھے۔ جب ۳۷ سال کے ہوئے تو حضرت سارہ کا انتقال ہو گیا۔ اُس وقت سارہ کی عمر ۱۲۷ برس تھی۔ تین برس بعد حضرت اسحاقؑ کی رقبہ سے شادی ہو گئی۔ یہ بیتو ایل ارامی کی بیٹی اور لابن کی بہن تھی۔ (پیدائش : ۲۵۴۰) اس کا شجرہ یہ ہے :-

آزر



شادی کے بیسویں سال آپ کے ہاں دو توأم بچے پیدا ہوئے۔ یعقوب اور عیسو۔ لفظ یعقوب کے معنی ہیں : اڑی کو پکڑنے والا۔

بائبل میں ہے کہ جب یعقوب پیدا ہوا۔ تو اس کا ایک ہاتھ اپنے بھائی عیسو کی اڑی پر تھا۔

(پیدائش : ۲۵-۲۶)

جب یہ عمر کے پچتر ویں برس کو پہنچے۔ تو حضرت ابراہیم کا انتقال ہو گیا۔ اور دونوں بھائیوں (اسحاق و اسماعیل) نے انھیں ملکِ کنعان کے غار (خبرون) میں دفن کر دیا۔

جلد ہی ملک میں قحط پڑ گیا اور حضرت اسحاق جرار (غازہ کے جنوب میں ایک ساحلی قصبہ) کو چل دیے۔ وہاں کے بادشاہ ابی ملک نے انھیں مال و دولت سے نوازا۔ وہاں سے نکل کر یہ پشیر شیبہ میں جا پھڑے۔ ۸۰ برس کی عمر میں (۲۰۷۵ ق م) ان کی وفات ہو گئی اور یعقوب و عیسو نے انھیں اپنے دادا حضرت ابراہیم کے پہلو میں دفن کر دیا۔ (ڈاب : ۲۵۹)

ذبیح کون تھا؟

ہم ابراہیم و اسماعیل کے ضمن میں یہ کہہ چکے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے از روئے تواریک اسحاق کی قربانی دی تھی۔ اور بیشتر اسلامی روایات کے مطابق اسماعیل کی۔

زمخشری۔ بیضاوی۔ طبری۔ ابن اثیر اور کسائی کی رائے (شاس : ۱۷۵) یہ ہے۔ کہ ذبیح اسماعیل تھا۔

اور کمالین (۳۷۵) میں ہے کہ ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ اور حسنؓ، اسحاق کو ذبیح سمجھتے تھے۔ رہا قرآن۔ تو اس میں ذبیح کی تعیین نہیں کی گئی۔

مرث اتنا ہی کہا گیا ہے۔ کہ :-

فَبَشِّرْ نَاهُ بِخَلَاءِ مِ حَلِيمٍ - فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ

قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَنَا فِي الْمَنَامِ آتَىٰ أَذً بِحُكِّ

فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ - (منافات : ۱۰۱-۱۰۲)

(ہم نے ابراہیم کو ایک صابر و حلیم بچے کی بشارت دی تھی۔ جب وہ بچہ

باپ کے ساتھ چلنے لگا۔ تو باپ نے کہا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ

مجھے ذبیح کہہ رہا ہوں۔ تیری رائے کیا ہے؟)

سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو کس بچے کی بشارت دی گئی تھی۔ قرآن واضح طور پر حضرت

اسحاق کا نام لیتا ہے۔

فَبَشِّرْ نَاهُ بِاسْحَاقَ - (ہود : ۷۱)

(ہم نے زود بچہ ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی)

اور یہ بشارت دینے والے وہ فرشتے تھے۔ جو پہلے ابراہیم علیہ السلام کے ہاں گئے تھے اور

بعد میں حضرت لوطؑ کے پاس۔

تورات میں حضرت اسماعیل کے متعلق بھی ایک مجزوی سی بشارت ملتی ہے۔ کہ جب حضرت ہاجرہ حاطہ ہو گئی۔ اور حضرت سارہ نے اُسے گھر سے نکال دیا۔ تو وہ بیاباں میں بھٹکنے لگی۔ اُس وقت ایک فرشتے نے اُسے کہا۔ کہ تو حاطہ ہے۔ تیرے بیٹا ہوگا۔ اُس کا نام اسماعیل رکھنا۔

(پیدائش : ۱۱-۱۲)

لیکن دونوں بشارتوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت معجزانہ تھی۔ اور اُس کی بشارت ایسے والدین کو دی گئی تھی۔ جن میں سے ماں نوے سال کی بانجھ بڑھیا تھی اور والد سو برس کے بوڑھے۔ دوسری طرف حضرت ہاجرہ حاطہ تھی۔ اُسے فرشتے نے صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ تیرے بطن سے دختر نہیں بلکہ فرزند پیدا ہوگا۔ اُس کا نام اسماعیل رکھنا۔ پھر یہ مجزوی بشارت بیاباں میں صرف حضرت ہاجرہ کو دی گئی تھی۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی بشارت دونوں کو۔

فَبَشِّرْ نَاثًا بِعَلَاءِ مِوَحْلِيمَ - (صافات : ۱۰۱)

(ہم نے ابراہیم کو ایک علیم و بڑبڑا بیٹے کی بشارت دی۔)

فَبَشِّرْ نَاثًا بِإِسْحَاقَ - (ہود : ۷۱)

(ہم نے سارہ کو اسمٰعیلؑ کی بشارت دی)

قرآن میں صرف بشارت اسمٰعیلؑ کا ذکر ہے۔ حضرت اسماعیل کے متعلق کسی واضح بشارت کا ذکر نہیں ملتا اگر فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ میں بَلِغ کا قائل غلام علیم ہو۔ تو پھر اسمٰعیلؑ ہی ذبیح ہو سکتا ہے۔ آیت کا ترجمہ یوں ہوگا :

”ہم نے ابراہیم کو ایک علیم و صابر فرزند کی بشارت دی۔ جب

یہ بچہ باپ کے ہمراہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ تو.....“

مآخذ :- ۱ : تورات

۲ : قرآن حکیم

۳ : ڈاب - ص ۲۵۹

۴ : پیپلز اسماق

۵ : ڈاس - ص ۲۱۴

۶ : شاس - ص ۱۷۵

۷ : کتاب الہدیٰ - ص ۴۹۲

۸ : اعلام - ص ۳۷

۱ : مفسرین کی ایک بہت بڑی تعداد کی رائے یہ ہے کہ ”غلام علیم“ سے مراد حضرت اسماعیلؑ تھے۔

۲۲- اسرائیل

اسرائیل کے لغتی معنی ہیں : "خدا کا سپاہی اور پہلوان"۔
 بات یوں ہوئی کہ جب حضرت یعقوب اپنے ماموں اور خسر لاہی سے رخصت ہو کر کنعان کی طرف
 روانہ ہوئے تو راہ میں ایک منزل پر ایک فرشتہ اُن کے غیمے میں گھس آیا۔ اور صبح تک اُن سے کشتی
 کرتا رہا۔ لیکن غالب نہ آسکا۔ صبح کے وقت "فرشتے نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ آپ نے جواب
 دیا کہ یعقوب۔ کہا کہ اب سے آپ کا نام اسرائیل ہوگا۔ کیونکہ "تُو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ
 زور آزمائی کی اور غالب رہا۔" (پیدائش : ۳۲/۲۸)
 یہ بعد میں اسرائیل کے بارہ قبائل کا قومی نام بن گیا۔ اور اُس سلطنت کا بھی۔ جو شمالی فلسطین میں
 (باستثنائے یہوداہ) قائم ہوئی تھی۔

سلطنت اسرائیل :

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک فرزند یہوداہ کی سلطنت بحیرہ مژاد اور بحیرہ روم کے
 درمیان تھی۔ اور باقی دس قبائل کی شمالی فلسطین میں۔

جب حضرت سلیمان (۹۲۵ یا ۹۷۵ ق م) کے ایام رحلت قریب آئے۔ تو آپ نے اپنے دور کے
 ایک پیغمبر اخی عہاد کو بلایا۔ اور کہا کہ قبائل اسرائیل کو باہمی تصادم سے بچانے کے لیے سلطنت کو تقسیم
 کر دیجیے۔

اُس نے یہوداہ کو جنوبی صوبے دے دیے۔ اور باقی دس، یعنی :-

- ۱ : روبن
- ۲ : شمعون
- ۳ : نفتالی
- ۴ : زبول
- ۵ : اشکار
- ۶ : دان
- ۷ : جد
- ۸ : اشیر
- ۹ : ابنائے یوسف (افرائیم و منشی)
- ۱۰ : بن یامین کو شمالی۔

۱۱ : سلیمان کے زمانے میں ایک پیغمبر جس کا ذکر ۱۔ سلاطین ۳۱-۳۹ اور

۱۲-۱۹ میں آیا ہے۔ (کتاب : ۲۴)

رہے بڑا دوی تو ان کا کام درس و تبلیغ تھا۔ اور انہیں سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔
 اسرائیل کی سلطنت بیروت سے یروشلم کے شمال تک تھی۔ اور نیچے
 بیئر شیبہ تک یہوداہ کی۔ اسرائیل کی آبادی چالیس لاکھ کے قریب تھی۔
 (ڈاب : ۲۶۴)

آغاز میں اس کا دار الحکومت شیخیم (اس کا موجودہ نام نابلس) تھا۔
 پھر طرزہ (نابلس کے شمال میں ایک سرسبز قصبہ) قرار پایا۔ اور عمری
 (۸۹۷ ق م) نے سماریہ کو منتخب کیا۔ یہ سلطنت ۹۷۵ ق م سے
 ۷۲۱ ق م تک (۲۵۴ سال) زندہ رہی۔

(ڈاب : ۲۶۴)

سلاطین اسرائیل کی تعداد تیس تھی۔ اور یہوداہ کی انتالیس۔
 (کینین : ۱۸۳) نے اسرائیل کے انیس اور یہوداہ کے بیس بادشاہوں
 کے نام دیے ہیں۔

ساتھ سینین جلوس و وفات کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن یہ تاریخیں یقینی
 نہیں ہیں۔ صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ قریب الصحت ہیں۔
 جدول اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

سلاطین اسرائیل

(ان جداول میں کینین (ص ۱۸۳) کی تاریخ دی گئی ہیں)

انگریزی خط میں	نام	سال	شمار
JERO BOAM	جیرود بام	۹۵۳ یا ۹۵۵ ق م	۱
NADAB	نداب	" ۹۲۷	۲
BAASHA	باش	" ۹۲۵	۳
ELAH	ایلہ	" ۹۰۱	۴
ZIMRI	زمری	" ۸۹۹	۵
OMRI	عمری	" ۸۹۷	۶
AHAB	احاب	" ۸۷۵	۷
AHAZIA	احازیا	" ۸۵۳	۸
JEHO RAM	جہورام	" ۸۵۱	۹
JEHU	جیہو	" ۸۴۳	۱۰
JEHO HAZ	جیہو حاز	" —	۱۱
JEHOASH	جہوش	" ۷۹۹	۱۲
JEROBOAM-II	جیرود بام - دوم	" ۷۹۰	۱۳
ZECHARIAH	زکریا	" ۷۴۹	۱۴
SHALLUM	شلوم	" ۷۴۸	۱۵
MENAHEM	مناسیم	" ۷۴۸	۱۶
PEKAHIAH	پکارمیاہ	" ۷۳۷	۱۷
PEKAH	پکاح	" ۷۳۵	۱۸
HOSHEA	ہوشیا	" ۷۳۳	۱۹

اس سلسلے کا خاتمہ ۷۲۱ ق م میں ہوا۔

(کینین : ص ۱۸۳)

سلاطین یہوداہ

جس کے ۳۹ بادشاہوں نے ۹۷۵ ق م سے ۵۸۷ ق م تک حکومت کی۔

شمار	سال	نام بادشاہ	
		اردو	انگریزی
۱	۹۷۵ ق م	رحوہم	REHO BOAM
۲	۹۵۷	ابی جم	ABI JAM
۳	۹۵۵	آسا	ASA
۴	۹۱۴	جوش فظ	JEHOSHAPHAT
۵	۸۹۳	جورام	JORAM
۶	۸۸۵	احازیاہ	AHAZIAH
۷	۸۸۴	اثالیہ	ATHALIAH
۸	۸۷۸	جوش	JOASH
۹	۸۴۱	امازیاہ	AMAZIAH
۱۰	۸۱۱	ازاریہ	AZARIAH
۱۱	۷۵۸	جوشم	JOTHAM
۱۲	۷۲۲	احاز	AHAZ
۱۳	۷۲۴	حزقیاہ	HAZEKIAH
۱۴	۷۲۱	ایضاً	— d —
۱۵	۷۹۷	منسیہ	MAN ASSEH
۱۶	۷۲۲	امون	AMON
۱۷	۷۲۰	جوسیاہ	JOSIAH
۱۸	۷۰۹	جیہواہاز	JEHOAHAZ
۱۹	۵۹۸	جیہوچن	JEHOIACHIN
۲۰	۵۹۸	زدیکیاہ	ZEDEKIAH

لے: ۵۸۷ میں بابل کا بادشاہ بخت نصر یروشلم پہ قابض ہو گیا۔ اور یہ سلطنت ختم ہو گئی۔

(کمپین : ۱۸۳۳)

قرآن میں بنو اسرائیل کا ذکر تو بار بار آیا ہے۔ لیکن اسرائیل کا ذکر صرف ایک بار ہوا ہے :-

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلاًّا لِّبَنِي إِسْرَٰئِيلَ
إِلَّا مَا حَرَّمَ رَبِّ إِسْرَٰئِيلَ عَلَىٰ نَفْسِهِ -

(عران : ۹۲)

(بنو اسرائیل کے لیے تمام کھانے حلال تھے۔ سوائے اُن اشیاء کے

جو اسرائیل (یعقوب) نے خود اپنے آپ پر حرام کر لی تھیں)

عام مفسرین کا خیال یہ ہے کہ حضرت یعقوب عرق النساء (ٹانگ کا درد) میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور آپ نے تمام باوی اشیاء (مثلاً ادنیٰ کا گوشت - دودھ وغیرہ) ترک کر دی تھیں۔
نورات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مذکور ہے کہ :

ایک رات ایک فرشتہ حضرت یعقوب کے خیمے میں گھس آیا۔

اور یہ دونوں زور آزمائی کرنے لگے۔ یہ سلسلہ صبح تک جاری رہا۔ اور

فرشتہ غالب نہ آسکا۔ جانے سے پہلے فرشتے نے یعقوب کی ران کو
اندر کی طرف سے چھوا۔ اور اُس کی ٹس چڑھ گئی۔

(پیدائش : ۳۲ / ۲۵)

باقی تفصیل - ۴۸ - " بنو اسرائیل "

اور ۱۹۴ - " یعقوب " کے تحت دیکھیے۔

مآخذ :-

۱ : قرآن مقدس

۲ : بائبل

۳ : ڈاب :- ص ۲۴ ، ۲۴۴

۴ : کمپنن :- ص ۱۸۳

۲۵۔ اسماعیلؑ

آپ حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ کے پہلے فرزند تھے۔ جن کی ولادت ۲۲۴۸ ق م میں ہوئی تھی۔ اُس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۸۶ برس تھی۔

(پیدائش : ۱۵-۱۴)

یہ جڑوں کے قریب فزے کے میدان میں پیدا ہوئے۔ جب یہ تیرہ سال کے تھے، تو حضرت سارہ کے گھر میں اسحاق کی ولادت ہوئی۔ جب اڑھائی برس کے بعد اس کا دودھ چھڑایا گیا تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے احباب و اقارب کو ایک پُر تکلف ضیافت پر بلایا۔ تقریب کے دوران حضرت اسماعیلؑ نے حضرت اسحاقؑ کا تسخر اڑایا۔ جو سارہ کو ناگوار گذرا۔ اور اُس نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اسے اس کی ماں سمیت فوراً گھر سے نکال دو۔ حضرت ابراہیمؑ سوچ رہے تھے کہ خدا نے اُن سے کہا : ”جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے۔ اُس کی بات مان لے۔ کیوں کہ

اسحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا۔ اور اس کو نڈی (ہاجرہ) کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا۔“

(پیدائش : ۱۲-۱۳)

دوسرے دن صبح سویرے حضرت ابراہیمؑ نے پانی کی ایک مشک اور روٹی ہاجرہ کو دی، اور اُسے رخصت کر دیا۔ سو وہ لہلہ چلی گئی۔ اور بیئر شیبہ کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی۔ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا۔ تو اُس نے بچے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا۔ اور خود رونے لگی۔ اس پر ایک فرشتہ نے ہاجرہ کو آواز دی۔ کہ خدا اس لڑکے کو ایک بڑی قوم بنائے گا۔ آنکھیں کھول۔ اور پانی کا کواں

دیکھ۔ (پیدائش : ۱۹-۲۰)

جب حضرت اسماعیلؑ بڑا ہوا۔ تو ہاجرہ نے اس کی شادی ایک مصری عورت سے کرادی۔

(پیدائش : ۹-۲۱)

۱۔ اسلامی روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ ہاجرہ و اسماعیلؑ کے ہمراہ مکہ کی ویران وادی تک گئے تھے۔

۲۔ شیبہ مکہ کے ایک پہاڑ کا نام بھی تھا۔ (معجم : ”شیبہ“)

اسلانی تاریخ کے مطابق اس کی شادی بنو جرہم (جو کعبہ کے قریب ہی آباد تھے) کی ایک لڑکی سے ہوئی تھی۔ جسے حضرت ابراہیمؑ نے ناپسند کیا۔ اور حضرت اسماعیلؑ نے اسے طلاق دے دی۔ دوسری شادی بھی ایک جرہمی لڑکی سے ہوئی تھی۔ جسے ابراہیمؑ نے پسند فرمایا۔ (شاس : ۱۶۹)

اس لڑکی سے ایک لڑکی اور بارہ بچے پیدا ہوئے۔ جن کی اولاد عرب میں ادر اور ادر فہیل گئی۔ ۱۰۵۰ ق م میں بنو اسماعیل عراق و شام تک پہنچ چکے تھے۔

موزطیہ عرب نے سککان عرب کو تین گروہوں میں بانٹ رکھا ہے :-

اول : عرب بائدہ۔ یعنی وہ اقوام و قبائل عرب، جو مٹ چکے ہیں۔ مثلاً :

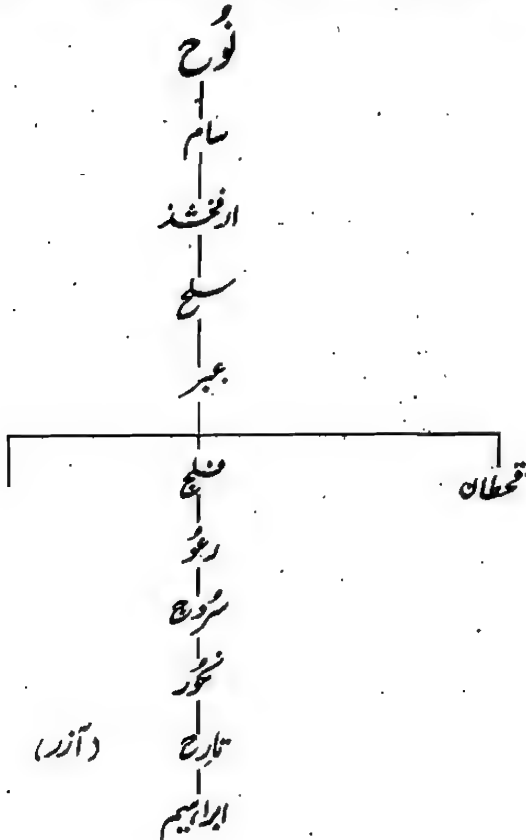
• عاو • ثمود • عظیم

• جدیس • جرہم • عمالطہ وغیرہ

دوم : بنو قحطان۔ جو جنوبی عرب (بین و فیرو) میں آباد تھے۔ مثلاً :

• حنیزہ • کہلان اور آن کی اولاد۔

قحطان نوحؑ کی پشت سے پانچواں فرزند اور حضرت ابراہیمؑ کے پانچویں جد کا بھائی تھا۔ شجرہ یہ ہے :-



سوم : وہ عرب جو اسماعیل کی اولاد تھے۔ مثلاً :-

❖ معد ❖ نزار ❖ مضر
❖ ربيعہ ❖ قیس عیلان ❖ دامل
❖ تغلب ❖ بکر ❖ اسد
❖ قریش وغیرہ

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے :- ڈاکٹر حمید اللہ کی الوثائق السیاسیہ۔

اور ڈاکٹر زبید احمد کی ادب العرب۔

تورات میں حضرت اسماعیلؑ اور آپ کی اولاد کا ذکر بہت کم آیا ہے۔ اس میں پہلے اُس کی ولادت کا ذکر ہے۔ پھر ہاجرہ کا گھر سے نکلنا۔ بعد ازاں فاران کے بیابان میں اسماعیل کی تیر اندازی۔ پھر شادی اور آخر میں حضرت ابراہیمؑ کو دفن کرنے کا تذکرہ و بس۔

”تب ابراہیم نے دم چھوڑ دیا..... اور اپنے لوگوں سے جا ملا۔ اور اس کے بیٹوں اسماعیل اور اسماعیل نے مکہ کے فاران میں..... اُسے دفن کیا۔“

(پیدائش : ۹ — ۲۵)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات (۲۱۱۱ ق م) ۱۳۷ برس کی عمر میں ہوئی۔ اور اپنی والدہ کے ساتھ حطیم میں دفن ہوئے۔

مآخذ :-

- ۱ : تاریخ مکیہ۔ ص ۳۳
- ۲ : شاس۔ ص ۱۷۸
- ۳ : کتاب الہدیٰ۔ ص ۶۶
- ۴ : تورات۔ (پیدائش)
- ۵ : قرآن شریف۔
- ۶ : ادب العرب۔ ص ۱۵-۲۰
- ۷ : ارض القرآن۔ ج ۱ و ۲
- ۸ : ذاب۔ ص ۲۶۲

۲۴۔ اسمائے حسنیٰ

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوهُ بِهَا

(اعراف : ۱۸۰)

(اللہ کو اُس کے اچھے ناموں سے پکارا کرو)
فلسفیان یونان کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ اللہ مرنے والی عقل کا خالق ہے۔ اور کائنات پر عقلِ عاشر کی حکومت ہے۔ تمام اشیائے کائنات کی خالق، رازق، مخفی، کفایت اور دیگر سب کچھ یہی ہے۔ یہ عقیدہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔

اول : اس لیے کہ فلسفیوں کی یہ آواز عوام تک نہ پہنچی اور قبولیت عامہ حاصل نہ کر سکی۔
دوم : اس لیے کہ فلسفہ یونان کے پیرو بھی اس عقیدہ کی صحت پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔
دینی تعقیب کے لیے تو یہ عقیدہ خوب تھا۔ لیکن جب کوئی شخص مرض یا مصیبت میں پھنس جاتا۔ تو اُسے پورا اطمینان اللہ کو پکارنے ہی سے حاصل ہوتا تھا۔
انسان، مرض، قرض، قید، غم اور دیگر مشکلات میں ایک ایسے اللہ کو آواز دیتا ہے جو عدل، رحم، رزاقی، قدرت، حکمت اور دیگر اوصاف سے متصف ہو۔ وہ بیمار ہو تو خدائے ثانی کو پکارتا ہے۔ اور مظلومی میں خدائے رحیم و عادل کو آواز دیتا ہے۔ یہ تمام صفاتی نام اسلئے حسنیٰ کہلاتے ہیں۔
ان کی بڑی بڑی قسمیں دو ہیں :-

جلالی : مثلاً - جبار - قہار - مجتہد وغیرہ۔

اور جمالی : جیسے - رحیم - کریم - علیم وغیرہ

ان اسماء کی تعداد میں اختلاف ہے۔ کسی نے ان کی تعداد ۹۹، کسی نے ۱۰۰، کسی نے ۱۰۴، اور کسی نے ۱۴۶ بتائی ہے۔ لیکن متفق علیہ مرنے والے نام ہے۔ چونکہ اللہ اسم ذات ہے۔ اس لیے وہ ان صفاتی ناموں میں شامل نہیں ہے۔

ہمارے علماء و اولیاء نے کہا ہے کہ جس قسم کی ضرورت پیش آئے۔ ویسا ہی اللہ کا نام ڈھونڈ لیں۔ اور اُس کا ورد کیجیے۔

علم کی تلاش ہو تو خدائے علیم کو،

رزق کے لیے۔ رزاق کو،

بصیرت و حکمت کے لیے علیم و حکیم کو بلائیے۔

مجھے ایک عالم و زاہد نے حضرت امام جعفر صادق کا یہ نسخہ بتایا تھا کہ ابجد کے حساب سے کسی نام کے اعداد نکالے۔ پھر اللہ کے ناموں میں سے ایک - دو - تین یا چار ایسے نام تلاش کیجیے۔ جی کا میزان اعداد وہی ہو۔ تو اُن کا ورد بے حد مفید ہوگا۔ مثلاً :-

اگر کسی نام کے اعداد ۱۵۶ ہوں تو یا قتیور (۱۵۶) کا۔

۷۸ ہوں تو یا حکیم کا۔

اور ۲۳۴ ہوں تو دونوں کا ورد کرے۔

میرا اور میرے بے شمار احباب کا تجربہ یہ ہے کہ یہ ورد سکونِ قلب، صحت، اور آسودگی کے لیے نہایت موثر ہے۔

مآخذ :-

۱ : دماپ - ج ۲ ، ص ۷۱۰

۲ : قرآنِ حکیم

۲۷۔ اصحابُ الاخذود

اُخذود کے فعلی معنی ہیں :- لمبا گوشہ یا خندق۔ اس کی جمع ہے اُخادید۔
 کہتے ہیں کہ یمن کا ایک حمیری بادشاہ ذو نواس یہودی بن گیا۔ اس کے خلاف حبشہ کے عیسائی
 بادشاہ نتجاشی نے سادش شروع کر دی۔ جس میں نجران کے عیسائی بھی شامل ہو گئے۔ اس پر ذو نواس
 نے نجران پر حملہ کر دیا۔ اور وہاں کے باشندوں کو یہودیت یا موت میں سے ایک کا اختیار دیا۔ انھوں
 نے موت کو ترجیح دی۔ چنانچہ ذو نواس نے یمنی خدقین مکہ و مدائن میں آگ جلائی اور سب کو زندہ
 جلا دیا۔ ان کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی۔
 یہ واقعہ ۵۲۳ء میں پیش آیا تھا۔

قَتَلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ النَّارِ ذَاتِ
 الْوَقُودِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ وَهُمْ عَلَى
 مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ۔

(بروج : ۴-۷)

(کھائیاں کھود کر اُن میں ایندھن بھر لے اور آگ بھڑکانے
 والوں پہ لعنت۔ یہ لوگ ان گڑبھوں کے پاس بیٹھ کر اہل ایمان کے
 تڑپنے اور جلتے کا تماشا دیکھتے رہے)۔

مآخذ :-

۱: لقر۔ ج۔ ۱۔ ص ۱۱۱

۲: معجم۔ ج۔ ۱۔ اُخذود

۲۸۔ اصحابِ الاعراف

اعراف عورت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں : بلند جگہ۔
اس سے مراد جنت و جہنم کے درمیان ایک مقام ہے۔ وہاں ایسے لوگ جائیں گے۔ جن کے اعمال نیک و بد برابر ہوں گے۔
شیعہ مفسرین کا خیال یہ ہے کہ :-

رجالِ اعراف سے مراد :- علی - عباس - جعفر اور حمزہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ اس مقام بلند پہ کھڑے ہو کر اپنے پیروں اور مخالفوں کا انجام دیکھیں گے۔
بعض مفسرین کے ہاں اعراف مزدبوں - دیوانوں اور ان غیر مسلم بچوں کے لیے ہے۔ جو بچپن ہی میں مر گئے ہوں۔

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ
كُلًّا بِسِيمَاهُمْ وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ
أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَ
هُمْ يَطْمَعُونَ - (اعراف : ۴۶)

(بہشت و دوزخ کے درمیان ایک مقام بلند پر کچھ ایسے لوگ
ملیں گے۔ جو ہر شخص کو اُس کی صورت سے پہچان لیں گے) کہ وہ
جنتی ہے یا جہنمی)۔ اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے۔ کہ تم پر سلام ہو۔
گویہ لوگ بہشت سے باہر ہوں گے۔ لیکن وہاں پہنچنے کی پوری اُمید
رکھتے ہوں گے۔)

مآخذ :- ۱ : لقر - ج ۱ - ص ۱۱۴

۲ : مؤاس - ص ۲۰

۲۹- أَصْحَابُ الْاَيْكَةِ

لفظ اَیْکَہ کے معنی ہیں :- گھنا جنگل۔
یہ جنگل یا تو ندیوں میں تھا۔ اور یا اُس کے قریب ہی کہیں۔ یا قوت مخوی (معجم البلدان - ج ۱ - اول)
کے ہاں یہ بتوک کا درو سرا نام ہے۔
اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اہل اَیْکَہ و مدین الگ الگ اُمّتیں تھیں۔ جن کی طرف حضرت شعیب
مبعوث ہوئے۔ فرق یہ کہ از روئے نسب اہل مدین اُن کے بھائی تھے۔

وَالْاِیُّ مَدَیْنُ اَخَاهُ شُعَیْبًا۔

(اعراف : ۸۶)

(اہل مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا)

اور بن کے لوگ کسی اور نسب سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں (تفسیر ابن عباس) کہ اَیْکَہ سے مراد ایک
جنگل ہے۔ جو بحیرہ قلزم کے ساحل پر مدین سے کئی فرسخ تک جنوب میں پھیلا
ہوا تھا۔

عبدالرشید نعمانی (لقر - ج ۱ - اول، ص ۱۲۲) عرب کے بعض قدیم کتب جغرافیہ
کی سند سے لکھتے ہیں کہ پرانے زمانے میں یمن سے ندیوں تک قافلہ کی ایک
شاہراہ تھی۔ جو ساحل قلزم سے ہوتی ہوئی تیمار و تبوک سے گذر کر شام کی طرف جاتی تھی۔
اس شاہراہ پر تبوک کے نزدیک ایک جنگل تھا۔ جس کے باشندوں کی طرف حضرت شعیب
مبعوث ہوئے تھے۔ اس شاہراہ کو اللہ نے امام مبین کہا ہے۔

وَ اِتَمَّهَا لِبَیْمَاہِ مَبِیْنٍ - (حجر : ۷۶)

(قوم لوط اور اہل اَیْکَہ کی بستیوں بڑے راستے پر واقع تھیں)

مأخذ :- ۱ : لقر - ج ۱ - ص ۱۲۲

۲ : معجم البلدان - ج ۱ - اَیْکَہ

۳ : جلالین - الحجر -

۴ : قرآن حکیم -

۳۔ اَصْحَابُ الْحَجَرِ

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ
وَآتَيْنَاهُمُ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ
وَكَانُوا يُسْتَعْجِلُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا
آمِنِينَ فَاَخَذَ تَهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ

(حجر : ۸۰-۸۲)

(حجر والوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا اور ہمارے دیے ہوئے احکام سے روگردانی کی۔ یہ لوگ پُر امن زندگی کے لیے پہاڑوں کو کاٹ کر گھر بناتے تھے۔ ایک صبح کڑک نے انہیں آلیا اور وہ ہلاک ہو گئے)

تیماء کے جنوب میں وادی القرۃ سے ایک یوم کی مسافت پہ ایک شہر حجر کہلاتا تھا۔ جو ثمود کا مرکزی شہر تھا۔ یہ مدت سے ناپید ہو چکا ہے۔ اور اب اُس کے قریب ہی ایک اور شہر ابھر آیا ہے۔ جو مائن صالح کہلاتا ہے۔ اس کے مغرب میں ایک پہاڑ اثاثلث کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں ایک یورپی سیاح M. DOUGHTY نے ۱۸۷۷ء میں کچھ کتبے اور چند قبروں کے نشانات دیکھے تھے۔ اسی میں وہ فار بھی ہے۔ جس سے حضرت صالحؑ کی ناقہ نکلی تھی اور جسے اہل حجر (ثمود) نے مار ڈالا تھا۔ اُس زمانے میں امراء و سلاطین اپنی فوقیت بنانے کے لیے کسی جانور کو آزاد چھوڑ دیتے تھے کہ وہ جہاں چاہے کھائے پیئے۔ اسی مقصد کے لیے حضرت صالحؑ نے بھی ایک ناقہ چھوڑ دی تھی۔ لیکن آپ کی قوم نے اُسے مار ڈالا۔ اور خود تباہ ہو گئے۔

جب نویں سال ہجری میں حضور صلعمؐ بڑک سے روانہ ہوئے تو آپ سرزمین حجر سے بھی گزرے۔ اُس وقت وہاں چند گونہیں بھی تھے۔

صحابہ نے وہاں دم لینا چاہا۔

لیکن حضورؐ نے فرمایا کہ :

اس مقام پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ اس لیے آگے چلو۔

بعض مفسرین نے :

وَشُمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ

(اور ثمود جو وادی میں پتھر کاٹتے تھے)

میں واد سے وادی القرئی مراد لیا ہے۔

مآخذ :-

۱ : شمس - ص ۱۳۸

۲ : ڈاس - ص ۱۷۴

۳ : لقر - ص ۱۲۵

۴ : معجم البلدان - ج ۳، ص ۲۲۰ -

۳۱ - اصحاب الرس

یہ نام قرآن میں دوبار آیا ہے :

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ و

أَصْحَابُ الرَّسِّ وَشُمُودَ - (ق : ۱۲)

(اہل مکہ سے پہلے قوم نوح ، اصحاب رس اور ثمود اپنے انبیاء کو جھٹلا چکے ہیں)

وَعَادًا وَشُمُودًا أَصْحَابُ الرَّسِّ

(فرقان : ۳۸)

(ہم عاد - ثمود اور اصحاب رس کو تباہ کر چکے ہیں)

رس کے لفظی معنی ہیں :- تپ - بخار - کو آں - زمین میں کوئی چیز چھپانا۔ نیز ثمود کا ایک گواں جس میں انھوں نے اپنے ایک نبی کو بند کر دیا تھا۔ اور وہ اندر ہی مر گئے تھے۔ (فتی الارب - ج ۱، رس)

یاقوت کے ہاں (معجم - ج ۳، ص ۱۹۸) رس ، ارمینیہ یا اذربائیجان کی ایک وادی تھی۔ جس میں سیکڑوں بستیاں تھیں ، اور یہ لوگ ایک رسول کی تکذیب کی وجہ سے تباہ ہو گئے تھے۔

ایک اور رائے یہ ہے کہ رستہ ایک دریا کا نام تھا۔ جو اس وادی میں بہتا تھا۔ یہ لوگ ایک دروازے سے ہلاک ہوئے تھے۔ اور دو پہاڑوں یعنی :- حارث و حویرث کے نیچے دب گئے تھے۔

امام فخر الرازی تفسیر کبیر (ج۔ ۴، ص ۳۳۸) میں لکھتے ہیں کہ :

”اصحاب الرست کی تعیین مشکل ہے۔ ہمیں اتنا ہی معلوم ہے۔ کہ یہ ایک قوم تھی جو تباہ ہو گئی۔

جلالین (ص ۳۱۶) میں درج ہے۔ کہ :

”رست“ ایک کوئیں کا نام ہے۔ ان کوئیں والوں کی طرف حضرت شعیب مبعوث ہوئے تھے۔ انھوں نے ان کی بات نہ مانی۔ ایک روز ان کے اکابر کوئیں کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ کوآں پھٹ گیا۔ اور یہ سب جگہ کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔

مولانا یعقوب حسن مدرسی نے کتاب الہدیٰ میں رستہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ جس کا ملخص یہ کہ الرست پیامہ کا ایک غارتھا۔ جس کے ارد گرد بہت سے کوئیں تھے۔

مورخ مسعودی کا بیان ہے کہ اصحاب الرست یمن کے رہنے والے تھے اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ رستہ ہو۔ جہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کے ہمراہ گذرے تھے :

”یہ لوگ دشت سینا سے چل کر پہلے قبرات، پھر حیرات، پھر رتہ، پھر رمون، پھر لبنہ اور پھر رستہ میں پہنچے تھے۔“

(گنتی : ۱۴-۲۲)

دور منثور میں حضرت ابن عباس کا یہ قول درج ہے۔ کہ الرست ثمود کا ایک گاؤں تھا۔ جو حضرت صالحؑ کے زمانے میں تباہ ہوا تھا۔ (کتاب الہدیٰ : ج۔ ۲، ص ۵۱۸)

ان مختلف اقوال سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اصحاب الرست کی تعیین مشکل ہے۔

ماخذ :-

- ۱ : مفتی الارب - ج۔ ۱ - ”رستہ“
- ۲ : فخر الرازی :- تفسیر کبیر - ج۔ ۴، ص ۳۳۸
- ۳ : معجم - ج۔ ۳، ص ۱۹۸
- ۴ : کتاب الہدیٰ - ج۔ ۲، ص ۵۱۸
- ۵ : بائبل -

۳۲۔ اصْحَابُ السَّبْتِ

”سَبْت“ قدیم بابلی زبان کا لفظ ہے۔ جو دراصل سا۔ (دل) ، بَہتہ۔ (آرام) تھا۔ قدیم بائبل میں ساتواں دن چھٹی کا ہوتا تھا۔
تورات میں مذکور ہے کہ :-

اللہ نے چھ دن میں کائنات کو مکمل کیا۔ اور :
”ساتویں دن فراغت پائی۔ خدا نے اس دن کو مبارک کیا۔
اور مقدس ٹھہرایا۔“ (پیدائش : ۱-۳)
”ساتویں دن تیرے خدا کا سبب ہے۔ اس میں کچھ کام نہ کر۔“
(خروج : ۲۰)

اس روز بابل کے بادشاہ گوشت نہیں کھاتے تھے۔ نہ کپڑے بدلتے تھے۔ قربانی، سواری، اور شکار کی بھی چھٹی مانتے تھے۔ یہاں تک کہ نبی اور کاہن تبلیغ و کہانت کا کام بھی چھوڑ دیتے تھے۔
قرآن میں ہے کہ :

بنو اسرائیل کی ایک بستی نے سبت کے تقدس کو پامال کیا اور اللہ نے اُن کی صورتیں سبک کر دیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا
مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ - فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا
قِرْنَ ذَآءًا خَاسِئِينَ - (بقرہ : ۴۵)

(تم اُن لوگوں کو جانتے ہی ہو۔ جنہوں نے سبت کا احترام نہیں کیا تھا۔ اور ہم نے انہیں ذلیل بندر بنا دیا)
سورہ اعراف میں ہے :-

”ذرا اُن سے اُس بستی کا حال تو پوچھو۔ جو ساحل پہ واقع تھی۔ اور جو سبت کی پرواہ نہیں کرتی تھی۔ اللہ کی شان۔ کہ سبت کے دن پھیلیاں سطح پہ آجاتی تھیں۔ اور باقی آیام میں غائب ہوجاتی تھیں۔“ (اعراف : ۱۶۳)

یہ بستی کہاں تھی؟
اس کے متعلق صاحب جلالی لکھتے ہیں :-
وَهِيَ أَيْلَهُ (اس کا نام ایلہ تھا)

اور ماشیہ میں ہے :

قَرْيَةٌ بَيْنَ مَدْيَنَ وَالطُّورِ (جلالین : ص ۱۳۱)

(ایلہ ایک بستی ہے۔ مدین اور طور کے درمیان۔)

مولانا نعمانی نے بعض حوالوں سے لکھا ہے کہ :

یہ بستی علیٰ عقبہ پہ واقع تھی۔ (لقر: ص ۱۳۳)

اور مولانا دریا بادی کی رائے یہ ہے کہ ایلہ کا موجودہ نام عقبہ ہے اور یہ آج کل خلیج عقبہ

کی ایک بندرگاہ ہے۔ (اعلام : ص ۲۹)

مآخذ :-

۱ : بائبل

۲ : قرآن مقدس

۳ : جلالین - ص ۱۴۱

۴ : لقر - ص ۱۳۳

۵ : اعلام - ص ۲۹

۳۳۔ اَصْحَابُ السَّفِينَةِ

اَصْحَابُ السَّفِينَةِ سے مراد وہ کشتی والے ہیں۔ جو طوفانِ نوح سے بچنے کے لیے
حضرت نوح کے ہمراہ اُن کی کشتی میں سوار ہو گئے تھے۔

فَاَنْجَيْنَاهُ وَاَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَ
جَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ۔

(مکبوت : ۱۵)

(ہم نے نوح اور دیگر اہل سفینہ کو بچا لیا۔ اور کشتی کو دنیا
والوں کے لیے ایک نشان بنا دیا)۔

کشتی میں کون تھا ؟
اس سلسلے میں قرآن کہتا ہے :-

قُلْنَا اَحْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ
اشْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ
الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ - (ہود : ۴۰)

(ہم نے نوح سے کہا۔ کہ کشتی میں ہر جاندار (یعنی طیور و
حیوانات) کے دو دو جوڑے، اپنے گھر کے آدمی، سوائے اُن
کے جن کی تباہی کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ایمان والے سوار کرلو۔)
تورات میں ہے :

”تو اور تیرے بیٹے۔ تیری بیوی اور تیرے بیٹوں کی بیویاں تیرے
ساتھ ہوں گی۔ جانوروں میں سے ہر جنس کے دو دو اپنے ساتھ کشتی میں
لے کہ وہ بچ رہیں۔ خواہ وہ نر ہوں یا مادہ۔ پرندوں، چرندوں اور رینگنے
والوں میں سے ہر جنس کے دو دو اپنے ساتھ رکھ..... میں
زمین پر چالیس دن اور چالیس رات پانی برسائوں گا..... جب
طوفان آیا۔ تو نوح کی عمر چھ سو برس تھی۔“

نیز دیکھیے :-

۱۸۶- ”نوح“

مآخذ :-

۱ : بائبل

۲ : قرآن مقدس

۳۴۔ اصحاب الفضل (آئبرہہ)

اصحاب الفضل کے لفظی معنی ہیں : ہاتھیوں والے - مراد آئبرہہ اور اُس کی فوج - آئبرہہ جیشہ کی طرف سے مین کا وائسرائے تھا۔ یہ مین کی جمہوری ریاست کو ختم کرنے کے بعد خود مختار سا ہو گیا۔ یہ مذہباً عیسائی تھا۔ اُس نے اپنے دار الحکومت صنعاء میں کلیس نامی (شاید کلیسا اسی کا بگاڑ ہو) ایک نہایت خوبصورت گر جا بنوایا۔ اسے فانوسوں، قالینوں، قیمتی پردوں، اور رنگ و روغن سے خوب سجایا۔ اور پھر عربوں کو اس کے طواف کی دعوت دی۔

کہتے ہیں۔ کہ ایک منچلا عرب رات کو اس گرجے میں داخل ہوا۔ اور قضاے حاجت کے بعد چپکے سے سر کر گیا۔ جب یہ خبر آئبرہہ تک پہنچی۔ تو اُس نے عربوں کے معبد یعنی کعبہ کو گرانے کے لیے ایک فوج تیار کی۔ جس میں چند ہاتھی بھی تھے۔

جب یہ لشکر مکہ کے قریب ایک مقام صفاح میں فروکش ہوا۔ تو کعبہ کے متولی عبد المطلب (صنور کے دادا)، آئبرہہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ :

”آپ کی فوج نے میرے آؤنٹ پکڑ لیے ہیں۔ وہ واپس کیجیے۔“

آئبرہہ نے طنزاً کہا :

”حیرت ہے کہ تمہیں آؤنٹوں کی تو فکر ہے۔ لیکن کعبہ کی کوئی فکر نہیں۔“

فرمایا۔ کہ :

”میں صرف آؤنٹوں کا مالک ہوں۔ رہا کعبہ۔ تو اس کا بھی ایک مالک ہے۔ وہ خود اس کی

حفاظت کرے گا۔“

آئبرہہ نے آؤنٹ لوٹا دیئے۔ اور فوج کو تیار ہونے کا حکم دے دیا۔

عبد المطلب ایک پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر منظر دیکھنے لگے۔ جب یہ فوج مکہ کے قریب پہنچی۔ تو سمندر کی طرف سے فوج در فوج بڑے بڑے پرندے پونچوں اور پنچوں میں نکر لیے آ رہے تھے۔ انھوں نے اُس بلندی سے یہ نکرتے ہوئے دیکھے کہ ہاتھیوں، گھوڑوں، آؤنٹوں، اور آدمیوں کو چیر کر نکل گئے۔

قانونِ افتاد یہ ہے۔ کہ اگر ہم بلندی سے کوئی ککڑ وغیرہ نیچے پھینکیں۔ تو پہلے سیکنڈ میں اس کی رفتار ۳۲ فٹ ہوگی۔ دوسرے میں ۶۴، اور تیسرے میں ۹۶۔ یعنی ہر سیکنڈ کے بعد اُس کی رفتار میں ۳۲ فٹ کا اضافہ ہوتا جائے گا۔ اگر اُن پرندوں کے ککڑ زمین تک دو منٹ میں پہنچے ہوں۔

تو ہر لنگر کی رفتار زمین کے قریب ۲۸۸ فٹ فی سیکنڈ ہوگی اور یہ یقیناً جسم کو چیر کر نکل جائے گا۔
 حضور کی ولادت اسی ہفتی والے سال (عام الفیل) میں اس واقعہ سے پالیس یوم بعد ہوئی تھی۔
 آپ ابھی مکہ ہی میں تھے کہ سورہ الفیل نازل ہوئی۔ یعنی آپ کی ولادت سے کوئی ۲۵/۵ برس بعد۔ اس
 وقت بعض ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے اصحاب الفیل کی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔
 ابن اسحاق نے سیرۃ میں اور واقعی نے المغازی (بحوالہ لقرج ۱۰۱ ص ۱۳۴) میں حضرت عائشہ
 کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی بہن اُسماء سمیت ایک دفعہ مکہ میں ایک اندھے اور لنگے بھکاری کو دیکھا
 جو اُترہ کے خاص ہاتھی محمود کا فیلبان رہا تھا۔

ماخذ :-

- ۱ : ڈاٹن - ص ۲۴
- ۲ : کانس - ص ۱۶
- ۳ : لقر - ج ۱، ص ۱۳۴
- ۴ : قرآن حکیم

۳۵۔ اصحاب القریۃ (بستی والے)

اس بستی کا ذکر سورہ نیس کی تیرہویں آیت میں یوں ہوا ہے :-

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا اَصْحَابَ الْقَرْيَةِ
 اِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ - اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ
 فَكَذَّبُوهُمَا فَعَبَّوْا بِاَثَلَيْنِ -

(اے رسول ! انہیں بستی والوں کی کہانی سناؤ۔ کہ جب اُن کے پاس
 اللہ کے رسول پہنچے (تو کیا ہوا) ہم نے اُن کی طرف پہلے دو رسول بھیجے۔
 جنہیں انہوں نے جھٹلایا۔ اور پھر تیسرا بھیجا۔)

صاحب جلالین (ص ۳۶۶) لکھتے ہیں۔ کہ بستی سے مراد انطاکیہ ہے۔ اور رسولوں سے مراد

۱۔ : انطاکیہ ایک بزرگ و حسین شہر ہے۔ بحر شام کے ساحل پر ترکی کی سرحد کے قریب۔ یہ
 یونانی بادشاہوں اور قیصروں کا سرمائی دارالحکومت رہا۔ اس کی بنیاد ۳۰۰ ق م
 میں پڑی تھی۔ (ڈاٹن : ص ۱۴)

یحییٰ، یونس اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ ابن عباس کی رائے یہ ہے کہ رسولوں کے نام صادق، صدق اور شلوم تھے۔ قتادہ لکھتا ہے کہ یہ تین حواری تھے۔ شمعون، یوحنا اور بولس (پولس)۔ کتاب اعمال سے پتہ چلتا ہے کہ پطرس (شمعون) اور یوحنا تبلیغ کی خاطر فلسطین کے شمالی صوبے سماریہ (سامریہ) میں گئے تھے۔ ممکن ہے کہ وہ شمال میں انطاکیہ تک بھی جا پہنچے ہوں۔ (اعمال: ۴۶) برنابا بھی ایک حواری تھا۔ جسے یروشلیم کے شعبہ تبلیغ نے انطاکیہ بھیجا تھا۔ (اعمال: ۱۲) ”انہی دنوں چند نبی یروشلیم سے انطاکیہ پہنچے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام اگاابوس تھا۔“ (ایضاً۔ ۲۷-۲۸)

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو :-
”انطاکیہ کے کلیسا میں کئی نبی اور معلم تھے۔ یعنی برنابا، شمعون، ٹورکیس، مناریم اور شاول۔“ (ایضاً۔ ۱۳-۱۴)

ذرا آگے مذکور ہے :-
”پھر پولس اور اُس کے ساتھی پافس (PAPHOS) سے جہاز میں سوار ہو کر پرگہ (PERGA) میں آئے۔ اور اس مقام سے یوحنا اُن کو جھوڑ کر یروشلیم چلا گیا۔ وہاں سے یہ پسیدیا (PISIDIA) کے انطاکیہ میں پہنچے۔“ (ایضاً۔ ۱۳-۱۴)

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے کئی شاگرد اور مبلغ بار بار انطاکیہ گئے تھے۔ اگر آئیہ زیر بحث سے مراد عیسائی رسول اور مبلغ ہوں۔ تو پھر یہ معلوم کرنا۔ کہ وہ کون کون تھے؟ مشکل ہے۔

مآخذ :- ۱ : اعمال۔ باب II ۱۳

۲ : ڈاب۔ ص ۲۹۱، ۵۱۷، ۵۲۹

۳ : جلائین۔ ص ۳۶۶

۴ : اعلام۔ ص ۵۱

۱ : چند سطور بعد ان کے انطاکیہ جانے کا بھی ذکر ہے۔

۲ : پافس :- قبرص کے غربی ساحل پر ایک شہر۔ (ڈاب : ص ۲۹۱)

۳ : پرگہ :- ایشیائے صغیر کے جنوبی ساحل پر ایک علاقہ فیلیپیا کا ایک شہر (ایضاً ص ۵۱۷)

۴ : جنوبی ترکی کا وہ علاقہ جس میں کبھی انطاکیہ بھی شامل تھا۔ (ایضاً ص ۵۳۹)

۳۶۔ اصحاب الکہف

اصْحَابُ الْكَهْفِ وَالرَّقِیمِ - (غار اور رقیم والے)

ابن خرداد بہ کتاب المسالك والممالك (ص ۱۰۴-۱۱۰) میں لکھتا ہے کہ :
رقیم اُس غار کا نام تھا۔ جس میں اصحاب کہف پناہ گزین ہوئے تھے۔
بعض اسے وہ تحریر (رقم) سمجھتے ہیں۔ جس میں ان کی کہانی لکھی گئی تھی۔ یہ تحریر
کتبہ کی صورت میں اُن کے مزاروں کے قریب نصب تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ
اُن کے کتے کا نام تھا۔ (شاس : ص ۲۵)
یہ اصحاب غار کون تھے ؟

کہاں تھے ؟
اور غار میں کیوں داخل ہوئے تھے ؟
اس پر ہر مفسر اور مورخ نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ یورپ کا ایک مورخ الگن اپنی کتاب "تاریخ
نوال روما" کے تینیسویں (۳۳ دیں) باب میں سات سوئے والے (SEVEN SLEEPERS)
کے عنوان کے تحت لکھتا ہے (بحوالہ تفہیم - ج ۳، ص ۱۲) کہ :

یہ لوگ ایک ظالم رومی بادشاہ "ڈی سیکس" (عربوں کے ہاں دقیاؤس
یا دقیرس) جو ۲۵۹ء سے ۲۸۵ء تک حکمران رہا کے در سے
جنوب مغربی ایشیائے صغیر کے ایک شہر "افی سس" (تفاسیر میں افسس،
افسوس، افسس) کے ایک غار میں جا چھپے تھے۔ یہ بادشاہ عیسائیوں کا
دشمن تھا۔ اور اسی بناء پر یہ لوگ رُپوش ہو گئے تھے۔ یہ وہاں جا کر سو گئے۔
اور کوئی دو سو سال بعد یعنی ۴۰۸ء - ۴۵۰ء کے زمانے میں
بیدار ہوئے۔ جاگتے ہی انھوں نے اپنے ایک ساتھی چمبلخس (JAMBLICHUS)
(عربوں کے ہاں طلیخا) کو بازار سے کھانا لانے کے لیے بھیجا الخ -

لح : مولانا مودودی کا خیال یہ ہے۔ کہ رقیم ایک بستی تھی۔ ایلہ (عقبہ) اور
فلسطین کے درمیان۔ (تفہیم القرآن - ج ۳ - ص ۱۷)

مولانا کہتے ہیں (تفہیم - ج - ۳، ص ۱۹) کہ :

۱۸۳۲ء میں ایک پادری T.A. RUNDEU نے "اكتشافات ایشیائے صغیر" کے عنوان سے اپنے مشاہدات شائع کیے۔ جس میں شہر افسس کے پاس ایک ایسی پہاڑی کا ذکر کیا ہے۔ جس میں حضرت مریم اور سات لڑکوں کے مقبروں کے آثار ملتے ہیں۔

(تفہیم - ج - ۳، ص ۱۲)

کہانی مختصراً یوں ہے کہ :

رُوم کے ایک شہر میں چند نوجوانوں نے بُت پرستی چھوڑ کر عیسائیت قبول کر لی۔ اس پر اُن کے بعد بادشاہ (دقیوس) کی آتش غضب بھڑکی اور یہ لوگ ایک غار میں جا گئے۔ بادشاہ بھی وہاں جا پہنچا۔ اور غار کے منہ پر ایک دیوار بنوا دی۔ تاکہ وہ لوگ اندر ہی مر جائیں۔ کئی سو سال بعد کسی گڈریے نے اپنے ریلوے کو طوفانی سے بچانے کے لیے یہ دیوار گرا دی اور کچھ مدت کے بعد غار والے جاگ اُٹھے۔ (شاس : ص ۲۵)

ان کا زمانہ خواب کتنا تھا ؟

لگبن اور دیگر یورپی مؤرخین تقریباً دو سو برس بتاتے ہیں۔ لیکن قرآن میں ہے :-

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ

سِنِينَ وَانْزَلْنَا دَاوُدَ وَاسْعَا، قُلِ اللّٰهُ

أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا۔ (کہف : ۲۵-۲۶)

(وہ لوگ غار میں تین سو نو برس رہے۔ اور کہہ دو کہ مرنے

اللہ ہی اُن کی مدت قیام کو جانتا ہے)۔

ان دو آیات میں ربط پیدا کرنے کے لیے بیشتر مفسرین نے "وَلَبِثُوا" کو اُن لوگوں کا قول قرار دیا ہے۔ جو اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق اختلاف رکھتے تھے۔ اُن میں سے ایک گروہ کا خیال یہ تھا کہ :

اُن کا زمانہ قیام ۳۰۹ سال تھا۔ لیکن اللہ نے اس کی تائید نہیں کی۔

اور اتنا ہی کہنے پہ اکتفا کیا کہ :

"اُن کی مدت قیام سے مرنے والا واقعہ ہے۔"

شاہ وقتیاؤس (یا دقیاؤس) غربی روم کا چوبیسواں بادشاہ تھا۔ جو ۲۳۹ء سے ۲۵۱ء تک برسرِ اقتدار رہا۔ اگر ان کا قیام واقعی ۳۰۹ برس تھا۔ تو پھر وہ حضورِ صلعم کی ولادت سے بائیس برس پہلے جنم پزیر ہوا۔ (۵۲۷-۵۶۵ء) کے عہد میں جاگے ہوں گے۔ اور تبادولِ صورت یہ کہ دقیاؤس سے سو سال پہلے اینٹوینس (۱۳۸-۱۹۱ء) کے زمانے میں سوئے ہوں۔

حضورِ صلعم کی زندگی میں مختلف صحابہ نے قرآن جمع کیا تھا۔ ان میں کہیں کہیں اعراب یا قرأت کا اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ جسے حضرت ابوبکرؓ نے ایک معیاری نسخہ تیار کرانے کے بعد ختم کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (ایک مقتدر صحابی) کے قرآن میں لَبَشْرُ اِیْ کے ہفہم سے پہلے قَالُوا کا لفظ بھی تھا۔ بات صحت ہو گئی۔ کہ ۳۰۹ سال کا اندازہ انسانی تھا۔ نہ کہ خدائی۔

(لغز: ص ۱۲۶)

مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اصحابِ کہف پر ایک مفصل مقالہ لکھا تھا۔ جسے ادبستان لاہور نے دو اور مقالات یعنی ذوالقرنین اور یاجوج۔ ماجوج کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ اس میں رقیم کے متعلق لکھتے ہیں کہ:-

”رقیم وہی لفظ ہے۔ جسے تورات میں راقیم کہا گیا ہے۔“

(اصحابِ کہف: ص ۱۳)

تورات میں یہ لفظ چار مرتبہ استعمال ہوا ہے:-

۱: حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے ایک کا نام منشی تھا اور

ایک کا یہوداہ۔ ان کی اولاد میں ایک ایک رقیم بھی تھا:-

۲: رقیم بن فرس بن کیر بن منشی۔

(۱- تاریخ ۱۶)

اور ۳: رقیم بن کالب بن حصرو بن یہوداہ۔

(۱- تاریخ ۳۳-۳۴)

۲: مدین کے ایک بادشاہ کا نام بھی رقیم تھا۔ (گنتی ۳۱/۸)

۳: قیصر کی غربی شاخ کا دار الخلافہ روم (اٹلی) تھا۔ اس کے بادشاہوں کا سلسلہ سیزر (۴۴۴ ق م) سے شروع ہوا تھا۔ سیزر سے پہلے روم میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ جو کبھی کبھی متحد ہو جاتی تھیں۔ سیزر پہلا بادشاہ تھا اور رومیوں (۴۷۶ء) آخری۔ ان بادشاہوں کی تعداد ۵۰ تھی۔ ۳۳۰ء میں یہ سلطنت تقسیم ہو گئی اور قسطنطین اول (۳۰۵-۳۳۷ء) نے ۳۳۰ء میں قسطنطنیہ کو پائے تخت بنالیا۔ تھیودوسیوس دوم اسی شاخ کا گیارھواں بادشاہ تھا۔

۳ : نیز ایک شہر کا ، جو بن یامین کے حصے میں آیا تھا۔ یہ یروشلم کے مغرب میں تھا۔ (یشوع ۷/۲۴)

ہو سکتا ہے کہ رقیق سے مراد یہی شہر ہو۔ لیکن اس امکان کی تائید نہ کسی دیگر تحریر سے ہوتی ہے اور نہ کھدائیوں سے۔ دوسری طرف اہلسن کے متعلق کافی شہادتیں موجود ہیں۔ اس لیے اغلب یہی ہے کہ یہ غار اہلسن ہی میں تھا۔

اُن کی تین سو سالہ نیند کے متعلق مولانا آزاد کا خیال یہ ہے کہ :

کثرت عبادت سے بعض اوقات استغراق ، سرخوشی ، محویت اور فنا کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ انسان جسم کے تقاضوں (غور و نوش) کو پورا کیے بغیر بھی برسوں بلکہ صدیوں زندہ رہ سکتا ہے۔

دوسری جنگ عظیم میں بڑے ایک ہائی فائر سے ایک ایسا پھکشور آمد ہوا تھا۔ جو ایک سال پہ آسن جما کر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اُس کے سارے بال سل پہ بکھرے پڑے تھے۔ وہ جب ہوش میں آیا تو اُس نے بتایا کہ وہ چار سو برس سے محویت میں ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ڈاکٹر الیکزینڈر کاف نے اپنی کتاب INVISIBLE INFLUENCE میں لکھا ہے کہ :

جب وہ تبت میں پہنچا۔ تو وہاں دلائی لامہ نے اُسے ایک ایسا پھکشور دکھایا جو کئی صدیوں سے ایک تابوت میں بند تھا اور پھر بھی زندہ تھا۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے میری کتاب : "من کی دنیا")

۱۹۲۵ء میں مدراس کا ایک جوگی یہاں کیسلیپور میں آیا۔ اور اُس نے اعلان کیا۔ کہ وہ دریائی تہ ، اور کئی بند قبر میں برسوں زندہ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ آزمائش کی خاطر اُسے آٹھ فٹ گہری قبر میں گاڑ دیا گیا۔ اور ٹھیک چوبیس گھنٹے کے بعد نکالا گیا۔ ڈاکٹر نے اُسے دیکھ کر اُس کی موت کا اعلان کر دیا۔ لیکن مرن وومنٹ بعد اُس نے "ہری ادم" کا نعرہ لگا کر دنیا کو حیران کر دیا۔ میں اس واقعہ کا معنی شائد ہوں۔

یا قوت حموی (۱۶۲۶ھ) معجم البلدان (ج ۴، ص ۲۷) میں لکھتے ہیں کہ :

اصحاب کہف کا غار روم کے ایک شہر اہلسن میں تھا۔ یہ سات آدمی تھے جو اس غار میں صدیوں لیٹے رہے۔ ایک دفعہ خلیفہ واثق عباسی (۲۲۷-۲۳۲ھ) نے محمد بن موسیٰ خوارزمی منجم کو غار (کہف) کی تلاش میں بھیجا۔ وہ پرتے پھرتے روم کے ایک پہاڑ بلد الروم پہ جانکلا۔ وہاں ایک غار کے منہ پر ایک مکان

۴ : میرزاوی ایک فوجی افسر ہے۔ جو برما میں لڑ چکا تھا۔

بنا ہوا تھا۔ جس میں ایک محافظ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اُس سے مدد چاہی۔
تو وہ مجھے غار میں لے گیا۔ وہاں ایک عجیب منظر دیکھا کہ تیرہ صحیح و سالم
لاشیں قطار میں رکھی تھیں۔

محافظ نے بتایا کہ ان میں سے سات اصحاب کہف کی ہیں اور باقی
بعد میں تبرکاً وہاں رکھ دی گئی ہیں۔ اُن کے روشن چہرے کھلے تھے۔ اور
اجسام چادروں سے ڈھکے ہوئے۔

محافظ نے مزید بتایا کہ ان کے بال اور ناخن بڑھ جاتے ہیں۔ جنہیں
گاہے ماسے کا شاپڑتا ہے۔ (معجم۔ ج ۴، ص ۲۷)

حضرت ابو بکر صدیق نے آغازِ خلافت میں حضرت عبادہ بن الصامت کو دعوتِ اسلام
کے لیے شاہِ روم کی طرف بھیجا تھا۔ اس سفر میں عبادہ نے بھی اس غار کو دیکھا تھا۔ (ایضاً)
ان کے نام یہ تھے :-

✽ مکشئینا ✽ مشیلینا ✽ مرطونس ✽ یلیجا
✽ دیریوس ✽ سراجیون اور افس قطیرس

اُن کے گتے کا نام قطیر تھا۔ شاہِ وقت کا دقیاؤس اور غار کا رقیم۔ یہ غار روم میں عموریہ
و انیقید کے درمیان تھا۔

ماخذ :- ۱ : معجم۔ ج ۴، ص ۲۷

۲ : شاس۔ ص ۴۵

۳ : ڈاس۔ ص ۲۲

۴ : لقر۔ ص ۱۲۶

۵ : اصحاب کہف۔ ص ۷، ۳۲

۶ : تفسیر۔ ج ۳، ص ۱۰، ۱۲

۷ : زوالِ روم۔ باب ۳۳

۸ : قرآن مقدس

۹ : ہاشیل

۳۷۔ اعراب

قرآن حکیم میں یہ لفظ دس دفعہ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی ہیں :- صحرائی۔ صحرائیں۔ یعنی وہ دیہاتی عرب جو صحراؤں میں غیمے تان کر رہتے تھے۔

لفظ 'عربی' کے معنی ہیں :- ایسا شخص جس کی زبان عربی ہو۔ خواہ وہ شہری ہو یا دیہاتی۔ اور 'اعراب' سے مراد فقط صحرائیں ہیں۔ اس لفظ کی ہیئت جمع کی سی ہے۔ لیکن اس کا واحد نہیں ہوتا۔

مآخذ :- ۱: مفتی الارب: "اعراب"

۳۸۔ الْأَعْمَى

روایت ہے کہ ایک دن حضور صلعم بعض اشراف قریش سے معروف گفتگو تھے۔ لیکن ابولہیٰ حضرت انسؓ سے راوی ہیں کہ حضورؐ کی مجلس میں اُس وقت موت اُبی بن خلف تھے۔ اور ابی عتبہؓ فرماتے ہیں کہ تین آدمی تھے :

۱: عتبہ ۲: ابوہل اور ۳: عباسؓ

ابن المنذر کی روایت ہے کہ عتبہ کے ہمراہ شیبہ اور اُمیہ بھی تھے۔ اُدھر سے ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن مکتوم آگئے اور بلند آواز سے کہنے لگے کہ اے رسول :-

عَلَّمَنِي مِمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ - (حدیث)

(مجھے بھی وہ سکھاؤ جو تمہیں اللہ نے سکھایا ہے۔)

حضورؐ اُس بے وقت مداخلت سے برہم ہو گئے۔ تیوری چڑھالی اور منہ پھیر لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جولین وکالین : ۳۸۸)

عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى
يَدْرِيكَ لَعَلَّهٗ يَسْرِكِي

(عجب :- اس نے)

(رسول کے پاس ایک امدھا آیا - اور اُس نے چپیں بجھیں ہو کر منہ پھیر لیا۔
تھیں کیا خبر کہ شاید وہ مزید سنو رہا تھا۔)
مولانا عبدالماجد دریا بادی اعلیٰ القرآن (۱۴۵) میں لکھتے ہیں کہ :
ناہینا کا اصل نام عمرو بن قیس بن زائدہ تھا۔ اور ابن مکتوم اُن کی کنیت
تھی، یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ماموں زاد بھائی تھے اور کچھ عرصہ کے لیے
حضور مسلم کے موذن بھی رہے تھے۔

مأخذ :-

۱ : جلالین و ماشیہ : ۴۸۸

۲ : اعلیٰ : ۱۴۵

۳۹ - الذِّیْ آتَيْنَاہُ الْآیَاتِیْنَ

یہ ایک آیت کا حصہ ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے :-

”وہ شخص جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں۔“

پوری آیت یوں ہے :-

”اے رسول ! تم انہیں اُس شخص کا حال سناؤ جسے ہم نے اپنی
آیات دی تھیں اور وہ اُن سے منحرف ہو گیا۔ چنانچہ شیطان نے اُس کا
پیچھا کیا۔ اور وہ بھٹک گیا۔“ (اعراف : ۱۷۵)

یہ شخص کون تھا۔ اور کس زمانے میں تھا؟ اس کا یقینی علم ہمیں حاصل نہیں۔ مفسرین میں سے
بیشتر نے اس سے بلعم باعور مراد لیا ہے۔ جو نوے علیہ السلام کے زمانے میں مدین کا ایک کاہن تھا۔
جو عراق کے ایک قصبے پتھار سے وہاں گیا تھا۔ متقی اور خدا ترس۔
صاحب جلالین لکھتے ہیں :-

وَهُوَ بَلْعَمُ بْنُ بَاعُورٍ مِنْ عِلْمَاءِ بَنِي

إِسْرَآئِيلَ سُئِلَ أَنْ يَدْعُوَ عَلَى مُوسَى وَمَنْ

مَعَهُ وَأَمَدَّى إِلَيْهِ شَيْئًا فَنَدَا فَأَنْقَلَبَ عَلَيْهِ

وَأَسْدَلَ لِحْزَامَهُ عَلَى صُلْبِهِ - (جلالین : ۱۴۲)

(کہ اس کا نام بلعم بن باعور تھا۔ یہ بنو اسرائیل کا ایک عالم تھا۔ جس سے کہا گیا۔ کہ موسیٰ اور بنو اسرائیل کے لیے بددعا کرو۔ اس سلسلے میں اُسے تحائف بھی دیے گئے۔ چنانچہ اُس نے بددعا کی۔ وہ اُلٹی پڑ گئی اور اُس کی زبان اُس کے سینے پہ نکل پڑی) بلعم بعور کا پورا قصہ بائبل کی ان کتابوں میں دیکھیے۔

گنتی : باب ۲۲-۲۴، ۳۱-۱۶

استثنا : ۲۳-۵

اوریشوع : ۱۳-۲۲، ۲۳-۱۰-۹

مختصر آئیہ کہ :-

جب موسیٰ علیہ السلام سات لاکھ اسرائیلیوں کے ہمراہ موآب کے میدانوں میں پہنچے۔ اور وہاں کے بادشاہ بلق کو خطرہ محسوس ہوا کہ اسرائیلی اور اُن کے ریوڑ سب کچھ چٹ کر جائیں گے۔ تو اُس نے بلعم کے پاس اپنے خاص آدمی تحائف دے کر بھیجے اور التماس کی۔ کہ آؤ اور قوم موسیٰ کے لیے بددعا کرو۔ بلعم نہ مانا۔ بلق نے دوبارہ آدمی بھیجے اور وہ اسے بزاری و زر لے ہی آئے۔ موآب میں آکر بلعم نے کہا۔ کہ خدا کا غضب صرف بدکاروں پہ نازل ہوتا ہے۔ اس لیے تم اپنی عورتوں کو ذرا آزادی دے دو۔ تاکہ اسرائیلیوں میں گناہ کی ترغیب پیدا ہو۔ چنانچہ اس مشورے پر عمل ہوا اور :-

”اور لوگوں نے موآبیوں کی بیٹیوں سے زنا کیا..... تب خداوند کا قبر بنی اسرائیل پہ بھڑکا اور خداوند نے موسیٰ سے کہا۔ کہ قوم کے سرداروں کو پکڑو۔ اور انہیں سورج کے سامنے لٹکا دو۔“

(گنتی : ۲۵-۱-۵)

ان میں دبا بھی پھوٹ پڑی۔ جس سے بیس ہزار اسرائیلی

۱۔ : موآب اُس وقت بحیرہ مُردار کے مشرقی ساحل پہ ایک ریاست تھی۔ جس کے بادشاہ کا نام بلق تھا۔

ہلاک ہو گئے۔

(ایضاً ۲۵/۹)

بالآخر جب موسیٰ علیہ السلام نے اہل مدین پر حملہ کیا۔ تو بلیغ نے مقابلہ کیا۔
اور مارا گیا۔

مآخذ :- ۱ : ڈاب - مک

۲ : بائبل

۳ : جلالین - ص ۱۲۲

۴ : اعلام - ص ۵۵

۵ : قرآن حکیم

۴۰۔ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ (واقعہ انک)

یہ ایک لمبی آیت کا ٹکڑا ہے۔ بات یوں ہوئی کہ :-

حضرت مسلم شہیدؒ میں غزوہ بنو المصطلق (یا غزوہ مُرَیْسِج) سے واپس آرہے تھے۔ کہ ایک منزل پر حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہو گیا۔ وہ ادھر ادھر تلاش کر رہی تھیں۔ کہ اُن کا ساربان چل دیا۔ اور وہ پیچھے رہ گئیں۔ کچھ وقفے کے بعد وہاں لشکر کا آخری آدمی صفوان بن مَعْقِلؓ، جس کا کام گری پڑی چیزیں سمیٹنا تھا، آ گیا۔ اُس نے حضرت عائشہؓ کو دیکھ کر فوراً آوٹ بٹھایا۔ اور آپ کو سوار کر کے لشکر سے جا ملا۔ اس پر لوگوں نے بڑی باتیں بنائیں۔ ان میں سے چار خصوصیت سے قابل ذکر ہیں :-

۱ : حشاش بن ثابت (شاعرِ رسالت)

۲ : منطرح بن اثاثہ -

۳ : حَمْنَه بنت جَحْش -

۴ : عبد اللہ بن ابی -

لہ : چونکہ یہ تصادم مُرَیْسِج نامی ایک گھوڑی پر ہوا تھا۔ جو بنو المصطلق کی ملکیت تھا۔ اس لیے یہ غزوہ دونوں ناموں سے مشہور ہے۔ یہ مقام مدینہ سے اندازاً سو میل دور تھا۔

عبداللہ بن اُبی نے بہتان طرازی میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ اس پر حضور صلعم ایک ماہ تک دلیگیر رہے۔ اور حضرت عائشہؓ روتی رہیں۔ بالآخر یہ آیات نازل ہوئیں۔ جس پر حضور صلعم نے حضرت عائشہؓ کو مبارک بلا دی۔

”جن لوگوں نے یہ بہتان تراشا ہے۔ وہ تم میں سے ایک گروہ ہے۔ اس واقعہ کو اپنے لیے شر نہ سمجھو۔ بلکہ یہ خیر ہے۔ ہر شخص کو اُس کے گناہ کی سزا ملے گی۔ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ اور جس شخص (عبداللہ) نے سب بڑھ کر حصہ لیا ہے۔ وہ المناک عذاب کا شکار ہوگا۔“

(نور : ۱۱)

مآخذ :- ۱: اعلام - ص ۶۱

۲: جلالین - ص ۲۹۳

۴۱۔ الَّذِي حَاجَّ اِبْرَاهِيمَ (مُرُود)

(وہ شخص جس نے ابراہیم سے اللہ کے متعلق بحث کی تھی)

پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے :-

”کیا تو نے اُس شخص کی حالت نہیں دیکھی جسے اللہ نے سلطنت عطا کی تھی۔ لیکن وہ بجائے شکر، ابراہیمؑ سے اللہ کے متعلق بحث کرنے لگا۔ ابراہیمؑ نے کہا۔ میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا اور چھینتا ہے۔ کہنے لگا۔ یہ تو نہیں کہہ کر سکتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا۔ میرا رب سورج کو مشرق سے مغرب کی طرف لاتا ہے۔ تو اسے مغرب سے مشرق کی طرف لا۔ کافر بہت ہو گیا۔ اور اللہ عالموں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔“

(بقرہ : ۲۵۸)

تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد مُرُود بن کوثر بن عام بن نُوح ہے۔ مگر اسے ذوالقرنین کی طرح ماری دینا کا بادشاہ قرار دیتا ہے۔

روایات میں ہے کہ مُرُود کو نجومیوں نے بتایا کہ اُس کی رعایا کا ایک بچہ اُسے عبادت کر دے گا۔ چنانچہ اُس نے تمام بچوں کو مار ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اُزیر کی بیوی اُوشہ کوئی ایسی چالاک علی کہ مُرُود (عجلیم) تک گیا۔ جب ابراہیمؑ بڑا ہوا۔ تو مُرُود سے اُس کے کئی مقابلے ہوئے۔

پہلا علی تھا۔ اللہ کی ہستی کے متعلق۔ جس میں فرد کو شکست ہوئی۔ اُس نے یہ دیکھنے کے لیے کہ خدا آسمانوں میں بھی ہے یا نہیں۔ چار طاقتور عقاب ایک تختے کے ساتھ باندھ کر آسمان کی طرف اڑا دیے اور خود تختے پر بیٹھ گیا۔ جب عقاب ٹھک کر زمین کی طرف لوٹے۔ تو یہ گر پڑا۔ لیکن بچ گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک اونچا مینار (مینار بابل) بنوایا۔ جس کے معماروں اور مزدوروں کی بولیاں بدل گئیں اور کام ترک کیا۔

آخری مقابلہ بتوں کے متعلق ہوا۔ کہ ایک دی حضرت ابراہیمؑ شہر کے سب سے بڑے بت خانے میں داخل ہو گئے اور تمام بت توڑ ڈالے۔ اس پر فرد نے انہیں آگ میں پھینک دیا۔ لیکن آگ سرد ہو گئی۔ فرد نے انہیں اور ان کے پیروؤں کو بار بار بھوکے چیتوں اور شیروں کے آگے بھی پھینکا۔ لیکن وہ آتے، سر جھکاتے اور ان کے پاؤں کو چاٹ کر لوٹ جاتے۔

فرد کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ وہ جنگل میں پلا۔ ایک شیرنی نے اُسے دودھ پلایا۔ اور جب وہ بڑا ہوا۔ تو شہر میں آیا۔ باپ کو قتل کیا۔ تخت پہ قبضہ جمایا اور اپنی ماں اُلکسائی (یا سلخا) سے شادی کر لی۔ (شاس : ۴۳) اس کی وجہ نجومیوں کی یہ پیش گوئی تھی۔ کہ کوش (اور روایت کنگان ی کوش) کو اُس کا اپنا بیٹا تباہ کرے گا۔ چنانچہ اُس نے اپنے بچوں کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ لیکن سلخا نے کسی تدبیر سے اُسے بچا کر جنگل میں بھیج دیا۔

آزرد فرد کا مشیر تھا۔ اس نے اپنے آقا کے لیے ایک نہایت حبیبی محل تیار کرایا۔ جس میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی تھیں۔ (ایضاً)

مورخ طبری کی رائے (شاس : ۴۳) ہے۔ کہ ایران کا فتحاک

ہی فرد تھا۔

ڈاکٹر سمیتہ لکھتا ہے (ڈاب : ۴۵۹) کہ :

شروع میں فرد مرف با بلونیا کا بادشاہ تھا بعد میں اس نے شمالی عراق میں آشوریا کو بھی اپنی پٹیٹ میں لے لیا۔ جنوبی عراق میں بابل شہر اس کا دار الحکومت تھا۔ جس کے آثار اب برآمد ہو رہے ہیں۔ اور شمال میں نینوی، بابل اور نینوی کے کتبوں میں فلان لکھو کہ کوش کا بار بار ذکر آتا ہے۔ لیکن :

COSSAEI ' CISSIA

CUTHA ' CHUZISTAN

(خوزستان) کی شکل میں۔ تحقیقی کا اندازہ یہ ہے۔ کہ اس خاندان کے اقتدار کا آغاز ۲۲۰۰ ق م کے قریب ہوا تھا۔ یہ نو سو برس تک زندہ رہا۔ اور اس کا خاتمہ تقریباً ۱۳۰۰ ق م میں ہوا۔

حال ہی میں قدیم شام کا ایک ایسا کیلنڈر برآمد ہوا ہے۔ جس میں درج ہے کہ :
ماو کا نوں (غالباً جنوری) کی پچیسویں تاریخ کو ملک بھر میں عید منائی
جاتی تھی۔ غالباً ابراہیم کو اسی روز آگ میں پھینکا گیا تھا۔

(ڈاس : ص ۳۳۲)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : " بابل "۔

مآخذ :- ۱ : ٹاس - ص ۲۲۸

۲ : ڈاب - ص ۲۵۶

۳ : ڈاس - ص ۳۳۲

۴ : کتاب الہدیٰ - ص ۳۸۱

۵ : قرآن مقدس - -

۲۲۔ الَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ (عُزَيْر)

پوری آیت یوں ہے :-

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ

خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا (بقرہ : ۲۵۹)

(کیا تم نے اُس شخص کی کہانی پہ نظر ڈالی۔ جو ایک تباہ شدہ
بستی کے پاس سے گذرا اور کہنے لگا۔ کہ خدا اس بستی کو کیسے زمرہ کرے گا؟
سوال اللہ نے اُسے سو سال کے لیے ٹکلا دیا (یا مار دیا) اور پھر جگا کر (بازمردہ
کر کے) پوچھا۔ کہ تم کتنی مدت سوئے رہے۔ کہنے لگا۔ ایک دن یا دن کی
کوئی کسر۔ اللہ نے فرمایا۔ کہ تم پورے سو سال تک سوئے ہو۔ ذرا کھانے
پینے کی اشیاء پہ نظر ڈالو۔ کوئی چیز خراب نہیں ہوئی۔ دوسری طرف اپنے
گدھے کو دیکھو۔ کہ اُس کا نشان تک مٹ گیا ہے۔ ہم تمہیں اپنا ایک نشان
بنانا چاہتے ہیں۔ اس لیے ان ہڈیوں کو دیکھو۔ کہ ہم انہیں کس طرح ترتیب
دیتے اور ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ جب اُس نے یہ تمام واقعہ دیکھا۔
تو کہنے لگا۔ مجھے یقین آ گیا ہے۔ کہ اللہ ہر چیز پہ قادر ہے۔)
تقریباً تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ :-

تباہ شدہ بستی سے مراد یوزروشلیم ہے۔ جسے ۷۰۰ ق م کے قریب بابل کے ایک ظالم بادشاہ بخت نصر نے تباہ کر دیا تھا۔ اور شخص سے مراد حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔ چونکہ ایران کی تاریخ سے حضرت عزیر علیہ السلام کا گہرا تعلق رہا ہے۔

اس لیے اُس وقت کی تاریخ مختصراً پیش کرتا ہوں :-

میڈیا :

آپ نے سنا ہوگا کہ ولادتِ مسیح سے کوئی اڑھائی ہزار سال پہلے آریائی قبائل وسطی ایشیاء سے ایران میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں سے چھ وحشی قبائل، جو مغربی ایران میں آباد ہو گئے تھے۔ متحد ہو کر ایک آزاد ریاست کے متعلق سوچنے لگے۔ بالآخر ان لوگوں نے ایک چھوٹی سی حکومت قائم کرنی۔ جو میڈیا کہلاتی تھی۔ اس نے ۲۴۵۸ ق م میں ریاستِ بابل پہ قبضہ کر لیا۔ اُس کے بعد کیا ہوا۔ ہم اس کی سترہ سو سالہ تاریخ سے مطلقاً نا آشنا ہیں۔ اگر علم ہے تو صرف اتنا ہی کہ یہ اشوریا کے سامنے ہمیشہ دبی رہی۔ ۷۰۸ ق م میں اس نے اشوریا کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور یہی وہ زمانہ ہے۔ جس میں اس کے چار بادشاہوں کے نام ملتے آتے ہیں۔ یعنی :-

۱ : ڈیاسس (DEIOCES)

۲ : فرارٹس (PHROARTES)

۳ : کیخسرو - اور

۴ : آستیاگس (ASTYAGES)

۷۵۰ ق م میں میڈیا ایک عظیم طاقت بن گیا۔ جس کی حدود بحیرہ خزر سے ارمینیہ اور مغرب میں بحیرہ مارمورا (ترکی) تک پھیل گئیں۔ یہ ریاست طولاً کوئی پندرہ سو میل تھی۔ عرضاً چار۔ پانچ سو میل۔ اور کل رقبہ چھ لاکھ مربع میل کے قریب تھا۔ ۷۲۵ ق م میں کیخسرو نے بابل اور اشوریا دونوں پہ قبضہ کر لیا۔ یہی وہ زمانہ ہے۔ جب خود ایرانی ابھرنے کے لیے بے تاب ہو رہے تھے۔ بالآخر انھیں سائرس کی صورت میں ایک انقلابی رہنما مل گیا۔ جس نے ۵۵۹ ق م میں میڈیا کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور میڈیا کے آخری بادشاہ آستیاگس کو پکڑ کر اُس کی سلطنت پہ قبضہ کر لیا۔ اس فوری فتح سے اُس کے حوصلے اتنے بڑھ گئے۔ کہ اس نے لیڈیا پر جو ایشیاء صغیر کے جنوبی ساحل پہ ایک ریاست تھی۔ ۵۴۷ ق م میں قبضہ کر لیا۔ چند سال بعد ریاستِ بابل اور ۵۳۸ ق م میں اشوریا کا الحاق کر لیا۔ اور ۵۲۹ ق م میں پارٹیا کے خلاف لڑتے ہوئے مارا گیا۔ (ڈیاب : ۳۹۲)

۱ : یا قوتِ حموی کو اختلاف ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بستی سے مراد دیر ہرقل ہے۔ جو بعد و عہدِ کرم کے درمیان واقع تھی۔ (مجم : ج ۴ دیر)

اشوری

اشور، حضرت نوح کا پوتا اور سام کا فرزند تھا۔ اس کی اولاد نے ۱۲۷۳ ق م کے قریب نینوا (موصل کے مشرق میں) میں ایک ریاست کی بنیاد ڈالی۔ جو رفتہ رفتہ مشرق میں ہمدان - شمال میں ارمنیہ اور جنوب میں فلیج ایران تک پھیل گئی۔ اس کے سلاطین کا پہلا سلسلہ چودہ بادشاہوں پر مشتمل تھا۔ جو ۱۲۷۳ ق م سے ۹۳۰ ق م تک (سائرس تین سو سال) حکومت کرتا رہا۔ ان میں اہم ترین سلطان تھلث پیلسر (TIGLATH PILSER) تھا۔ جس نے بارہویں صدی کے آخر میں حکومت کی تھی۔

۱۱۰۰ ق م میں اشوریوں نے میڈس پہ حملہ کیا۔ اور ہرات تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ ۸۲۴ ق م میں شال منیسٹر (SHAL MANESER) نے میڈیا پہ ایک اور حملہ کیا۔ اور سالانہ خراج کی شرط عائد کر دی۔ ۸۱۰ ق م میں رامن سوم (RAMMAN III) اور ۷۲۲ ق م میں سارگن دوم نے حملہ کیا۔ اور بڑی تباہی مچائی۔ یہ سلسلہ ۷۰۵ ق م تک جاری رہا۔

۷۰۵ ق م میں میڈیا کے ایک نوجوان ڈیکس (DEIOCES) نے بڑی جدوجہد کے بعد میڈیا کو نیم آزاد کرالیا۔ لوگوں نے اسے ہی بادشاہ بنادیا اور ہمدان اس کا دارالحکومت قرار پایا۔ اس نے ۵۰ برس حکومت کی۔

۷۵۵ ق م میں اس کا رط کا فرارٹس (PHRAORTES) تخت پہ بیٹھا۔ اس نے اشوریوں کا باقی ماندہ اثر ختم کرنے کے لیے ان پہ حملہ کر دیا۔ اور بڑی طرح مار کھائی۔ بعد ازاں پھر اس کے جانشین (CYAXARES) نے نینوا کا محاصرہ کیا۔ پہلے شکست کھائی۔ لیکن ۶۲۵ ق م میں اشوریا کو مٹا دیا۔ (ذباب : ص ۵۵)

کیانی :

زوال اشوریا کے بعد میڈیا ایک خوفناک طاقت بن گیا۔ لیکن CYAXARES کے جانشین ASTYAGES نے اتانگاہ کیا۔ کہ اس کی طاقت ٹوٹ گئی۔ چنانچہ ایران کے ایرانی النسل بادشاہ سائرس (CYRUS) نے اسے شکست دے کر ۵۵۹ ق م میں میڈیا پہ قبضہ کر لیا اور خاندان کیانی کی بنیاد لانے کے بعد پہلے لیڈیا (موجودہ ترکی کا جنوب مغربی علاقہ) اور پھر ۵۳۸ ق م میں سلطنت بابل پہ قابض ہو گیا۔ ۵۲۹ ق م میں پارٹیا کی جنگ میں ہلاک ہو گیا۔ یہ میڈیا کے آخری بادشاہ استیاگس کا نواسہ تھا۔

۱۰ : اشوریوں میں اس نام کے دو اور بادشاہ بھی تھے۔ شال منیسٹر دوم (۸۸۴ - ۸۶۰ ق م) جس کے متعلق کئی کتبے اور مجسمے برآمد ہوئے ہیں۔ ایک تیسرا بھی تھا۔ جس کے متعلق معلومات ندرت سے ملتے ہیں۔ ۷۲۲ - ۷۲۲ ق م تھا۔ اس کے متعلق بھی ایک کتبہ ملا ہے۔ (پیلز : ص ۱۰۰)

شاہانِ کیانی کی فہرست یہ ہے :-

شمار	نام	زمانہ سلطنت	ریار کس
۱	سائرس	۵۵۹-۵۲۹ ق م	بانی سلطنت -
۲	کیئکس	۵۲۱ ق م	۵۲۵ ق م میں مصر فتح کیا۔ اور آخر میں خودکشی کر لی۔
۳	دارا - اول	۴۸۵ ق م	مشرق میں پنجاب و سندھ اور مغرب میں مقدونیہ اور قریس فتح کیے۔
۴	خسرو - اول	۴۲۴ ق م	
۵	کیئکس - اول	۴۲۵ ق م	
۶	خسرو - دوم	۴۲۴ ق م	
۷	سکودریس	۴۲۴ ق م	
۸	دارا - دوم	۴۰۵ ق م	
۹	سائرس - دوم	۳۵۸ ق م	
۱۰	کیئکس - سوم	۳۳۶ ق م	
۱۱	دارا - سوم	۳۳۰ ق م	اسے سکندر یونانی نے ہلاک کیا تھا۔

- ۱ : سائیکس :- تاریخ ایران - باب دوم
۲ : ڈاب - زیر عنوان اشوریا، میدیا - و سائرس -

اشوریا کے کتبے

لیسن "ہیمر" عہدِ بابل کی کہانی " میں لکھتا ہے کہ :

آشور عراق کا ایک شہر ہے۔ جو نیوا سے ساٹھ میل جنوب میں واقع تھا۔
داراب اس کے کھنڈرات برآمد ہو رہے ہیں۔ آغاز میں یہ شہر آزاد تھا۔ پھر بابل
کے ایک بادشاہ حمورابی (۱۷۵۸-۱۶۸۶ ق م) نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پانچ سو
سال بعد جب اسرائیلی مصر سے نکل رہے تھے۔ تو آشور نے بابل پر قبضہ کر لیا۔
یہ سلطنت سات سو سال تک زندہ رہی۔

۸۲۵ ق م میں اے۔ ایچ۔ لیئرڈ نے نیوا میں کھدائی کرائی اور اشوریا کے متعلق
بہت سے کتبے نکل آئے۔ جس سے اس کی تاریخ مرتب ہو رہی ہے۔ (عہدِ بابل کی کہانی ص ۷۸)

عزیر یا عزرا کی کہانی :

عزرا کی کتاب (بائبل میں شامل) میں لکھا ہے کہ :

جب سائرس نے یروشلم میں اللہ کے معبود کو دوبارہ بنانے کا اعلان کیا۔ تو بابل میں سکونت پذیر اسرائیلی بہت خوش ہوئے اور انھوں نے منوں کے حساب سے سونے اور چاندی کے برتن جمع کیے۔ سائرس نے بھی سرکاری خرانے سے مدد کی۔ اور ہزاروں اسرائیلی اس کام کے لیے بابل سے چل پڑے۔ یہ لوگ کار تعمیر میں مشغول تھے کہ کینخرو نامی ایک غاصب آٹھ ماہ کے لیے تخت کیا بی بیہ قابض ہو گیا۔ اور اُس نے تعمیر روک دی۔ لیکن دارائے اول (۴۸۵ ق م) نے ۵۲۰ ق م میں دوبارہ تعمیر کی اجازت دے دی۔ اور یہ کام دارا کے چھٹے سال جلوس میں مکمل ہو گیا۔ جب کینخرو تخت نشین ہوا۔ تو حضرت عزیر نے اُس سے اسرائیلیوں کے ایک قافلے کے ہمراہ یروشلم جانے کی اجازت مانگی، جو مل گئی۔ اور یہ ہزار ہا اسرائیلیوں کے ہمراہ کینخرو کے ساتویں سال جلوس (۴۵۹ ق م) میں بابل سے نکلا اور چوتھے چھینے منزل پہ جا پہنچا۔ وہاں جا کر کئی کام کیے۔ مثلاً :

۱ : جنی اسرائیلیوں نے لادیں، جو یاں کر رکھی تھیں۔ انھیں طلاق پہ آمادہ کیا۔

۲ : تورات دوبارہ لکھی۔ روایت ہے کہ ان پر دوبارہ نازل ہوئی تھی۔

۳ : عبرانی کی جگہ کالڈیائی رسم الخط جاری کیا۔

۴ : اور یہ کتابیں لکھیں :-

✧ عزرا ✧ نحمیاہ ✧ آستر

اور شاید ✧ دانیال اور حزقی ایل بھی۔

(ڈاب : ص ۱۸۹)

عزیر کا ذکر یا تو کینخرو کے ساتویں سال میں آتا ہے اور یا بیسویں سال میں۔ بیچ کے تیسریں میں وہ کہاں رہے ؟ اور بیسویں سال کے بعد وہ کہاں چلے گئے تھے ؟ اس کے متعلق تاریخ خاموش ہے۔ البتہ یہودیوں کی ایک روایت کے مطابق وہ یروشلم سے ایران چلے گئے تھے اور وہیں وفات پائی۔

(ڈاب : ص ۱۸۹)

کسی تاریخ یا تفسیر سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اُن پر سو سال کی فیند کب وارد ہوئی تھی۔ اگر اس واقعہ کا انتساب اُن کی طرف صحیح ہے۔ تو پھر یہ سائرس

کے زمانے (۵۵۹-۵۶۹ ق م) سے کم از کم سو سو سال پہلے، یعنی :
۴۸۰-۴۹۰ ق م کے درمیانی عرصے میں پیش آیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

عزیر علیہ السلام کا شجرہ یہ ہے :-

عزرا (عزیر) بن سرایاہ

بن عدریہ

بن خلثیاء.....

بن الیعزر بن مارون بن عمران۔

(عزرا : ۱-۵)

مآخذ :-

۱ : معجم - ج ۴ ، "دیر"

۲ : ڈاب - ص ۵۸ ، ۱۲۷ ، ۱۸۹ ، ۳۹۲

۳ : پیپلز - ص ۱۰۷

۴ : عہد بائبل کی کہانی - ص ۷۶

۵ : بائبل - عزرا کی کتاب۔

۶ : تاریخ ایران - باب ۱۰-۱۲

۷ : قرآن مجید۔

۴۳- اللہ

دنیا کی تمام اُمتوں میں، خواہ وہ مؤمن ہوں یا مشرک۔ ایک ایسی ذات کا تصور ملتا ہے۔ جو ساری کائنات کی خالق، قادر مطلق، سمیع و بصیر اور تمام اعلیٰ صفات سے آراستہ ہو۔ سرِ بانی و کلدانی میں اسے الٰہیہ۔ عربی میں ابوہیم یا یہوہ اور عربی میں اللہ کہتے ہیں۔

بعض محققین کا خیال یہ ہے۔ کہ یہ کلمہ کی تحریف ہے۔ جو شامی کتبوں میں ملتا ہے۔ یہ کتب دوسری صدی مسوی میں شام کے ایک شہر خوران کے نواح سے نکلے تھے۔ کلمہ کے معنی ہیں :- معبد۔ جو بعد میں بمعنی معبود استعمال ہونے لگا۔ (ڈاس : ۱۴۱)

ایک اور رائے یہ ہے کہ :

اللہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ دراصل اللہ تھا۔ اس پر تعریف کا آل داخل ہوا

تو یہ آلاءِ الہیہ بن گیا۔ اور پھر اللہ رہ گیا۔ ملائے عقائد کے ہاں یہ خدا کا ذاتی نام ہے۔

جو ظہور اسلام سے صدیوں پہلے عرب میں استعمال ہو رہا تھا۔ عرب اللہ کو خالقِ کل، قادر مطلق اور رب العالمین سمجھتے تھے۔

عبدِ جاہلیت کا ایک شاعر اُمیہ بن ابی الصلت کہتا ہے :-

إِلَٰهَ الْعَالَمِينَ وَكُلِّ اِبْرَضٍ

وَرَبُّ التَّرَاسِيَاتِ مِنَ الْجِبَالِ

(اللہ ساری زمین بلکہ سارے جہانوں کا معبود اور حکم پہاڑوں کا

آقا و رب ہے)

اس نوع کے لاتعداد اشعار دو اور بن جاہلیت میں موجود ہیں ۔

اس کے اشتقاق کے متعلق قوی تر قول یہ ہے کہ اس کی اصل الہ یا ولہ ہے ۔ اور دونوں کے معنی حیرت و در ماندگی ہیں ۔ جب انسان اللہ پر غور کرتا ہے ۔ تو اسے حیرت و در ماندگی کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا ۔ اس راہ کی ابتدا بھی حیرت ہے اور انتہا بھی یہی ۔ اور غالباً یہی حیرت اس تسمیہ کا سبب بنی ہوگی ۔

اللہ کے صفاتی نام مثلاً : رحیم ۔ کریم ۔ علیم وغیرہ ڈیڑھ سو کے قریب ہیں ۔ ان میں سے متفق علیہ ننانوے ہیں ۔

قرآن کی رو سے اللہ قوت ۔ عظمت ۔ حیات اور نور کا سرچشمہ ہے ۔ جو لوگ تسلیم و عبادت کے ذریعے اللہ سے رابطہ پیدا کر لیتے ہیں ۔ وہ صاحبِ قوت و عظمت بن جاتے ہیں ۔

حیات کیا ہے ؟

یہ کہاں سے آتی اور کہاں چلی جاتی ہے ؟

اس کا جواب قرآن نے یہ دیا ہے کہ :-

یہ اللہ سے آتی اور اسی کی طرف لوٹ جاتی ہے ۔

وَأَنۢ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنۢتَهٰی ۔

(نجم : ۴۲)

(تمہاری آخری منزل رب ہے)

مآخذ :- ۱ : شمس ۔ ص ۳۳

۲ : ڈاکس ۔ ص ۱۴۱

۳ : لقر ۔ ج ۱۱ ۔ ص ۲۱۸

۴۴۔ اَلْوَا حِ مُوسٰی

قرآنِ حکیم میں موسیٰ علیہ السلام کی الواح کا ذکر تین مرتبہ آیا ہے۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْاَلْوَا حِ مِنْ كُلِّ شَيْ
مَوْعِظَةً - (اعراف : ۱۴۵)

(اور ہم نے موسیٰ کے لیے اُس کی تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت لکھ دی تھی)۔

جب موسیٰ علیہ السلام تختیاں لے کر کوہِ طور سے اُترے اور دیکھا کہ ساری قوم گوسالہ پرستی میں مشغول ہے۔ تو آپ نے غصے میں :-

اَلْقٰی الْاَلْوَا حَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيهِ
يَحْزَرُهُ اِلَيْهِ - (اعراف : ۱۵۰)

(تختیاں پھینک دیں اور ہار دئی کو سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹنے لگے)۔

جب موسیٰ کا غضب فرو ہو گیا۔ تو تختیاں اٹھالیں۔

(اعراف : ۱۵۴)

تورات میں لکھا ہے :-

کہ ان الواح کی تعداد دو تھی :

”جب خداوند کوہِ سینا پر موسیٰ سے اپنا کلام تمام کر چکا۔ تو اسے شہادت کی دو لوحیں دیں۔ یہ سنگین لوحیں خدا کی انگلی کے لکھی ہوئی تھیں۔“

(خروج : ۳۱/۸)

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں وہ تختیاں زمین پہ پھینکیں۔ تو قرآنِ حکیم کی رو سے وہ سالم رہیں۔

لیکن تورات کہتی ہے (خروج : ۳۱/۹) کہ :

وہ ٹوٹ گئیں۔ جس پر اللہ نے موسیٰ کو حکم دیا۔ کہ پتھر کی دو نئی

تختیاں تراش کر کوم سینا پر دوبارہ آؤ۔ وہاں اللہ بدلی میں چھپ کر آیا۔
اور دس احکام دوبارہ لکھوائے۔ (خروج : ۳۴)
وہ دس احکام یہ تھے :-

- ۱ : خدا ایک ہے۔ کسی مورت یا صورت کی عبادت نہ کر۔
- ۲ : جو لوگ میرے حکموں کو حفظ کرتے ہیں، اور مجھ سے پیار کرتے ہیں۔ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔
- ۳ : خداوند کا نام بے فائدہ مت لے۔ کہ یہ گناہ ہے۔
- ۴ : سبت کا احترام کر۔ اور اُس روز کوئی کام نہ کر۔
- ۵ : والدین کی عزت کر تاکہ تیری عمر دراز ہو۔
- ۶ : خون مت کر۔
- ۷ : زنا نہ کر۔
- ۸ : پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دے۔
- ۹ : اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر۔
- ۱۰ : اور چوری نہ کر۔

(خروج : ۲۰ : ۱-۱۷)

مآخذ : ۱ : بائبل . خروج
۲ : قرآن مقدس

۴۵۔ الیاس (ال یاسین)

قرآن میں ہے :

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ - إِذْ قَالَ
لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ - أَتَدْعُونَ بَعْلًا
وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ - اللَّهَ رَبَّكُمْ
وَرَبَّ آبَائِكُمْ الْأَوَّلِينَ - فَكَذَّبُوا
فَأَنهَمُ لَمُخْضَرُونَ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ

الْمُخْلِصِينَ - وَشَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ
سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ

(صافات : ۱۲۳ - ۱۳۰)

(جے شک ایلیاس اللہ کا رسول تھا۔ اس نے اپنی قوم سے پوچھا :- کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے کہ بعل کو پکارتے ہو اور بہترین خالق یعنی اللہ کو چھوڑ رکھا ہے۔ حالانکہ وہ تمہارا اور تمہارے آباء و اجداد کا پروردگار ہے۔ قوم نے اُسے جھٹلایا۔ یقیناً ان کا محاسبہ ہو گا اور صرف راستباز محفوظ رہیں گے۔ ہم نے بعد کی نسلوں میں ایلیاس کا ذکر باقی رکھا۔ اور ایلیاس پر ہمارا سلام ہو)

مولانا جفنا رحمہ اللہ قصص القرآن (ج ۲، ص ۲۶) میں لکھتے ہیں کہ ایلیاس و ایلیاسین ایک ہی آدمی کے دو نام تھے۔ یہ بنو اسرائیل کی طرت بمعوت ہوئے تھے اور بعلبک (دمشق سے بارہ میل مغرب میں) کا شہر و شران کی رسالت و تبلیغ کا مرکز تھا۔
بعل :

بعل سامی اقوام کا مقبول ترین دیوتا تھا۔ جسے تمسخری یا کیواں کا پیکر سمجھا جاتا تھا۔ اس کی پرستش کے لیے یہ عظیم الشان میلے منعقد کرتے اور بڑے بڑے ہیکل بناتے تھے۔ جس کے سامنے بعض اوقات انسانوں کی قربانی بھی دیتے تھے۔

بعض تفاسیر میں ہے (روح المعانی : ج ۲۳، ص ۶۲) کہ بعل سونے کا تھا۔ میں گواؤنچا۔ چارمنہ اور اس کی خدمت پر چار سو خادم مقرر تھے۔ اس کی پرستش مشرق میں بابل اور جنوب میں ہند میں تک ہوتی تھی۔

(قصص : ج ۲، ص ۲۶ - ۳۰)

حضرت ایلیاس کی قبر بعلبک میں ہے۔ لیکن ایک یہودی روایت یہ بھی ہے کہ آپ کو ایک آتشیں گھاٹی میں بٹھا کر آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔
(اعلام : ص ۶۶)

شاس نے طبری۔ ثعلبی اور کسائی کے حوالوں سے لکھا ہے (ص ۱۶۴) کہ :
ایلیاس بائبل کا ایلیا ہے۔ جو ساتویں اسرائیلی بادشاہ اساط بن عمری (۹۱۹ - ۸۹۶ ق م) کے زمانے میں زندہ تھا۔ یہ بادشاہ ایلیاس کا پیر و تھا۔

لیکن جانتے جانتے مُرتد ہو گیا۔ اور اُسے سزایہ ملی کہ ملک میں قحط پڑ گیا۔
 آپ نے سنا ہوگا۔ کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ کی ملاقات مجمع البحرین پر اللہ کے ایک نیک
 بندے سے ہوئی تھی۔ اُس وقت آپ کے ہمراہ ایک خادم یا ساتھی بھی تھا۔ عام مفسرین اس خادم سے
 حضرماد لیتے ہیں۔ لیکن بیضاوی میں ہے کہ شاید وہ الیاس ہو۔

یہ بھی روایات میں ہے۔ کہ الیاس و خضر کو چشمہ آب حیات مل گیا تھا۔
 انھوں نے اس سے پانی پیا۔ اور اب وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ بعض تفاسیر
 یہاں تک لکھتی ہیں۔ کہ یہ دونوں ہر سال حج کرتے ہیں۔ اور رمضان مسجد اقصیٰ
 میں گذارتے ہیں۔ (شاس : ص ۱۶۴-۱۶۵)

قصص کے مطابق آپ کا شجرہ یوں ہے :-

الیاس بن یاسین بن فخاص بن یعزار بن ہارون۔

یا الیاس بن عازر بن یعزار بن ہارون۔ (قصص : ج ۲، ص ۲۴)

آپ مواب کے شمال اور جاردون کے مشرق میں جبل جلیلہ کے ایک گاؤں قشبی میں پیدا
 ہوئے تھے۔ سر کے بال گھنے اور لمبے۔ کمر کے گرد چٹے کی ایک پٹی، بدن پر بھیڑ کی کھال۔ اور
 سینہ حرارت ایمان سے آتش داغ تھا۔ آپ عبادت کے لیے بار بار جبل عوراب میں جاتے اور اس
 کی غاروں میں کئی کئی ماہ رہتے تھے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ اسرائیل کے بادشاہ احاب بن عمری نے
 اپنی بیوی کی ترغیب پر بعل کی پرستش اختیار کر لی ہے۔ تو سیدھے اُس کے دربار میں پہنچے اور اُسے
 عذاب الہی سے ڈرایا۔ اس پر بادشاہ اور ملکہ دونوں اس کے پیچھے پڑ گئے۔ اور یہ بھاگ نکلا۔ پہلے
 ایک ندی میں چھپا رہا۔ پھر لبنان کے ایک گاؤں زرافٹ میں پناہ لی۔

دریں اثنا اسرائیل کی زمین میں قحط پڑ گیا۔ جو تین برس جاری رہا۔ یہ قحط اتنا شدید تھا۔ کہ
 لکھ بھر میں کوئی سبز پتا تک باقی نہ رہا۔ اُس کے بعد وہ پھر احاب کی طرف گیا اور حکم دیا۔ کہ بعل
 کے تمام بھاریوں کو سامنے لاؤ۔ وہ آئے۔ تو انھیں ایک وادی میں قتل کر دیا (۱- سلاطین - ۱۶۴)
 اور خود جبل عوراب کی طرف چلا گیا۔

وہاں اللہ نمودار ہوا اور اسے تین حکم دیے :-

اول : کہ جزائیل (شاہ دمشق ۸۸۶ - ۸۴۰ ق م) کو دوا دے کر شام
 کا بادشاہ بناؤ۔

دوم : کہ اسرائیل کا تخت یا ہو (JEHO) کے حوالے کرو۔

سوم : کہ اَلِیکسَہ کو نبی بناؤ۔

(۱- سلاطین - ۱۴-۱۵)

حضرت الیاس نے تعمیل کی۔ اور چار برس بعد احاب کے بدکاری سے آحاز یہ (۸۹۶-۸۹۵ ق م)

کو اُس کی موت کی خبر دی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہوداہ کے بادشاہ بھی بدکار ہو گئے ہیں۔ تو اس نے جوشفات کے بیٹے جیہورام (JEHORAM) کو جو ۸۹۶ سے ۸۸۴ ق م تک یہوداہ کا بادشاہ رہا تھا۔ ایک خط کے ذریعے تنبیہ کی۔ کہ اگر تم باز نہ آئے۔ تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

(۲۔ تاریخ : ۱۲-۱۵)

کچھ عرصہ بعد ایک بگولہ اٹھا۔ اُس میں سے ایک آتشیں گاڑی برآمد ہوئی۔ جس میں بیٹھ کر حضرت الیاسٹ آسمان کی طرف اڑ گئے۔ (ڈاب : ص ۱۴۸-۱۵۰)

ماخذ :-

- ۱ : یائیل - سلاطین - ۱
- ۲ : قرآن مقدس
- ۳ : شاس - ص ۱۴۴
- ۴ : قصص - ج ۲ ، ص ۲۴-۲۷
- ۵ : ڈاب - ص ۲۲ ، ۱۴۸
- ۶ : اعلام - ص ۴۶

۴۶- اَلِیْسَع

قرآن مقدس میں :-

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِيسَى وَيُوحَنَّا
وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ

(انعام : ۸۷)

(ہم نے اسماعیل ، اِیْسَی ، یونس اور یوحنا کو دنیا والوں

پر فضیلت دی۔)

یہ اِیْسَی یا تو بائبل کا یسعیاہ (ایسیح) ہے۔ جس نے یہوداہ کے سلاطین اوزریہ،

۱۔ : یہوداہ کی سلطنت، بحیرہ مردار اور بحیرہ روم کے درمیان، مشرقیہ سے یروشلم کے شمال تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ یسوع مسیح کے ایک قبیلے بنو یہوداہ نے قائم کی تھی۔ یہ ۹۷۵ ق م سے ۵۸۷ ق م تک ۳۸۸ برس جاری رہی۔ اس کے سلاطین کی تعداد ۳۹ تھی۔ (کینیڈین : ص ۱۸۳)

جاقم (۷۵۸ ق م) ، اماذ (۷۲۷ ق م) اور حزقیاء (۷۲۶ یا ۷۹۸ ق م) کے زمانے میں کچھ پیشگوئیاں کی گئیں۔ جب حزقیاء کے بعد مَنَاسَہ (MANASSEH) تخت پر بیٹھا۔ تو اس نے انہیں آرسے سے چروا دیا۔ (ڈاب : ص ۲۹)

ان کا ایک صحیفہ بھی تھا۔ جس میں ۹۶ ابواب ہیں اور ۶۲ صفحات۔ یہ بائبل میں شامل ہے۔
یا یہ بائبل کا الیشع بن شَفَط (سَفُوط) ہے۔ جو شمالی جارڈن کی ایک بستی اِنِیل نَحُولہ کا رہنے والا تھا۔ ایک دفعہ حضرت الیاس جیل خُراب (جس کی ایک چوٹی کا نام طُور ہے) کی ایک غار میں عبادت کرنے کے بعد دمشق کو واپس جا رہے تھے کہ اِنِیل نَحُولہ کے ایک کھیت میں ایک کسان کو ہل چلتے دیکھا۔ اُس کے قریب گئے۔ اور اپنی چادر اُس کے کندھوں پر ڈال دی۔ یہ گویا دو باتوں کا اعلان تھا :-
اول : کہ اللہ نے تمہیں نبوت سے نوازا ہے۔

دوم : میں آج سے تمہیں اپنا فرزند سمجھوں گا۔
الیسے اپنی بستی کو چھوڑ کر الیاس کے ساتھ چل دیا۔ اور اُس کے بعد سات سال تک اُس کی کوئی خبر نہ آئی۔ پھر جب وہ واپس آیا۔ تو جلد مرجع خلق بن گیا۔
حضرت الیاس ایک بدوی تھا۔ صحرا پسند، جو کبھی کبھی شہروں میں بھی جاتا تھا اور اللہ کا پیغام سنا کر لوٹ آتا۔ اس کے بال لمبے اور کبکھے ہوتے تھے۔
دوسری طرف الیسع علیہ السلام ایک جذب شہری تھا۔ لباس شرفائے اسرائیل جیسا۔ بال کٹے اور سنورے ہوتے۔ اور ہاتھ میں عموماً عصا۔

اسے احاب کے وفات (۸۹۶ یا ۸۵۳ ق م) سے چار سال پہلے نبوت ملی تھی۔ اور جوش یا جہوش

۱۔ جب اسرائیل کے قبائل مصر سے فلسطین میں آئے۔ تو رفتہ رفتہ شمال و جنوب میں ان کی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ جنوبی سلطنت یہوذا کہلاتی تھی۔ اور شمالی اسرائیل۔ جس کے تیس بادشاہوں نے ۲۲۰ سال تک حکومت کی۔ ان میں سے صرف ۱۸ بادشاہوں کے نام معلوم ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے سینہ وفات کے متعلق کافی اعتکات ہے۔
ان اٹھارہ کے نام یہ ہیں :-

- | | | | |
|------------------|-------------|------------|-------------|
| (۱) جیزوبام | (۲) نہاب | (۳) باشہ | (۴) ایلہ |
| (۵) زمری | (۶) عمری | (۷) احاب | (۸) اماذیہ |
| (۹) جی ہورام | (۱۰) جہو | (۱۱) جہوآز | (۱۲) جی ہوش |
| (۱۳) جیوبام۔ دوم | (۱۴) لکرتیا | (۱۵) شکوم | (۱۶) شاہیم |
| (۱۷) پیکب | (۱۸) ہوشیا | | |

(کپینین : ص ۱۸۳)

کے عہد سلطنت (۸۷۸ - ۸۳۸ ق م) میں وفات پائی۔ یہ کچھ عرصہ جاردون کے ایک گاؤں جریکو (JERICHO) میں بھی رہا۔ پھر وسطی فلسطین کے ایک شہر بیت ایل میں چلا گیا۔ اس نے بارہا شامان یہوداہ و اسرائیل کی ہجرات سے مدد کی۔ جاردون کی ایک بستی شنیئم (SHUNEM) میں ایک مردہ بچے کو زندہ کیا۔ اور شامی افواج کے سپہ سالار اعظم نعمان کو مرضِ برص سے نجات دلائی۔ (۲ - سلاطین ۵/۱۵)

باقی حکایات ۲ - سلاطین کے ابواب ۵ - تا ۱۳ میں دیکھیے۔ یہ اپنے گاؤں ایتیل نوزل میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

کچھ عرصے کے بعد لوگوں نے ایک مردہ حضرت ایسے کی قبر میں دفن کرنا چاہا۔ جب اس کا پاؤں ایسے کی میت پہ پڑا۔ تو وہ فوراً زندہ ہو گیا۔ (۲ - سلاطین ۲۱-۲۲)

آپ کا پیغام ۲ - سلاطین کے ابواب ۳ - ۹ میں درج ہے۔ اور اس کی نوعیت عموماً تنبیہ کی ہے۔

مآخذ :- ۱ : تورات

- ۲ : قرآن حکیم
 ۳ : کمپینین - ص ۱۸۳
 ۴ : اعلام - ص ۶۶
 ۵ : قصص - ج ۲، ص ۳۳
 ۶ : ڈاب - ص ۱۷۱

۴۷ - امامِ مبین

امام کے کئی معانی ہیں :-

رہنما - لیڈر - سامنے
 ایسا مقام جس کا قصد کیا جائے اور گھلا راستہ -
 سورہ حجرت میں ہے :-

وَاِنَّهُمْ لِبِأَمْرِ مَّبِينٍ

(ہجر : ۷۹)

(کہ قوم گمراہی اور اہل ایک کی تباہ شدہ بستیوں

گھلی اور واضح شاہراہ پر ہیں)

یہ دُوبی تجارتی شاہراہ ہے۔ جو جنوب میں یمن سے شروع ہو کر بحیرہ قلزم کے کنارے کنارے
 نجد میں ٹمک اور پھر فلسطین کو کاٹتی ہوئی دمشق - حلب - لبنان اور ایشیائے صغیر کے بڑے بڑے

شہروں تک جاتی تھی۔ یہ عقبہ کے پاس ایک کے آباد جنگلوں اور یروشلم کے جنوب میں سڈوم کے قریب سے گذرتی تھی۔ یہ شہر (سڈوم) آج بیکرہ مُردار کے نیچے ڈوبا ہوا ہے یا اس کے جنوبی ساحل پہ واقع ہے اور ایکہ کے کھنڈر بھی اس راہ کے قریب ہی ہیں۔
(لقر: ج ۱۰، ص ۲۳۸)

۴۸۔ اِمْرَاۃٌ تَمْلِكُهُمْ (ملقیس)

سورۃ نمل میں ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ہڈ ہڈ دیر سے پہنچا۔
اور وجہ تاخیر یہ بتائی :-

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ -
إِنِّي وَجَدْتُ اِمْرَاۃً تَمْلِكُهُمْ وَاُوتِيَتْ
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ
وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ
مِنْ دُونِ اللّٰهِ -
(نمل: ۲۳-۲۴)

(کہ میں سب سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ وہاں ایک عورت کی حکومت ہے۔ جس کے پاس ہر قسم کا سامان موجود ہے اور وہ عظیم الشان تخت کی بھی مالک ہے۔ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر آفتاب پرستی میں مبتلا ہے۔)

تورات و قرآن دونوں میں سب سے ایک ملکہ کا ذکر ملتا ہے۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام (آغاز حکومت ۱۰۱۵-۱۰۱۶ ق م) سے ملنے کے لیے یروشلم گئی تھی اور اُن کے ہاتھ پر سلیمان ہو گئی تھی۔
سب سے آل فخران کی ایک شاخ کا جبرائیل تھا۔ جس کا نام عبد شمس اور لقب سبا تھا۔ اس کے والد کا نام یثجب اور داد سے کلیم یعرب تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے :-

۱: کہلان - اور ۲: رخمیر

آل کہلان مآرب پہ حکمران رہی۔

اور آل رخمیر جوفی میں یا سارے میں پر۔

مآرب صنعاء و حضرموت کے درمیانی علاقے کا نام تھا اور دارالحکومت کامبی۔ اس علاقے میں جنوبی عرب مثلاً عیسر۔ نجران اور یمنہ کی جنوبی بستیوں بھی شامل تھیں۔

(ارض القرآن - ج ۱، ص ۲۳۶)

یمن کے کثبات نیز تورات (زبور : ۷۲/۱۰) سے پتہ چلتا ہے۔ کہ داؤد علیہ السلام کے زمانے میں بھی سبا کی حکومت موجود تھی۔

پروفیسر زبید احمد ادب العرب (ص ۳) میں لکھتے ہیں کہ آل سبا یمن پر سنہ ۱۱۵۰ ق م سے سنہ ۱۱۵۰ ق م تک حکمران رہی۔ اس کے دو دور تھے :

۱۔ پہلا دور سنہ ۱۱۵۰ ق م سے سنہ ۱۱۵۰ ق م تک تھا۔ اس کے سلاطین مکارب کہلاتے تھے۔

۲۔ دوسرا دور سنہ ۱۱۵۰ ق م سے سنہ ۱۱۵۰ ق م تک۔ اس کے بادشاہ ملوک سبا کے نام سے مشہور تھے۔

ملک سبا (بقیس) کا تعلق پہلے دور سے تھا۔

سنہ ۱۱۵۰ ق م سے جمیز کا دور شروع ہوا۔ ان کے دو سلسلے تھے :-

۱ : ملوک جمیز، جن کی حکومت عرب میں پر تھی۔

۲ : تباہ، جو حضرموت پر بھی قابض تھے۔

اول الذکر کا دور اقتدار ۱۱۵۰ ق م سے سنہ عیسوی تک تھا اور آخر الذکر کا سنہ ۲۸۰ سے

سنہ ۵۲۵ تک۔

باقی تفصیل :- سبا۔ سلیمان اور تبع کے تحت دیکھیے۔

ماخذ :-

۱ : ادب العرب - ص ۲۰

۲ : قرآن حکیم

۳ : تورات

۴ : ارض القرآن - ج ۱، ص ۲۳۶

۴۹- اِمْرَاةٌ زَكْرِيَّا

جب (مسیح کی والدہ) حضرت مریم پیدا ہوئی تو قرعہ اندازی کے بعد وہ پرورش کے لیے اپنے ماموں حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔ حضرت زکریا جب بھی مریم کو دیکھنے کے لیے عبادت گاہ میں جاتے تو اُس کے سامنے کھانے پینے کی کئی اشیاء پاتے اور پوچھتے کہ یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں۔ مریم کہتی کہ یہ اللہ نے براہ راست بھیجی ہیں۔ خدائی قدرت کی یہ شان دیکھ کر انھوں نے دعا کی کہ

اے اللہ! مجھ پر بھی ایک نوازش کر۔ کہ مجھے اولاد عطا فرما۔
وہ اپنی عبادت گاہ میں معرکہ معلوۃ تھے۔ کہ فرشتے نے آواز دی :
اے زکریا! اللہ تمہیں ایک ایسے فرزند کی بشارت دیتا ہے۔ جو
نبوت کے منصب پر سرفراز ہوگا۔ اور اس کا نام یحییٰ ہوگا۔
زکریا کہنے لگے۔ کہ یہ کیسے ممکن ہے :-

قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ

(عمران : ۳۹)

(کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے)
آپ کی بیوی یسٰیغ، حضرت مریم کی والدہ حَتَّہ کی حقیقی بہن تھی اور بقول انجیل :
”اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی۔ اور اس کا نام یسٰیغ تھا۔“
(لوقا : ۱/۵)

۵۰۔ اِمْرَاۃُ الْعَزِيزِ

لفظی معنی :- عزیز کی زوجہ ۔
سورۃ یوسف میں دوبار اس کا ذکر آیا ہے۔
پہلی دفعہ جب مصر کی عورتوں میں یہ چرچا ہوا۔ کہ :

..... اِمْرَاۃُ الْحَزِيزِ تُرَاوِدُ

فَتَهَا عَنْ نَفْسِہِ ۔ (یوسف : ۳۰)

(عزیز کی بیوی اپنے خادم یا غلام سے ایک ناجائز
مطالبہ کر رہی ہے)۔

اور دوسری بار جب یوسف جیل سے نکل کر فرعون کے دربار میں آنے والے تھے تو فرعون
نے بعض زنانِ مصر سے پوچھا۔ کہ کیا یوسف واقعی خطا کار تھا؟ تو سب نے کہا۔ کہ وہ معصوم تھا۔ ہم
نے اس میں کوئی بُرائی نہیں دیکھی۔

۱۔ : یا قوت لکھتا ہے کہ :-

یہ جیل مصر کے ایک شہرِ قوسیر میں تھا۔ (معجم : ج ۲ : ۲۰)

جب زوجہ عزیز نے دیکھا کہ صداقت سامنے آگئی ہے۔ تو کہنے لگی :

أَنَا مَرَأَوْذَتْهُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ

الصَادِقِينَ - (یوسف : ۵۱)

(کہ میں نے ہی اُس سے ناجائز مطالبہ کیا تھا۔ ورنہ وہ تو صادق و راست باز ہے)

عزیز نام نہیں بلکہ حکومت فرعون میں ایک منصب تھا۔ اس کا ذاتی نام فوطینا تھا :
”وہ (قافلے والے) یوسف کو مصر میں لائے۔ اور فوطینا مصری نے، جو
فرعونی امیر اور بادشاہ کے ذاتی محافظوں کا سردار تھا۔ قافلے والوں سے
اُسے خرید لیا۔“ (پیدائش : ۳۹/۱)

اس کی بیوی کا نام نہ تورات میں درج ہے اور نہ قرآن میں۔ البتہ ہمارے حکایت نگاروں نے
اسے زلیخا کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ زلیخا یزلیخ زلیخا سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں :- پھسلنا۔
نیز دروازے کو بند کرنا۔

أَزْلَحَ الْبَابَ : اُس نے دروازہ بند کیا۔ (منجد)

چونکہ زوجہ عزیز کے قدم بھی پھسلے تھے۔ اور اُس نے ایک مرتبہ یوسف کو پھانسنے کے لیے
دروازہ بھی بند کیا تھا۔ اس لیے لکھی ہے۔ کہ پہلے یہ اُس کا صفاتی نام ہو۔ جو رفتہ رفتہ ذاتی بن گیا ہو۔
بعض مفسرین نے اس کا نام راعیل لکھا ہے۔ لیکن کسی نوشتہ یا کتبے سے اس کی تائید نہیں ہو سکتی۔
چونکہ فرامین کا دارالحکومت مختلف ادوار میں بدلتا رہا ہے۔ کبھی منفیس تھا۔ کبھی رامس اور کبھی کچھو۔
اس لیے یہ بتانا۔ کہ یہ واقعہ کہاں ہوا تھا۔ بہت دشوار ہے۔

یا قوت حموی نے معجم البلدان (جلد - ۴ - عین) میں لکھا ہے۔ کہ اُن دنوں مصر عون کا
دارالحکومت عین شمس تھا۔ یہ شہر موجودہ قاہرہ کے قریب ہی تھا۔ اور زلیخا بھی یہیں رہتی تھی۔

مآخذ :-

- ۱ : معجم - ج ۲، ”بو“
- ۲ : معجم - ج ۴، ”عین“
- ۳ : منجد - ”زلیخا“
- ۴ : پیدائش - ۳۹/۱
- ۵ : قرآن حکیم
- ۶ : اعلام - ص ۷۹

۵۱۔ اِمْرَأَةُ عِمْرَانَ

قرآن میں ہے :-

”جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے رب! میں اپنے اُس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے، تمام بکیرؤں سے آزاد کر کے (بیت المقدس کی خدمت کے لیے) تیری نذر کرتی ہوں۔ تو اسے قبول کر۔ کہ تو سُنے اور جاننے والا ہے۔ پھر جب اُس کے پیٹ سے بچی پیدا ہوئی تو کہنے لگی۔ اے رب! (نذر کے لیے تو بیٹا ہوتا ہے اور) یہ بیٹی ہے۔ اللہ کو علم تھا کہ اُس نے کیا جتنا۔ بے شک لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ میں نے اس کا نام مریم (خادمہ) رکھ دیا ہے۔ اور میں اسے اور اس کی نسل کو شیطانِ لعین سے بچنے کے لیے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“

(عمران : ۳۵)

قرآن میں حضرت مریم کے والد کا نام عمران دیا ہوا ہے۔ اور مسیحی نوشتوں میں یہی۔ ایک اور روایت کے مطابق، سیلیوسف (شہرِ مریم) کا والد اور ماثان بن العذار کا بیٹا تھا۔ انہی نوشتوں کے مطابق مریم کی والدہ کا نام حنہ تھا۔
(اعلام القرآن : منہ)

۵۲۔ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ

قرآن میں ہے کہ :

جب والدہٴ موسیٰ نے موسیٰ کو تابوت میں رکھ کر دریا میں بہا دیا۔ تو اُسے فرعون کے نوکرؤں، چاکروں نے اٹھا لیا۔ اور فرعون کے سامنے لے گئے۔ زوجہٴ فرعون کو بچے سے محبت ہو گئی اور وہ

وَقَالَتْ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ قُرَّةُ عَيْنٍ

لِي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسَىٰ اَنْ يَنْفَعَنَا

اَوْ تَتَّخِذَ لَآ وَلَدًا - (قصص: ۱۹)

(کہنے لگی۔ یہ بچہ ہم دونوں کی آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ اسے

قتل نہ کیجیے۔ یہ شاید ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں)

اس کہانی میں فرعون کی بیٹی کا کہیں ذکر نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم فالتقطہ آل فرعون میں آل فرعون سے نوکر چاکر نہیں بلکہ مروت بیٹی مراد لیں۔ لیکن تورات کی کہانی میں مرکزی کردار بیٹی کا ہے :

”تب فرعون کی بیٹی غسل کرنے کو دریا پہ آئی اور اُس کی سہیلیاں دریا کے

کنارے پر بیٹھ گئیں۔ اُس نے جھاڑی میں ڈوکر دیکھ کر اپنی سہیلی کو بھیجا کہ اُسے اٹھا

لائے۔ اُسے کھولا تو اندر ایک بچہ دیکھا وہ رد رہا تھا۔ اُسے اس پر رحم آیا.....

تب موسیٰ کی بہن نے کہا۔ کیسے تو میں ایک دائی لے آؤں۔ جو اسے دودھ پلائے..... اور

وہ اُس کی ماں کو بلالائی..... جب بچہ پل گیا۔ تو وہ اُسے فرعون کی بیٹی کے

پاس لے گئی۔ اُس نے اسے اپنا بیٹا بنالیا۔ اور اُس کا نام موسیٰ رکھا۔ کیونکہ اُس نے

اُسے پانی سے نکالا تھا۔“ (خروج: ۲-۱۰)

زوجہ فرعون کا ذکر سورہ تحریم میں بھی آیا ہے :-

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِمْرَاَةً

فرعون..... (تحریم: ۱۱)

(اللہ نے فرعون کی بیوی کو اہل ایمان کے لیے بطور نمونہ پیش

کیا ہے۔ اُس نے اللہ سے دعا کی تھی۔ کہ اے رب! جنت میں میرے

لیے گھر بنا۔ اور مجھ کو فرعون اور اُس کے کرتوتوں سے محفوظ رکھ۔)

بیشتر مفسرین نے اس کا نام آسیہ بتایا ہے۔ (جلالین: ۴۴۴)

فراعین کے مذہب میں بہن سے بھی نکاح ہو سکتا تھا۔ (اعلام مکہ) اس لیے ممکن ہے کہ

فرعون موسیٰ کی بیوی اُس کی بہن ہو۔ اور بیٹے فرعون کی بیٹی۔

ماخذ :-

۱ : جلالین - ص ۴۴۴

۲ : خروج - ۲-۱۰

۳ : اعلام - ص ۷۱

۴ : قرآن شریف

۵۳۔ اُمّ مُوسٰی

قرآن میں حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا ذکر بار بار آیا ہے۔ لیکن یہ مذکور نہیں کہ وہ کون تھی۔ اور اُس کے آبا و اجداد کون تھے؟

تورات نے صراحتاً ہی کہا ہے :

”اور لاوی کے گھرانے کے ایک شخص (عمران) نے لاوی نسل کی ایک عورت سے بیاہ کیا۔ وہ عورت حاملہ ہوئی۔ اور اُس کے بیٹا ہوا۔ اُس نے اس غریب صورت بچے کو تین ماہ تک چھپائے رکھا۔ اور جب زیادہ نہ چھپا سکی۔ تو اسے سرکٹے کے ایک ٹوکڑے میں ڈال کر دریا کے کنارے ایک جھاڑی میں رکھ دیا۔“

(خروج : ۱-۲)

تورات (خروج : ۶۴۰) میں ہے کہ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا نام یوگبہ تھا۔

یوگبہ (JOCHABED) لاوی کی بیٹی تھی۔ مصر میں لاوی کے ہاں پیدا ہوئی تھی۔ یہ ہارون، موسیٰؑ اور مریم کی ماں تھی۔“

(گنتی : ۲۶/۵۹)

لاوی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے ایک تھا۔ جو آپ کی زوجہ لیاہ سے پیدا ہوا تھا۔ (پیدائش : ۳۵/۲۳)

مآخذ : ۱ : خروج ۱-۲

۲ : ایضا ۶/۴۰

۳ : پیدائش ۳۵/۲۳

۴ : گنتی ۲۶/۵۹

۵ : ڈاب۔ ص ۷

۵۴۔ انجیل

انجیل اُن چار صحائف کا نام ہے۔ جو حضرت مسیحؑ کے پیغام و سوانح پر مشتمل ہیں اور جنہیں عہد نامہ جدید بھی کہتے ہیں۔ ان میں کچھ اختلافات بھی ہیں اور کچھ اس قسم کی مثالیں بھی۔ کہ حضرت مسیحؑ کا کوئی وعظ یا واقعہ کسی ایک انجیل میں تو مذکور ہے۔ لیکن باقی میں موجود نہیں۔ اس کی وجہ غالباً انجیل نگاروں کی احتیاط تھی کہ ان میں سے ہر ایک نے وہی بات لکھی۔ جو خود سنی تھی یا قابل اعتماد ذرائع سے اُس تک پہنچی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ لوقا نے بعض اُن مواضع کو چھوڑ دیا ہو۔ جنہیں متی سپرد قلم کر چکا تھا۔ اور یہی بات مرقس اور یوحنا نے بھی کی ہو۔

اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ متی ایک واقعہ کا عینی شاہد ہو اور اس نے لکھ لیا ہو۔ لیکن لوقا تک وہ پہنچا ہی نہ ہو۔ یا پہنچا تو ہو۔ لیکن راوی اتنا ضعیف ہو۔ کہ لوقا کو اعتبار نہ آیا ہو۔

ایک اور بات بھی پیش نظر رہے۔ کہ :
انجیل نگار مختلف شہروں میں بستے تھے۔ غالباً اُن کا مستقل رابطہ ایک دوسرے سے قائم نہ تھا۔ وہ جو کچھ لکھتے تھے۔ وہ اُن کی اپنی ہی محنت و تلاش کا نتیجہ ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ اس صورت میں انجیل کا موضوع اسلوب اور اُن کی زبان ایک نہیں ہو سکتی تھی۔

انجیل نگار :

انجیل لکھنے والے چار تھے :-
۱ : متی - ۲ : مرقس -
۳ : لوقا - اور ۴ : یوحنا

متی :

متی کا عبرانی نام لیوی تھا (لوقا : ۲۷-۲۹) علفی کا بیٹا۔ گلیل کا رہنے والا۔ یہ بحیرہ گلیل کے ایک ساحلی شہر کا پر نام، میں حکومت روم کی طرف سے محصول جمع کرنے پر مقرر تھا۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام اس جنگی کے قریب سے گزرے اور متی پہ نظر پڑی تو اُسے اپنے ساتھ لے لیا۔

”جب وہ جا رہا تھا۔ تو اس نے حلفی کے بیٹے یوی کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا۔ اور اُس سے کہا۔ کہ میرے پیچھے ہو لے۔ پس وہ اٹھ کر اس کے پیچھے ہو لیا۔“ (مرقس : ۲/۱۴)

یہ آخر تک مسیح کے ساتھ رہا۔ اس نے رفقہ مسیح (۱۵ اپریل ۳۳ء) سے آٹھ یا بارہ اور اغلب یہ کہ بیس برس بعد (۳۳ء) فلسطین میں اپنی انجیل مکمل کی تھی۔
(ڈاب : ۳۸۹)

اس انجیل کی زبان عبرانی تھی۔ جس کا یونانی ترجمہ خود متی نے ہی کیا تھا۔ لیکن ڈاب (۳۸۹) کی رائے یہ ہے کہ یونانی ترجمہ کسی اور کا تھا۔ (ڈاب : ۳۸۸)

مرقس :

یروشلم کی ایک خاتون مریم کا بیٹا۔ مشہور حواری برنا با کا علم زاد، جس کا اصلی نام جان تھا۔ اور عرف مارک یا مرقس۔ پطرس عموماً ان کے گھر جاتا اور مسیح کا پیغام سناتا تھا۔ یہ اسی کی تبلیغ کا اثر تھا کہ مرقس ایمان لے آیا۔ پطرس اسے ”اپنا فرزند“ (۱۔ پطرس - ۵/۱۳) کہا کرتا تھا۔ یہ پال - برنا باء اور پطرس کے ہمراہ تبلیغ پہ جاتا رہا۔ پال کے ہمراہ روم کی ایک جیل میں بھی رہا۔ (کلیسوں : ۱۰/۱۲) آزاد ہونے کے بعد یہ پطرس کے ساتھ بابل چلا گیا۔ پطرس سے اس کے تعلقات اس قدر گہرے تھے۔ کہ اس کی انجیل کو پطرس کے خیالات کا ترجمان سمجھا جاتا ہے۔ یا توں کہہ لیجیے۔ کہ یہ تعلیمات پطرس کی آئینہ دار تھی۔

یہ پطرس کے کہنے پر مصر میں بھی پہنچا۔ وہاں کلیسائے اسکندریہ کی بنا ڈالی۔ پھر پطرس ہی کے حکم سے اُس کا بشپ مقرر ہوا۔ اور وہیں شہادت پائی۔
اس نے انجیل کب لکھی تھی ؟

اس میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ قول راجح یہی ہے۔ کہ یہ ۳۳ء اور ۳۴ء کے درمیان لکھی گئی تھی۔

کہاں لکھی گئی تھی ؟

اس کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ کوئی روم بتاتا ہے اور کوئی اسکندریہ۔

۱۔ بعض لوگ مسیح کو سلسلہ کی پیدائش سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک آپ کو تیس۔ اکتیس سال کی عمر میں نبوت ملی تھی اور ۳۳ء میں واقعہ صلیب پیش آیا تھا۔ لیکن نئی تحقیق یہ ہے۔ کہ مسیح ۴۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ۲۷ء کو نبوت ملی۔ اور ۳۳ء میں صلیب کا واقعہ ہوا۔

کس زبان میں لکھی گئی تھی؟
مقبول تر نظریہ یہی ہے۔ کہ یونانی میں لکھی گئی تھی۔
لیکن ایک محقق بیرونینس (BARONIUS) لاطینی بتاتا ہے۔

(شاس: ص ۱۴، ڈاب: ص ۳۷)

نوٹ :

انطاکیہ کا یہ طبیب و مصوّر اسکندریہ میں پال کا رفیق و معاون بنا اور تبلیغی دوروں پر اُس کے ہمراہ جانے لگا۔ ایک دفعہ یہ اُس کے ساتھ مقدونیہ کے ایک شہر فلپی تک گیا تھا۔ پال تو کہیں آگے چلا گیا۔ اور یہ وہیں ٹھہر گیا۔ جب سات سال بعد ۵۵۰ء میں پال دوبارہ فلپی گیا۔ تو واپسی پر یہ بھی ساتھ ہو گیا۔ چنانچہ یہ ٹائٹس اور قیساریہ سے ہوتے ہوئے یروشلم میں پہنچے۔ کچھ عرصہ بعد یہ روم کو روانہ ہو گئے۔ یہ پال کے ساتھ دومرتبہ جیل میں بھی رہا۔ اس کی وفات ۵۷۰ء اور ۵۸۰ء کے درمیان ہوئی تھی۔ اور پال کچھ عرصہ پہلے مر چکا تھا۔

نوٹ ۲: اپنی انجیل اُس وقت لکھی۔ جب پال قیساریہ میں قید تھا۔ یعنی ۵۷۰ء اور ۵۸۰ء کے درمیان۔ یہ قیساریہ ہی میں مکمل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ اسکندریہ یا مقدونیہ یا روم میں لکھی گئی تھی۔ لیکن تاریخی شہادت قیساریہ کے حق میں ہے۔ (ڈاب: ص ۳۶)

یوحنا

بحیرہ گیلی کے ایک پھیرے زبیدی کا بیٹا اور بحیرہ (حواری) کا بھائی تھا۔ یہ جیمز، نیز اپنے دوست پطرس اور حضرت مسیح سب سے چھوٹا تھا۔ اور یہ تینوں حضرت مسیح کے خاص مقررین میں سے تھے۔

جب حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار ہوئے۔ تو سارے حواری خوف و ہراس کی حالت میں ادھر ادھر بھاگ نکلے۔ یہ بھی اس خوف کا شکار ہوا۔ لیکن جلد سنبھل گیا۔ اور پطرس کے ہمراہ اُس عدالت تک گیا۔ جس میں حضرت مسیح کا مقدمہ تھا۔ پطرس کو باہر روک دیا گیا۔ اور یوحنا کو اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ کچھ دیر بعد یوحنا باہر آیا۔ اور پطرس کو بھی اندر لے گیا۔ وہاں سے یہ دونوں جلاؤ کے دفتر میں پہنچے اور

۱: ایشیائے صغیر کے ایک شہر طرس کا یہ یہودی سردار قبیلہ بن یامین سے تعلق رکھتا تھا۔

اس کا پہلا نام سال تھا۔ بہت متعصب اور عیسائی کش و اتع تھا۔ ایک روز اسے عیسیٰ

نظر آئے۔ اور یہ ایمان لے آیا۔ اس کے بعد بہت بڑا مبلغ بن گیا۔

۲: بحر شام کے ساحل پہ فلسطین کا ایک شہر۔

۳: شام کے مغرب میں ایشیائے صغیر کا ایک شہر۔

جب وہاں سے وار کی طرٹ روانہ ہوئے۔ تو ان کے ہمراہ حضرت مریمؑ۔ یوحنا کی والدہ، اور ان دونوں کی ایک سہیلی مریم مگڈلینی بھی تھی۔

حضرت مسیحؑ نے تختہ دار سے یوحنا کو کہا کہ میں جا رہا ہوں، اور اب میری ماں تمہارے حوالے ہے۔ تم بیٹا بن کر اس کی خدمت کرنا۔ (یوحنا : ۱۹/۲۷-۲۸)

انجیل کے مطابق حضرت مسیحؑ تیسرے دن جی اٹھے تھے۔ وہ سب سے پہلے مریم مگڈلینی کو اپنے مدفن کے پاس نظر آئے اور اُس کے بعد دس شاگردوں کو اُس کمرے میں دکھائی دیے۔ جہاں یہ لوگ چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (یوحنا : ۱۹/۲۷)

ایک دو دن بعد یوحنا نے بحیرہ گلیل کے کنارے پر صبح کے دھندلکے میں پھر مسیحؑ کو دیکھا۔ نیر پطرس کو دکھایا۔ اور پطرس مسیحؑ علیہ السلام تک پہنچنے کے لیے دریا میں کود پڑا۔ (یوحنا : ۱۱/۲۷) کچھ عرصہ بعد (۳۶ء) یہ ایشیائے سفیر کے ایک ساحلی شہر افسس میں اقامت پذیر ہو گیا۔ وہاں سے رومی اسے روم لے گئے۔ اور اُبلتے ہوئے تیل میں ڈال دیا۔ لیکن یہ بچ گیا۔ اور اُس پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر اسے یونان کے ایک جزیرے پٹاس (PATMOS) میں جلاوطن کر دیا گیا۔ وہاں سے جب رہا ہو کر اپنے وطن افسس میں پہنچا تو ۹۰-۹۱ء کے درمیان وفات پا گیا۔ اس نے شہر کے قریب اپنی انجیل مکمل کی تھی۔

(ڈاب : ص ۳۰۸-۳۱۰)

ماخذ :-

۱ : یوحنا - ۲۷-۲۸

۲ : مرقس - ۱۴/۲

۳ : ۱- پطرس - ۱۳/۵

۴ : کلیون - ۱۰/۲

۵ : یوحنا - ۲۷-۲۸

۶ : ایضاً - ۱۹/۲

۷ : ایضاً - ۲۱/۷

۸ : شاس - ص ۱۷۳

۹ : ڈاب - ص ۳۰۸، ۳۴۰، ۳۷۷

۳۸۸، ۳۸۹

۵۵۔ اہل البیت

قرآن میں یہ ترکیب دومرتبہ استعمال ہوئی ہے :-

اول : سورہ ہود (ع - ۷۰) میں حضرت سارہ ، زوجہ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق۔
 بات یوں ہوئی۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے یہ اشکات
 لے کر آئے کہ سارہ کے ہاں جلد ایک فرزند (اسحاق) پیدا ہوگا۔ وہ پاس ہی کھڑی
 تھی، حیرت سے پوچھنے لگی کہ میں بوڑھی اور میرا شوہر بھی بوڑھا۔ ان حالات میں
 اولاد کیسے ہوگی ؟
 فرشتوں نے کہا :

اَتَعْجَبِينَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ
 وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ
 حَمِيدٌ مَّجِيدٌ - (ہود : ۷۳)

(کیا تم اللہ کے فیصلے پر اظہار حیرت کر رہی ہو؟ اسے گھر کی
 مالکہ ! تم پر اللہ کی رحمت اور برکات نازل ہوں۔ اللہ کی ذات متدس
 بڑی ہی قابلِ تائیں اور عظیم ہے)
 دوم : ازدواج حضور کے متعلق۔
 انھیں اللہ نے حکم دیا تھا کہ :

”اے نبی کی بیوی ! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اس لیے احتیاط
 برتو اور دینی آواز میں بات نہ کیا کرو۔ تاکہ بد اندیشوں کے دل میں غلط قسم کی
 آمیدیں پیدا نہ ہوں۔ بات کرنے کا انداز فطری و قدرتی ہو۔ اپنے گھروں میں
 آرام سے بیٹھو۔ زنانہ جاہلیت کی طرح ہنگام کی نمائش نہ کرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ
 دو اور خدا و رسول کی اطاعت کرو۔ کیونکہ :

اِسْمًا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَذْهَبَ
 عَنْكُمْ الرَّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ -
 وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا -

اے گھردالیو! اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تمہاری آلائشوں کو دھو کر تمہیں

پاک و صاف کر دے۔" (آخواب : ۳۱-۳۲)

دونوں مقامات پر یہ ترکیب نساء البیت کے لیے استعمال ہوئی ہے۔ لیکن ہمارے بعض اکابر اُمت نے حضرت علیؑ - امام حسنؑ - حضرت حسینؑ اور حضرت فاطمہؑ الزہراءؑ کو بھی اہل بیت میں شمار کر لیا ہے۔ ان میں قابل ذکر ابوسعید الخدریؓ - قتادہ اور مجاہد ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ "گھر" کی ضمیر مذکر کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اس لیے اس میں حضرت علیؑ اور حسینؑ بھی شامل ہیں۔

غلاوہ ازیں مسند احمد بن حنبل اور بعض دیگر کتب حدیث میں حضرت اُتم سلمہؓ کی روایت کردہ یہ حدیث موجود ہے۔

فرماتی ہیں کہ :-

جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو حضور صلعم میرے گھر میں بیٹھے تھے۔ اوپر سے حضرت علیؑ - فاطمہؑ الزہراءؑ اور حسنؑ و حسینؑ بھی آگئے۔ آپؐ نے انہیں

پاس بلایا۔ اور سب پر کالی کالی ڈالی کر فرمایا :

"اے اللہ ! یہ سب میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں پاک کر۔"

میں نے بھی کالی کے اندر سر و اہل کر کے پوچھا :

"حضور ! کیا میں بھی اہل بیت میں شامل ہوں ؟"

فرمایا : "جے شک۔"

اِنَّكَ عَلٰی خَيْرٍ

(تم خیر پر ہو)

ابن جریر نے ابوسعید کی روایت سے بیان کیا ہے۔ کہ اس آیت کے مصداق صرف پانچ ہستیاں ہیں۔ یعنی :-

۱ : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲ : علیؑ

۳ : فاطمہؑ الزہراءؑ

۴ : حسنؑ

۵ : حسینؑ

علمائے شیعہ کا یہی عقیدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

مآخذ :- ۱ : کمائین - ص ۳۵۲

۲ : اعلام - ص ۸۲

۳ : قرآن - بُرود و آخواب

۵۴۔ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)

لفظی معنی ہیں :- الہامی کتاب والے۔

ہمارے بعض مفسرین صائبین - اہل چین اور اہل ہند (ہندوؤں) کو بھی اہل کتاب سمجھتے ہیں۔ لیکن قرآن میں یہ اصطلاح صرف یہود و نصاریٰ کے لیے استعمال ہوئی ہے۔

نصاریٰ :

پیر وان مسیح کئی ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ مثلاً مسیحی - عیسائی - کرستین اور نصاریٰ۔ لیکن قرآن نے ان کے لیے عموماً لفظ نصاریٰ استعمال کیا ہے۔ اس لفظ کی حقیقت یہ ہے۔ کہ مسیح کی والدہ، مریم، شمالی فلسطین کے ایک ضلع گلیل کے ایک شہر نامہ (نصرانہ) میں رہتی تھی۔ مسیح کی ولادت بیت لحم میں ہوئی۔ جہاں مریم کسی کلم کو گئی تھی۔ یہ شہر نامہ سے ساڑھ میل اور یروشلم سے کوئی دس میل جنوب میں واقع تھا۔ اور آج بھی موجود ہے۔ ولادت کے بعد ایک فرشتے نے مریم کے شوہر یوسف سے کہا کہ اٹھ اور اس بچے کو مصر میں لے جا۔ کیونکہ ہیرودیس اس کی تلاش میں ہے۔ چنانچہ وہ اٹھا اور بچے کو (اس کی ماں سمیت) لے کر مصر کو چل دیا۔ جب چند ماہ بعد ہیرودیس مر گیا۔ تو فرشتے نے خواب میں یوسف کو کہا کہ اب وطن کو واپس چلا جا۔ چنانچہ وہ :

” گلیل کو روانہ ہو گیا اور نامہ نام ایک شہر میں جا بسا۔ تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو۔ کہ وہ مسیح نامی کہلائے گا۔“

(متی : ۲/۲۳)

عرب اس شہر کو نصرانہ یا فناصرہ اور اس کے باشندوں کو نصروانی کہتے تھے۔ (منتہی الارب : ج ۲، ”نصر“)

۱۔ ہیرودیس (۴ ق م) ایک یہودی تھا۔ فلسطین کے جنوب مشرقی صوبے آیدوم کا رہنے والا۔ اسے روم کے شہنشاہ جولیس سیزر (۵۵ - ۴۴ ق م) نے شکستہ ق م میں یہوداہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ ۴۰ ق م میں روم کی سینٹ نے اسے یہوداہ کا بادشاہ بنادیا۔ اس نے ۳۴ ق م میں یروشلم پر قبضہ کر لیا۔ شاہ روم نے چند اور صوبے بھی اس کی فہر میں شامل کر دیے۔ اس نے ۲۰ ق م میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر نو کرائی۔ یہ انتہا درجے کا عالم تھا۔ اس کی وفات مسیح کے سال ولادت (۴ ق م) میں ہوئی۔ (ڈاب : ص ۲۳)

نصرانی کی جمع ہے :- نصارے۔

منجھ میں ہے۔ کہ نصرانی، نامہ کابے قاعدہ اسم منسوب ہے۔

یہ شہر نصارے کے ہاں بوجہ اہمیت رکھتا ہے :-

اول : اس لیے کہ یہ مریم کا منکن تھا۔

دوہر : اس کے شمال مشرق میں وہ چشمہ تھا۔ جہاں ایک فرشتہ نے حضرت مریم

کو ولادتِ مسیح کی بشارت دی تھی۔ (لوقا : ۱/۲۸)

سورہ : یہاں ایک پکاس فٹ اُونچی چٹان ہے۔ جہاں سے نامہ کے لوگوں نے

حضرت مسیح کو نیچے گرانے کا منصوبہ بنایا تھا۔

نامہ کے لوگوں سے بوجہ نفرت کی جاتی تھی :-

اول : اس لیے کہ اُن میں اتحاد تھا۔

دوہر : کہ وہ ایک گھردی اور ناشائستہ زبان بولتے تھے۔

سورہ : کہ وہ تہذیب و شائستگی سے محروم تھے۔ (ڈاب : ۲۲۳)

اُس وقت کسی کو نامہری کہنا گویا اُس کی تحقیر کرنا تھی۔ شروع میں پیروانِ مسیح اپنے آپ کو :

• برادر (اعمال : ۱۵/۱ ، ۲۳/۱)

• شاگرد (اعمال : ۹/۲۶ ، ۱۱/۲۹)

• مومن (اعمال : ۵/۴)

اور صوفی و ولی (رومیوں : ۶/۲۷ ، ۱۵/۲۵) کہتے تھے۔

لیکن یہود عقارت سے انہیں گھیلی دنامری کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اُس وقت کے یہود کا

خیال یہ تھا کہ اہل نامہ سے کوئی نیکی ہو ہی نہیں سکتی۔ (ڈاب : ۱۰۹)

عیسائی، مسیحی یا کرستین کی اصطلاحات سے بھی نفرت کی جاتی تھی۔

(اعمال : ۲۶/۲۸ ، ۱- پطرس : ۲/۱۶)

لیکن آہستہ آہستہ یہ نفرت گھٹتی گئی۔ جب پطرس (حواری) نے ۳۳ھ میں کلیسائے

الطائیکہ کی بنیاد ڈالی اور ایوزوڈین راہب کو دیاں کالبشپ مقرر کیا۔ تو پیروانِ مسیح کا سرکاری نام کرستین

(عیسائی) رکھا گیا۔ اُس وقت سے تمام برادر، شاگرد اور مومن اپنے آپ کو عیسائی کہنے لگے۔ (ڈاب : ۱۰۹)

گر عیسائی، مسیح علیہ السلام کو مسیح نامہری کہتے تھے۔ لیکن اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں سمجھتے تھے۔

یہ نام انہیں غالباً قرآن مجید دیا ہے۔

نصارے کے مذہبی صحائف :

گو نصارے اُن تمام آسمانی صحائف پر ایمان رکھتے تھے۔ جو آدم سے مسیح تک نازل ہوئے تھے۔

لیکن انجیل اُن کی مخصوص مذہبی کتاب تھی۔ انجیل کے بعد بھی چند مذہبی کتابیں مرتب ہوئیں۔ مثلاً :

✽ رسولوں کے اعمال - اور

✽ یہودا کے خطوط وغیرہ

جن سے نصارے کو گہری عقیدت ہے اور جن کی مجموعی تعداد ۲۷ ہے :-

(۱) انابیل : ۴

(ب) اعمال : ۱

(ج) یوحنا کا مکاشفہ : ۱

(د) پولس کے خط : ۱۴

(۵) یعقوب کا خط : ۱

(و) پیطرس کے خط : ۲

(ز) یوحنا کے خط : ۳

(ح) یہودا کا خط : ۱

میزان : ۲۷

یہود :

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد ایک ہزار برس تک اسرائیل (یا بنو اسرائیل) کہلاتی رہی۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام بوڑھے ہو گئے۔ تو انھوں نے اُس وقت کے ایک نبی ناق نامی کو بلا کر کہا کہ اسرائیلی قبائل کے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لیے سلطنت تقسیم کر دیجیے۔ چنانچہ اس نے مرداران قبائل سے طویل گفت و شنید کے بعد فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا :

جنوبی حصہ :

(شمالاً جنوباً یروشلم سے بیئر شیبہ تک اور شرقاً غرباً بحیرہ مردار سے

بحیرہ روم تک) یہود ابن یعقوب کی اولاد کو دے دیا۔

شمالی حصہ :

بنو لادی کے سوا باقی دس قبائل کو۔

بنو لادی کا کام مذہبی رہنمائی تھا۔ اور یہ سیاست میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ تقسیم

۱۵۰ ق م کے قریب ہوئی تھی۔

شمالی اقلیم سلطنت اسرائیل کہلاتی تھی۔

اور جنوبی سلطنت یہودا۔

لیکن باشند اسرائیل ہی کے نام سے معروف تھے۔ ۲۔ سلاطین ۱۶/۴ میں انہیں پہلی مرتبہ یہود کہا گیا ہے۔

بات یوں ہوئی کہ اسرائیل اور شام کے بادشاہوں نے یہوداہ پہ حملہ کر دیا۔ شاہ شام نے ایلات (ایتلہ - عقبہ) کو فتح کر کے شام میں شامل کر لیا۔ اور یہودیوں کو ایلات سے نکال دیا۔ (۲۔ سلاطین : ۱۶/۴)

فلینس بیخیر اپنی کتاب "عہد بائبل کی کہانی" (صفحہ ۹) میں لکھتا ہے کہ اسیر ٹی بابل کے ایام میں یہود کی مناسبت سے بڑا اسرائیل کا نام یہود پڑ گیا۔ چونکہ یہ قیدی یروشلم اور گردنواح سے پکڑے گئے تھے۔ اور ان میں سے بیشتر کا تعلق یہوداہ کی نسل و سلطنت سے تھا۔ اس لیے ان کے لیے یہودی کا لفظ موزوں تھا۔

جب اسیران بابل واپس آئے۔ تو اس بناء پر کہ ان میں سے بیشتر کا تعلق یہوداہ سے تھا۔ یہ فلسطین میں بھی یہود کہلانے لگے۔ دانیال (۴۰۰ قمر زندہ) انہیں بار بار یہودی کہتا ہے۔

(دانیال : ۳ اور ۹ اور ۱۲)

نیز دیکھیے : عزرا ۱۲-۲۳

نحمیاہ ۱/۲

اور آستر ۳/۴

گو یہود ان تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو آدم علیہ السلام و عیسیٰ کے درمیان مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم نہیں کرتے۔ بائبل میں ان انبیاء (آدم اور عیسیٰ کے درمیان) کے ۳۹ صحائف شامل ہیں اور ان کے نام یہ ہیں :-

۱ : پیدا لش	۲ : خردج
۳ : احبار	۴ : گنتی
۵ : استثناء	۶ : یشرع
۷ : قصاۃ	۸ : روت
۹ : ۱۔ سموئیل	۱۰ : ۲۔ سموئیل
۱۱ : ۱۔ سلاطین	۱۲ : ۲۔ سلاطین

۱۔ سلاطین ۱-۲ کا مرتب جز میاہ تھا۔ جو ۴۲۰ قمر کے قریب پیدا ہوا اور یروشلم پر بخت نمر کے حملے (۵۸۰ قمر - اندازاً) کے وقت زندہ تھا۔ ان دو صحیفوں میں سلیمان کی سلطنت سے یہوداہ کی تباہی (۵۹۷ قمر) تک کی تاریخ ہے۔

۲۔ دیکھیے :- اَلَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ - (ڈاب : صفحہ ۳۲۸)

۱۳ : ۱ — تواریخ	۱۴ : ۲ — تواریخ
۱۵ : عزرا	۱۶ : نحمیاہ
۱۷ : آستر	۱۸ : ایوب
۱۹ : زبور	۲۰ : امثال
۲۱ : واعظ	۲۲ : غزل الغزلات
۲۳ : یسعیاہ	۲۴ : یرمیاہ
۲۵ : نوحہ	۲۶ : حزقی ایل
۲۷ : دانیال	۲۸ : یوسیع
۲۹ : یوایل	۳۰ : عاموس
۳۱ : عبدیہ	۳۲ : یوناہ
۳۳ : میکاہ	۳۴ : ناحوم
۳۵ : حبقوق	۳۶ : صفییاہ
۳۷ : جحی	۳۸ : زکریا
۳۹ : ملاکی	

مآخذ :-

- ۱ : ڈاب . ص ۱۰۹ ، ۳۲۸ ، ۴۲۳ ، ۷۳۷
- ۲ : متی - ۲/۲۳
- ۳ : کنتی الارب - ج ۲ "نصر"
- ۴ : عزرا - ۱۲/۲۳
- ۵ : نحمیاہ - ۱/۲
- ۶ : آستر - ۳/۲
- ۷ : اعمال - ۵/۲ ، ۹/۲ ، ۱۱/۲ ، ۱۵/۲ ، ۲۲/۲ ، ۲۶/۲
- ۸ : رومیوں - ۸/۲ ، ۱۵/۲
- ۹ : ۱ - پطرس - ۵/۱۴
- ۱۰ : ۲ - سلاطین - ۱۴/۴
- ۱۱ : دانیال - ۱۲/۲۹
- ۱۲ : عہد بابل کی کہانی - ص ۹

۵۷۔ ایوبؑ

حضرت ایوبؑ سرزمینِ اودھ سے تعلق رکھتے تھے۔ بقولِ بائبل :
 ”وہ شخصِ کامل و صادق - خدا ترس اور متقی تھا۔ اُس کے سات بیٹے
 اور تین بیٹیاں تھیں۔ اُس کے مال میں سات ہزار بھیریں - تین ہزار اُونٹ - پانچ
 سو جوڑے بیل اور پانچ سو گدھیاں تھیں۔ اُس کے نوکر پاکر بہت تھے۔“

(ایوب کی کتاب : ۱-۴)

لیکن اللہ نے آپ کو ابتلا میں ڈال دیا۔ اور یہ سب کچھ چھن گیا۔ آپ کوڑھ میں بھی مبتلا ہوئے۔ لیکن
 اللہ سے بدظن نہ ہوئے۔ اور بار بار اُسے ہی امداد کے لیے پکارتے رہے :

وَإِیُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّی
 مَسَّنِیَ الضَّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ
 وَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ
 ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ
 مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرًا لِلْعَابِدِیْنَ

(انبیاء : ۸۳)

وہ وقت یاد کرو۔ جب ایوبؑ نے اپنے رب کو پکارا۔
 کہ اے اللہ ! میں گرفتارِ الم ہوں۔ اور تو مجھ سے رحمت ہے۔
 مجھ پر رحمت فرما۔ ہم نے اُس کی بات سنی۔ اور اُس کا دکھ دور
 کر دیا۔ اُسے دوبارہ اُس کا اہل و عیال دے دیا۔ بلکہ دگنا دیا۔
 کیونکہ ہماری رحمت کا تقاضہ یہی تھا۔ اور ہماری یہ نوازشِ عبادت گزاروں

۱: اودھ :- اُس علاقے کا نام ہے۔ جو دریائے فرات - فلسطین اور نجد یا جزیرہ عرب
 (بین - تا عمان) کے درمیان واقع تھا۔ (ڈاٹ : ۷۶)

کے لیے ایک ناقابلِ فراموش واقعہ بن گئی)

آپ کے والد کا نام موس تھا۔ یہ عیسو بن اسحاق بن ابراہیم کی پشت سے تھا۔ اور والدہ، لوط کی اولاد تھی۔ (شاس : ص ۲۶)

آپ کی بیوی زحیمہ حضرت یوسف کی پوتی اور افرائیم بن یوسف کی بیٹی تھی۔ بعض مفسرین نے اس کا نام ماجیز بنایا ہے۔ جو مہنتہ بن یعقوب کی بیٹی تھی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا قد لمبا۔ سر بڑا۔ آنکھیں مست۔ گردن چھوٹی۔ اعضاء موزوں۔ اور بال حلقہ دار تھے۔

ایام ابتلا میں آپ کی آہ و فغاں میں بلا کا کرب تھا۔
نمونہ ملاحظہ ہو :-

”میں آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ کہ خدا نے مجھے بے انصافی اور بے دینی کے حوالے کر دیا۔ اُس نے میرا گلا پکڑا۔ اور جھڑھڑا کے میرے پرچھے اڑا دیے۔ اُس کے تیر اندازوں نے مجھے گھر کر نشانہ بنایا۔ میرا گروہ چیرا اور رحم نہ کیا..... میں نے ٹاٹ کا لباس پہنا۔ اپنے سیٹک دھول میں رگڑے۔ چہرہ رو رو کر سوچ گیا۔ میرے ابرؤں پر موت کا سایہ پھیل گیا..... اُس نے مجھے شل کر دیا۔ لوگ میرے مُد پر تھوکتے ہیں..... گوریرا گھر ہے۔ میرا بستر اندھیرے میں کچھ چمکا ہے۔ میرے جسم کی سڑان گویا میرا باپ ہے اور کیڑے میری ماں اور بہنیں..... میں جانتا ہوں۔ کہ مجھے رہائی دینے والا خدا زندہ ہے..... اُس نے زمین کو بے سہارا لٹکا رکھا ہے۔ وہ گھنے بادلوں میں پانی بھرتا ہے اور انہیں اپنے تخت پر بچھاتا ہے..... اُس کی ڈانٹ سے آسمانوں کے ستون لرزے اور کانپتے ہیں..... وہ سمندوں کا غرر توڑتا اور اپنی رُوح سے کائنات کو سمجھاتا ہے..... جب تک میرا دم باقی ہے۔ میری زبان جھوٹ نہ بولے گی.....“

(ایوب۔ باب ۱۰-۲۷)

حضرت ایوب علیہ السلام کے اسی استقلال کا نتیجہ تھا۔ کہ بالآخر اللہ نے ان پر رحم کیا۔ انہیں تمام امراض سے نجات دی وہ ان کا گھر پھر آباد کیا۔

منسٹرین آپ کی عمر ۹۳ سال بتاتے ہیں۔ (شاس : ص ۲۶)
 یاقوت حموی معجم میں "دیر ایوب" کے تحت لکھتا ہے کہ :
 حضرت ایوب علیہ السلام کی مسجد اور وہ کواں جس کے پانی
 میں نہانے سے انھیں شفا ملی تھی۔ آج بھی صوبہ اردن کے ایک قصبے نوا
 میں موجود ہے۔ لوگ اُسے حمامِ ایوب اور اُن کی قسیم گاہ کو
 مقامِ ایوب کہتے ہیں۔

کیا نیکی انعام و اجر کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے ؟
 یہ تھا وہ سوال۔ جو شیطان نے ایوب علیہ السلام کے متعلق اللہ سے پوچھا تھا۔
 حضرت ایوبؑ نے اس کا جواب اپنے عمل سے دیا تھا۔
 اللہ نے آپ سے مال، دولت، اولاد، صحت۔ سب کچھ لے لیا۔ لیکن آپ کا
 ایمان پھر بھی قائم رہا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ :

آپ کی کتاب کے اسلوب۔ انداز اُس کی زبان اور اُس وقت کے معاشری
 اور سیاسی حالات سے علماء اس نتیجہ پہ پہنچے ہیں۔ کہ ایوب علیہ السلام
 حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیانی زمانے میں تھے۔ اگر یہ
 حضرت موسیٰؑ کے بعد ہوتے۔ تو ان کی کتاب میں حضرت موسیٰؑ کی شریعت
 مصر سے اسرائیل کے خروج اور ارضِ موعود کا لازماً ذکر آتا۔ ان چیزوں کا
 ذکر نہ آنا اس بات کی ایک واضح شہادت ہے۔ کہ حضرت ایوبؑ، حضرت
 موسیٰؑ علیہ السلام سے پہلے گذرے تھے۔

(ڈاب : ص ۳۰۵)

مآخذ :-

- ۱ : شاس : ص ۲۶
 - ۲ : معجم : ج ۴ "دیر ایوب"
 - ۳ : ڈاب : ص ۳۰۵، ۲۶۶
 - ۴ : اعلام : ص ۸۴
 - ۵ : ایوب کی کتاب ۱-۴
- نیز باب ۱۰-۲۷

ب

۵۸۔ بابل

(نیز دیکھیے :- ۲۱۔ ارم ذات العباد)

فرات کے دونوں کناروں پہ ایک شہر۔ جو کالڈیہ کا دارالحکومت رہا۔ کالڈیہ سے مراد دجلہ و فرات کا وہ روا ہے۔ جو خلیج ایران سے شروع ہو کر آج کے بغداد تک چلا جاتا ہے۔ جب سام بن نوح کے بیٹے (عیلام - شور - آرنخشتر - آرام) اور پوتے ادھر ادھر پھیلے تو ان کے کچھ قافلے بشارت (کالڈیہ کا پہلا نام) میں آباد ہو گئے۔ انھوں نے رفتہ رفتہ خلیج ایران کے عراقی ساحل پہ ایک سلطنت کی بنیاد ڈال دی۔ جو شمال کی طرف پھیلتی چلی گئی۔ اور ۱۷۰۰ ق م کے قریب بابل اس کا دارالحکومت بن گیا۔

ماخذ معلومات :

بابل کے متعلق ہمارے معلومات کے ماخذ تین ہیں :-

۱ : بابل

۲ : بابل کے کھنڈرات اور کتبے

۳ : قدیم تاریخیں

بابل نے اس شہر کے متعلق بہت کم تفصیل دی ہیں۔ رہے کھنڈرات۔ تو یہ ابھی تک برآمد ہو رہے ہیں۔ کھدائی کا خرچ اتنا زیادہ ہے۔ کہ کام بار بار رک جاتا ہے۔ کتنے ہی کھنڈرات ہیں۔ جو فرات کے سیلاب میں بہہ گئے۔ ارد گرد کے دیہاتیوں نے بھی کافی نقصان پہنچایا۔ کہ وہاں سے اینٹیں نکال کر گھروں کو لے گئے۔ ان حالات میں ہمیں قدیم تاریخ ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

یونان کا مشہور مورخ ہیرودوٹس HERODOTUS (۴۸۴ — ۴۲۴ ق م) لکھتا ہے۔ کہ :-

بابل فرات کے دونوں کناروں پر مرقعہ شکل کا ایک شہر تھا۔

جس کے گرد دو فصیلیں تھیں۔ بیرونی فصیل کا طول ۵۶ میل تھا۔ مکانات

عموماً تین یا چار منزلہ تھے۔ سڑکیں اور گلیاں سیدھی تھیں۔ شہر کے دونوں

حصوں (مشرقی و غربی) میں ایک ایک قلعہ تھا۔ ایک میں شاہی محل اور

دوسرے میں بڑے جُت کا ایک مندر تھا۔ ان دونوں حقوں کے درمیان ایک پُل تھا۔ جس کے ستون پتھر کے تھے۔ اور اُوپر لکڑی کے بڑے بڑے لٹخ اور تختے رکھے ہوئے تھے۔ اس کی لمبائی ایک ہزار گز اور چوڑائی تیس فٹ تھی۔

چوتھی صدی کا ایک اور یونانی مؤرخ ٹی۔ سیاز (CTESIAS) کہتا ہے کہ :-
پُل کے دونوں کناروں پر ایک ایک شاہی محل تھا۔ جو نہ صرف اس پُل بلکہ ایک زیر۔ دریائی سرنگ کی وجہ سے بھی باہم مربوط تھے۔ بڑی تفصیل کے اکثر دروازے تانبے کے تھے۔ اور اُس کے ارد گرد ایک گہری خندق تھی۔ (ڈاب : ص ۶۵)

کھنڈرات :-

بغداد سے ستر میل جنوب میں اور کربلا کے متصل مشرق کی طرف ایک شہر جگہ کہلاتا ہے۔ اس سے پانچ میل شمال میں فرات کے مغربی کنارے پر کئی مصنوعی ٹیلے ہیں۔ جن سے برتن، اوزار اور مکانات کے کھنڈر نکل رہے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا بابل کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے مکانات کچھ اینٹوں سے بنے ہوئے ہیں۔ اور یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ سیلابوں اور بارشوں کے باوجود یہ اینٹیں ویسی کی ویسی ہیں۔ جگہ سے چھ میل مغرب میں مینار بابل کے کھنڈر ہیں۔ ایک ٹیلہ بڑے مندر کا ہے۔ اور ایک معلق باغات کا، جو بخت نصر نے بنائے تھے۔ (ڈاب : ص ۶۹)

سیاسی تاریخ :-

بابل کی سیاسی تاریخ، نمرود بن کویش بن حام بن نوح سے شروع ہوتی ہے۔ چند پرانے کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ بابل کے پہلے باشندے کویش بن حام کی اولاد تھے۔ اور ابتداء میں ہر شہر ایک جداگانہ ریاست تھا۔ بعد میں تصادم اور فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور بابلونہ ایک بڑی سلطنت بن گئی۔ بابل شہر کا نام تھا۔ اور بابلونہ سلطنت کا۔ بعض دونوں کو مترادف الفاظ سمجھتے ہیں۔

بابل کا ایک مؤرخ، بیرد سس (BEROSUS) ۲۵۰ ق م زندہ) کہتا ہے کہ :-
بابل پر تین خاندانوں کی حکومت رہی۔ پہلا کالڈیہ کا ایک خاندان تھا جس کے ۴۹ بادشاہوں نے ۴۵۸ سال حکومت کی۔ پھر نوبادشاہ

۲۴۵ برس تک حکمران رہے۔ ان کے بعد بابل پر اشوری تسلط ہو گئے جن کے ۴۹ سلاطین نے ۵۲۶ برس تک سلطنت کی۔ ۷۴۷ ق م سے بابل کی تاریخ واضح تر ہو جاتی ہے۔ بعلیموس نے ۷۴۷ ق م سے ۷۲۲ ق م تک کے شاہوں کی پوری تفصیل دی ہے ان میں سے بخت نصر کو بڑی اہمیت حاصل ہے یہ وہی بادشاہ ہے جس نے یروشلم کو تباہ کرنے کے بعد ستر ہزار یہودیوں کو غلام بنا لیا تھا۔

جب ۶۲۵ ق م میں نیزاکا اقتدار ختم ہو گیا۔ تو حکومت بابل کی حدود بہت وسیع ہو گئیں۔ پھر جب ایران سے سائرس ابھرا اور عراق و شام کی طرف بڑھا۔ تو ۵۴۰ ق م کے قریب اس نے بابل کو فتح کر لیا۔ گودمان برائے نام شاہوں کا ایک سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ لیکن یہ لوگ نظم و نسق سے غافل ہو گئے تھوڑے بالاخر ۳۳۱ ق م میں اسکندر یونانی نے اس حکومت کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا۔ تلاش کے باوجود ہمیں شاہان بابل کی مکمل فہرست نہیں مل سکی۔ سیلزار انساٹیکو پڈیا نے سموآنی سے سوسانا تک مرتبہ گیارہ بادشاہوں کی فہرست دی ہے۔ جن کا زمانہ حکومت ۲۴۵ ق م سے ۲۱۵ ق م تک تھا۔ یہ فہرست "ارم ذات العباد" کے تحت (شمار ۲۱) ملاحظہ فرمائیے۔

مینارِ بابل :

بابل میں مینارِ بابل کا ذکر صرف ایک مرتبہ (پیدائش : ۵ = ۵) آ رہا ہے اور وہ بھی ناممکن۔ مختلف ذرائع سے اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ یہ مینار گارے سے بنایا گیا تھا۔ اور اس کی سات منزلیں تھیں۔ زمینی منزل بہت لمبی چوڑی تھی۔ دوسری اس سے ذرا کم۔ تیسری اور کم اور آخری بہت کم۔ ان منازل کا طول و عرض اس جدول میں دیکھیے :-

منزل	چوڑائی	اُونچائی
اول	مربع - ہر ضلع ۲۷۲ فٹ	۲۶ فٹ
دوم	" " ۲۳۰ "	" ۲۶
سوم	" " ۱۸۸ "	" ۲۶
چہارم	" " ۱۴۶ "	" ۱۵
پنجم	" " ۱۰۴ "	" ۱۵
ششم	" " ۶۲ "	" ۱۵
ہفتم	" " ۲۰ "	" ۱۵
		بلندی : ۱۳۸ فٹ (ڈاٹ : ص ۶)

پیلز انسائیکلو پیڈیا میں (ص ۱۱۱) بعض حوالوں سے مذکور ہے۔ کہ :-

لفظ بابل کے معنی ہیں :- غلط طوط - گڑبڑ اور بدحواسی -

جب اللہ کے حکم سے مینار بابل کے معاروں کی بولیاں بدل گئیں۔ تو وہاں گڑبڑ اور بدحواسی پھیل گئی۔ چنانچہ اس مینار کا نام ہی بابل پڑ گیا اور بعد میں مینار والا شہر بھی بابل کہلانے لگا۔

مختلف کتبوں اور کھدائوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بابل کا شہر ۳۸۰۰ ق م میں بھی موجود تھا۔ قدیم بادشاہوں میں سے حمورابی، عمارات - باغات اور انہار سے بڑی دلچسپی رکھتا تھا۔ اس نے شہر کو خوب سجایا۔ بعد کے بادشاہوں میں سے بخت نصر (۶۰۵ - ۵۶۲ ق م) اور اس کے باپ نبو پلاسر (NEBO POLASSAR - ۶۲۵ - ۶۰۵ ق م) نے اسے رونق بخشی۔

مآخذ :-

۱ : پیلز - ص ۱۱۱

۲ : ڈاس - ص ۲۹

۳ : ڈاب - ص ۶۸

۴ : لقر - ص ۱۱

۵۹ - النحر

سورۃ اعراف میں ہے :-

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَآئِيلَ الْبَحْرَ

(اعراف : ۱۳۸)

(کہ ہم نے بنو اسرائیل کو سمندر سے گزار کر پار پہنچا دیا)

سمندر سے مراد : بحیرۃ قلزم ہے۔

متلزم کے معنی ہیں : سرخ

اسے سرخ کہنے کی کئی وجہ ہو سکتی ہیں :-

اول : کہ اس میں اون کی طرح ایک سرخ رنگ کی بوٹی تھی۔ جسے لہریں ساحل پر پھینک دیتی تھیں اور دونوں ساحل سرخ ہو جاتے تھے۔

دوم : کہ اس کے غری ساحل پر سرخ رنگ کے پہاڑ ہیں۔ جن کے عکس سے پانی سرخ نظر آتا ہے۔

سورہ : کہ اس میں سُرخِ مرغان کی کثرت تھی۔
چہارہ : کہ اس کی سطح پر سُرخ رنگ کے پرندے اُڑتے اور تیرتے رہتے تھے۔

پنجم : کہ اس کے جنوب مشرقی ساحل (بین) پر جمیر کی حکومت تھی۔ جمیر کا مادہ حمر ہے۔ جس کے معنی ہیں :- سُرخ۔

آج کا قلزم عہدِ موسیٰ کے قلزم سے چھوٹا ہے۔ پہلے یہ یکاس میل تک شمال میں پھیلا ہوا تھا۔ پھر زلزلوں اور دیگر حادثوں کی وجہ سے سمٹ گیا۔ اور اُوپر شمال میں کئی جھیلیں نمودار ہو گئیں۔ اِسی میں سے آخری شمالی جھیل بِزْکَةُ التَّمْساح (نہنگوں کی جھیل) کہلاتی ہے۔ اور باقی تلخ جھیلوں کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ جھیلیں کب نمودار ہوئیں ؟
اس کے متعلق ہمیں یقینی معلومات حاصل نہیں۔

یہ سمندر عدن سے نہرِ سویز تک سوا چودہ سو میل لمبا ہے۔ اور اس کا عرض زیادہ سے زیادہ ۲۰۰ میل ہے۔ خلیج عقبہ کی لمبائی نو سے میل ہے۔ اور نہرِ سویز کی ۱۰۰ میل۔ تمام جھیلیں اس نہر میں مدغم ہو چکی ہیں۔

گذر گاہِ موسیٰ :

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس مقام سے بحرِ قلزم کو عبور کیا تھا۔ اس میں محققین کا اختلاف ہے۔ کوئی کڑوی جھیلوں سے اُوپر بتاتا ہے۔ اور کوئی نیچے۔ لیکن عام رائے یہی ہے۔ کہ آپ موجودہ نہرِ سویز اور قلزم کے مقام اتصال سے کچھ اُوپر مکدل کے سامنے سے پار گئے تھے۔ وضاحت کے لیے اگلے صفحہ پر نقشہ دیکھیے۔

مآخذ :-

۱ : ژاب - ص ۵۷۱ - ۵۷۴

۲ : قرآن مقدس (اعراف)

۴۰۔ بَحْرِہ

جاہلیت میں عربوں کے ہاں یہ دستور تھا۔ کہ جب کوئی اونٹنی دس بچے دے چکی تھی۔ تو اس کے کان چمیر کر اسے آزاد چھوڑ دیتے کہ جہاں چاہے کھائے پئے۔ اور اسے بحیرہ کہتے تھے۔ جب یہ مر جاتی تو اس کا گوشت مرن مرد کھاتے تھے اور عورتوں کے لیے یہ حرام تھا۔

بعض قبائل میں اس دستور کی نوعیت قدرے مختلف تھی۔ اگر ان کی اونٹنی کا پانچواں بچہ نہ ہوتا۔ تو اسے ذبح کر کے زن و مرد سب مل کر کھاتے، اور اگر مادہ ہوتا۔ تو اونٹنی کے کان چمیر کر اسے آزاد چھوڑ دیتے۔ پھر نہ اس کا دودھ پیتے اور نہ اس پر سواری کرتے۔

(منتہی الارب: ج-۱، ص ۸۵)

۴۱۔ بَدْر

بدر ایک میدان ہے۔ پانچ میل لمبا، چار میل چوڑا، جو مدینہ سے اندازاً سو میل جنوب مغرب میں ساحل قلزم سے بارہ میل مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس کے شمال اور مشرق میں پہاڑیاں، جنوب میں پتھر ملی زمین اور مغرب میں ریت کے ٹیلے ہیں۔ اس کے عین وسط میں سے ایک نالہ گذرتا تھا۔ جس کے کناروں پر لوگوں نے چشے اور کنوئیں کھود رکھے تھے۔

جب سلمہ (مارچ ۶۲۴ء) میں کفار مکہ مدینہ کی طرف بڑھے۔ تو حضور صلعم ۳۱۳۔ افراد کی ایک مختصر سی فوج لے کر وادی بدر میں جا پہنچے۔ اور پہلا کام یہ کیا۔ کہ تمام چشموں پر قبضہ کرنے کے بعد آخری چشے پہ جا اترے۔ صحابہ بنے وہاں حضور صلعم کے لیے محجور کے پتوں سے ایک جھونپڑی بنا دی۔ رات کو بارش برسی۔ حضور صلعم کے لشکر پہ کم، اور قریش پہ اتنی زیادہ کہ صبح کے وقت ان کے لیے قدم اٹھانا دشوار ہو گیا۔

دوسری صبح لڑائی شروع ہوئی۔ پہلے ہی پہلے میں قریش کے چند نامی سردار اور بہادر مارے گئے۔ اور وہ بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ ان کے کل ستر افراد ہلاک ہوئے۔ ستر کپڑے گئے اور بہت سامان غنیمت ہاتھ آیا۔ جن میں ۱۲۰۔ اونٹ، ۱۵ گھوڑے، کئی درجی تلواریں، جوچے، زرہیں، کپڑے، چادریں، برتن اور دیگر اشیاء شامل تھیں۔

مآخذ :-

۱: ڈاس۔ ص ۳۰، ۳۵

۲: قرآن مقدس

۴۲۔ بَرَزَخ

قرآن میں ہے :-

وَمِنْ وَرَاءِهِم بَرَزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ - (ہومنون : ۱۰۰)

(مرنے والے یوم محشر تک بَرَزَخ میں رہیں گے)
 بَرَزَخ کے لفظی معنی ہیں :- حجاب، پردہ، وقفہ اور دو دریاؤں کے درمیان خشکی کا ٹکڑا۔
 اصطلاحاً یہ اُس وقفے کا نام ہے۔ جو موت اور محشر کے درمیان بائٹل ہے یا اُس اشیری دُنیا کا۔
 جس میں مرنے والے تاحشر رہیں گے۔

مآخذ :- ۱ : ڈاس - ص ۳۸

۲ : منجد - "بَرَزَخ"

۳ : لقر - ج ۲، ص ۲۸

۴۳۔ بُرُوج (بُرج کی جمع)

لفظی معنی ہیں :- قلعہ - قلعہ کی بُرجی - اور آسمان کا ایک حصہ۔
 (منتہی - ج - ۱، ص ۹۸)
 قرآن میں یہ لفظ کہیں تو قلعہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے :-
 "تمہیں موت آ رہی ہے گی۔ خواہ تم مشبوط قلعوں میں پناہ لو۔"
 (نساء : ۷۸)

اور کہیں آسمانی حصوں کے مفہوم میں :-

تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ

بُـرُوجاً - (فرقان : ۴۱)

(مبارک ہے وہ رب جس نے آسمانوں میں بُرج
 (جستے - راستے) بنائے)۔

گرمیوں میں سورج سر پہ آجاتا ہے۔ اور سردیوں میں جنوب کی طرف نیچے چلا جاتا ہے۔ اس مسافت کو وہ چھ ماہ میں طے کرتا ہے۔ ۲۲ جون سے ۲۱ دسمبر تک وہ اوپر کو آتا ہے اور ۲۲ دسمبر سے وہ واپسی کا سفر شروع کر دیتا ہے۔ اس سفر میں وہ بارہ شاہراہوں سے گزرتا ہے۔ ہر مہینے (شمسی) کی پہلی تاریخ کو اس کی شاہراہ بدل جاتی ہے۔ نجومیوں کا خیال یہ ہے کہ جس طرح زمین پر ہر ماہ کے اثرات مختلف ہوتے ہیں۔ کہ کسی میں گرمی ہوتی ہے اور کسی میں سردی۔ کسی میں گندم کھیتی ہے، اور کسی میں مکئی۔ اسی طرح یہ انسانی زندگی کو بھی مختلف طریقوں سے متاثر کرتے ہیں۔
ان کے نام یہ ہیں :-

♂ حمل	♂ ثور	♂ جوزاء
♂ سرطان	♂ اسد	♂ سنبلہ
♂ میزان	♂ عقرب	♂ قوس
♂ جدی	♂ دلو	♂ حوت

مآخذ :- ۱ : جلالین - ص ۲۱۰

۲ : ڈاس - ص ۴۸۰

۳ : لقر - ج ۲، ص ۲۹

۴۴۔ بَعْضِ اَزْوَاجِهِ

پوری آیت یوں ہے :-

وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ
اَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهٖ
وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضُهُ
وَ اَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا
بِهٖ قَالَتْ مَنَ اَنْبَاكَ هٰذَا قَالَ
نَبَّأَنِى الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ۔

(تحریم : ۳)

(جب نبی نے ایک راز کی بات اپنی ایک بیوی کو بتائی۔ اور اُس نے ایک اور بی بی تک پہنچا دی۔ تو اللہ نے سارا واقعہ اپنے نبی کو بتا دیا۔ اور نبی نے کچھ بات تو اسے بتا دی۔ اور کچھ دل ہی میں رکھ لی۔ یہ سن کر اُس نے (حیرت سے) پوچھا۔ کہ آپ کو یہ اطلاع کس نے دی ہے۔ فرمایا خدائے عظیم و خیر نے) اس آیت کی تشریح میں بیشتر مفسرین نے ایک ہی بات کہی ہے۔ کہ حضور صلعم نے وہ راز کی بات حضرت حفصہؓ کو بتائی تھی۔ اور اُنہوں نے حضرت عائشہؓ کو کہہ دی۔ (جلالین و کمالین : ص ۶۳۳)

وہ راز کی بات کیا تھی ؟

اس پر ہمارے مفسرین اور اہل روایت نے بڑی بڑی قیاس آرائیاں کی ہیں۔ ادب کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ہم خاموش رہیں اور اُن کا ذکر نہ کریں۔

مأخذ :-

۱ : قرآن مجید

۲ : جلالین

۴۵۔ بَعْل

کنعانیوں اور فنیقیوں کا سب سے بڑا صنم۔ جس کے خلاف حضرت الیاس علیہ السلام نے جہاد کیا تھا :-

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔

إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ آلَا تَتَّقُونَ۔

۱۔ : فلسطین کے شمال میں بحر شام کے ساحل پر ایک خطہ فنیقیہ کہلاتا تھا۔ اس کے مغرب میں سمندر اور مشرق میں لبنان کا پہاڑی سلسلہ تھا۔ اس علاقے کو یونانیوں نے دیا تھا۔ یہ یونانی لفظ ہے۔ معنی :- کھجور کا درخت۔ وہاں کے اصلی باشندے اسے کنعان کہتے تھے۔ کنعان کے معنی ہیں :- نشیبی زمین۔ اس کے قریب ہی شام کی سطح مرتفع تھی۔ جو آرام کہلاتی تھی۔ فنیقیہ کی لمبائی ۱۲۰ میل اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ بیس میل تھی۔ (مطاب : ص ۵۳۵)

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ

الْخَالِقِيْنَ - (صافّات : ۱۲۳-۱۲۵)

(ایسا س ایک رسول تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا۔ کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ؟ کہ اُس بہترین خالق کو چھوڑ کر بعل کی پرستش کر رہے ہو ؟)

بعل ایک عبرانی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں :- مائیک اور آقا۔ عربی زبان میں یہی لفظ شوبہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

بعل کی پرستش قدیم زمانوں سے چلی آتی ہے۔ حضرت موسیٰ کے زمانے میں اہل مدین اور موآبی اسے پوجتے تھے۔ جب ان لوگوں سے اسرائیلیوں کا اختلاط بڑھا۔ تو اسرائیلیوں نے بھی اس کا نام بدل کر (بعل فغور) اس کی پرستش شروع کر دی۔

(گنتی : ۳۱-۱۸ ، استثنا : ۲/۳)
جب شمالی فلسطین میں دس قبائل اسرائیل کی حکومت قائم ہوئی۔ تو انھوں نے بعل — پوجاکو سرکاری مذہب بنالیا۔

(۱- سلاطین : ۳۱-۳۳ ، ۱۹-۱۸)

یہ بیماری ظہور یہوداہ میں بھی پھیل گئی۔ وہاں بعل کے لیے مندر تعمیر ہوئے (۱- سلاطین : ۲/۳۴)
اُس کی مورتیاں بنائی گئیں۔ اور پادری مقرر ہوئے۔ جس کے لیے خاص لباس تجویز ہوا (۲- سلاطین : ۱/۲۲)
جب یہ پادری بعل کا طواف کرتے تو بلند نعرے لگاتے۔ اور بت کو مائل بہ کرم کرنے کے لیے اپنے جسم کا گوشت چھریوں سے کاٹتے۔

(۱- سلاطین : ۲۴-۱۸)

بابل میں بھی بعل کی پوجا ہوتی تھی۔ اہل بابل کا بئیل BEL - (یسعیاہ : ۲۴/۱)
بعل ہی کی ایک صورت تھی۔

عہد نامہ قدیم میں کئی ایسے مرتب نام ملتے ہیں۔ جو بعل سے شروع ہوتے ہیں۔ مثلاً :-

(۱) بعل بریت : یہود کا ایک منم - (قضاة : ۳/۳ ، ۹/۴)

(۲) بعل زبوب : یہوداہ کے ایک شہر عقرمون کا ایک بت۔

(۲- سلاطین : ۲ ، ۳ ، ۱۴)

(۳) بَعْلُ حَنان : ایڈوم کا ایک بادشاہ - (پیدائش : ۳۸-۳۹)

(۴) بَعْلُ فَعُور : یہود کا ایک صنم - (گنتی : ۱۵/۳-۱۸)

فلسطین میں کچھ ایسی بستیاں بھی تھیں جن کے نام کا ایک جزو بعل تھا۔ مثلاً :-

(۱) بَعْلَت بَیْثَر : یہوداہ یا شمعون کا ایک شہر۔

(۲) بَعْلَا ۵ : کنعان کا ایک شہر - (یشوع : ۱۵/۹-۱۰)

(۳) بَعْلَت : یروشلم کے مغرب میں دان کا ایک شہر - (یشوع : ۱۹/۳-۴)

(۴) بَعْلُ جَدُّ کنعان کا ایک شہر - (یشوع : ۱۱/۱۷)

(۵) بَعْلُ حَمَین : سیدان کا ایک انگوڑستان۔

(۶) بَعْلُ حَضُور : قبیلہ افرائیم کا ایک گاؤں - (۲- سموئیل : ۶/۳)

(۷) بَعْلُ حَرْمُون : لبنان کی ایک بستی - (قضاة : ۳/۳)

(۸) بَعْلُ مَکِثَان : موآب کا ایک قصبہ - (گنتی : ۳۲/۳۸)

(۹) بَعْلُ فَرَازِیْم (فرائیم) : ایک مقام جہاں حضرت داؤد علیہ السلام

نے فلسطینیوں کو شکست دی تھی - (۲- سموئیل : ۵/۲۲)

(۱۰) بَعْلُ شَلِیْثَا : جاردوں دریا کے مغربی کنارے پر ایک بستی۔ جہاں بنو اسرائیل

نے دریائے جاردوں کو عبور کرنے کے بعد ایک رات قیام کیا تھا۔

(۲- سلاطین : ۲/۲۲)

(۱۱) بَعْلُ شَمَر : یروشلم کے پاس ایک آبادی - (قضاة : ۲/۳۳)

(۱۲) بعلبک : لبنان میں ایک شہر۔

مآخذ :- ۱ : ڈاب - ص ۴۷، ۵۲۵

۲ : ڈاس - ص ۳۵

۳ : لقر - ج ۱، ص ۳۹

۴ : جلاکین - صافات

۵ : منتہی - ج ۱، ص ۱ "بعل"

۶ : بائبل

۷ : قرآن حکیم

۶۶۔ بکّہ (مکّہ)

قرآن میں یہ لفظ صرف ایک مرتبہ آیا ہے :-

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي
بِبَكَّةٍ مُّبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ۔

(عمران : ۹۵)

(دنیا کے فائدے کے لیے سب سے پہلا گھر وہ تھا۔ جو بکّہ میں
تعمیر ہوا۔ بابرکت اور اہل عالم کے لیے سرچشمہ ہدایت)
مکّہ کے کئی نام ہیں۔ مثلاً :-

- ❖ بَكَّة : (جائے ہجوم)
- ❖ حَاطَمَة : (توڑنے والا۔ یعنی گردن کشوں کا غرور)
- ❖ بَاسُكَة : (ہلاک کرنے والا۔ مہمّوں کو)
- ❖ الْبَلَدُ الْاَمِين : (پُر امن شہر)
- ❖ اُمُّ الْقُرْبَى : (شہروں کی ماں)
- ❖ مَعَاد : (لوٹنے کی جگہ۔ جائے پناہ)۔

اور کئی دیگر.....

مجدالدین فیروز آبادی نے اسماء مکّہ پہ ایک پورا رسالہ لکھا تھا۔
(خلاصہ تواتر بخ مکّہ : ص ۳)

۱۲۶۸ھ = ۱۸۵۲ء میں دہلی کے ایک عالم فخر الدین حسین حج کے لیے
گئے، وہاں مکّہ و مکعبہ کے متعلق مطالعہ و مشاہدہ سے قیمتی معلومات فراہم کیں۔ کئی
تاریخی کتابوں سے فائدہ اٹھایا۔ اور پھر یہ کتاب مرتب کر کے بہادر شاہ ظفر
آخری تاجدارِ مغلّیہ کی خدمت میں پیش کی۔ مکّہ (بکّہ) کے متعلق میری معلومات
کا آغاز یہی کتاب ہے۔

مکہ کی ابتداء :

ہم ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے منمن میں لکھ چکے ہیں کہ جب سارہ و ہاجرہ کا ایک گھر میں گزارہ مشکل ہو گیا۔ تو اللہ سے اشارہ پا کر حضرت ابراہیمؑ، اسماعیلؑ و ہاجرہ کو فاران کے بیابان میں لے گئے۔ وہاں اُس مقام پر چھوڑ گئے۔ جو بعد میں عظیمہ کے نام سے مشہور ہوا۔ انھیں کھانے کی کوئی چیز اور پانی کا ایک مشکیزہ بھی دے گئے۔ جب یہ پانی ختم ہو گیا اور پیاس سے اسماعیل زمین پر لوٹنے اور ایڑیاں رگڑنے لگے۔ تو حضرت ہاجرہ بے بسی ہو کر سات مرتبہ کوہ صفا پر چڑھی اور سات دفعہ مژدہ پر کہ شاید کہیں سے پانی مل جائے۔ یا کوئی قافلہ ہی نظر آجائے۔ اُس وقت یمن اور شام کے تجارتی قافلے مکہ کے قریب سے گزرتے تھے۔ اور یہ سلسلہ صدیوں بعد تک جاری رہا۔ جب وہ مایوس ہو کر بیٹے کے پاس واپس آئی تو دیکھا کہ اس کی ایڑیوں کے نیچے سے پانی (زَمْ - زَمْ کی صدا سے) نکل رہا ہے۔ اُس نے پہلے بچے کو پلایا۔ اور پھر کچھ مشکیزے میں بھر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں بوجزہم کا ایک قافلہ آ گیا۔ جو شام سے یمن (اپنے وطن کو) جا رہا تھا۔ وہ اس پانی کے چشے اور پاس ایک مال۔ بچے کو دیکھ کر رُک گئے اور اُن میں سے بعض ہمیشہ کے لیے وہیں آباد ہو گئے۔ یہ تھے مکہ کے پہلے باشندے۔

لفظ مکہ کے ایک معنی ہیں :- پانی چوس کر چشے کو خشک کر دینا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل والے چشے میں عرصہ دراز تک پانی کی مقدار اتنی کم رہی کہ لوگ اُسے پی کر بار بار خشک کر دیتے تھے۔ بلکہ کے معنی ہیں :- کم پانی والا کو آں۔

(رُولر ز آت مکہ : ص ۲۰)

بوجزہم کے بعد اور لوگ بھی یہاں آ کر آباد ہوتے رہے۔ اور رفتہ رفتہ مکہ ایک اہم شہر بن گیا۔

تعمیر کعبہ :

جب اسماعیل پہلی مرتبہ فاران میں آئے تھے۔ تو اُن کی عمر تیرہ برس تھی۔ جب وہ بڑے ہوئے۔ تو ایک جڑ بھی گھرانے میں شادی کر لی۔ اس وقت ان کی عمر بیس برس کے قریب تھی۔ انہی دنوں حضرت ابراہیمؑ انھیں ملنے آئے۔ اتفاق یہ کہ اس وقت اسماعیل جنگل میں شکار کھیلنے گئے ہوئے تھے۔ گھر میں صرف اُن کی بیوی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے سلام کہا۔ اور اپنا تعارف کرایا۔ تو اُس نے تیوری چڑھا کر منہ پھیر لیا۔ حضرت ابراہیمؑ یہ کہہ کر کہ گھر کی دہلیز خراب ہے۔ واپس چلے گئے۔ جب اسماعیل کو

۱: کعبہ کی شمالی دیوار کے ساتھ۔ میزاب رحمت کے نیچے ایک حصہ جس کے گرد دیوار ہے۔

یہ واقعہ معلوم ہوا۔ تو اُس نے اپنی بیوی کو فوراً طلاق دے دی۔ اور بنو جبرہم کی ایک اور لڑکی سے شادی کر لی۔ حضرت ابراہیمؑ تیسری دفعہ آئے۔ تو اسماعیل کے ساتھ مل کر کعبہ کی تکمیل کی۔ اس کا دروازہ حمیر کے ایک بیٹے، اند الحیری نے تالوں سمیت بطور عطیہ پیش کیا تھا۔

(رولز آف مکہ : ص ۲۱)

بطلمیوس نے بھی مکہ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اسے مکاربہ لکھا ہے۔ جس کے معنی سبائی زبان میں حرم مقدس ہیں۔ (ایضاً۔ ص ۲۴)

مکہ کے مشہور اور متبرک مقامات :

- مکہ کے کچھ متبرک مقامات مدو کعبہ میں ہیں۔ اور کچھ باہر۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں :-
 - (۱) مقام ابراہیم : اس سے مراد وہ پتھر ہے۔ جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی دیواریں اٹھائی تھیں۔ یہ بیت اللہ کی مشرقی دیوار کے سٹن ایک جالی دار گنبد میں رکھا ہے۔
 - (۲) چاہ زمر : یہ مقام ابراہیم کے قریب ہے۔
 - (۳) حجر اسود : جو کعبہ کی مشرقی دیوار میں پیوست ہے۔
 - (۴) حطیم : میزاب رحمت کے نیچے نصف دائرے کی شکل میں ایک حصہ۔ جس کے گرد دیوار ہے۔
 - (۵) صفا و مروہ : بیت اللہ کے مشرق میں دو پہاڑیاں۔
 - (۶) عرفات : مکہ سے ۱۱ میل مشرق میں ایک پہاڑ۔
 - (۷) مزدلفہ : جو عرفات و منی کے درمیان واقع ہے۔
 - (۸) منی : جہاں قربانی کی جاتی ہے۔
 - (۹) کوہ بوقیس کاؤہ فار جس میں حضرت آدم علیہ السلام دفن ہیں۔
 - (۱۰) غار حرا : جو جبل ثور میں ہے۔
 - (۱۱) غار ثور : یہ بھی جبل ثور میں ہے۔
 - (۱۲) وہ مقامات جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ کرام مثلاً :-
- حضرت علیؓ • حضرت عثمانؓ
- حضرت عمرؓ • حضرت ابوبکرؓ
- اور دیگر مشہور ہستیوں کے گھر تھے۔
- اور وہ بھی جہاں اُن کی قبریں ہیں۔

نہر زُبیدہ :

یہ نہر خلیفہ ہارون الرشید کی زوجہ زُبیدہ بنت جعفر بن منصور نے طائف کے قریب حنین سے جہاں چشموں کا پانی کافی مقدار میں جمع ہو جاتا تھا، مکہ تک کھدائی - اور اس پر ایک کروڑ سات لاکھ دینار خرچ کیے - یہ نہر آج بھی موجود ہے۔

ماخذ :-

- ۱ : شاس - ص ۳۶۸
- ۲ : طواس - ص ۳۱۰
- ۳ : خلاصہ تواریخ مکہ - ص ۲-۲۴
- ۴ : ردلر زآت مکہ - ص ۲۰-۲۴
- ۵ : لقر - ج ۱ - "بکۃ"
- ۶ : قرآن حکیم

۴۷- اَلْبَلَد

اللہ نے سُورۃ بَلَد کی پہلی آیت میں ایک خاص شہر کی قسم کھائی ہے :

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ

(مجھے قسم ہے اُس شہر کی، جس میں اے رسول، تو آباد ہے..... کہ ہم نے انسان کو دکھ جھیلنے کے لیے

پیدا کیا ہے)

ظاہر ہے کہ اس شہر سے مراد مکہ ہے۔

پس دیکھیے : ۴۷- "بکۃ"

۶۸۔ بنو اسرائیل

(نیز دیکھیے: "اسرائیل" اور "البحر")

حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں اور بارہ بیٹے تھے۔ جو بارہ اسرائیلی قبائل کے اجداد بنے۔

یعقوب کی شادی :

حضرت اسحاق اور اُن کی زوجہ ربقہ نے حضرت یعقوب کو تاکید کی تھی کہ :

"تو کنعانی لڑکیوں میں سے کسی سے بیاہ نہ کرنا۔" (پیدائش : ۲۸)

اُن دنوں حضرت اسحاق علیہ السلام بیئر شیبہ میں رہتے تھے۔ حضرت یعقوب وہاں سے حوران کی طرف چل دیے۔ باہر ایک کوئیں پر بہت سے گڈریے جمع تھے۔ آپ نے اُن سے اپنے مانوں لابن کا پتہ پوچھا۔ تو انھوں نے ایک چرواہن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ یہ لابن کی بیٹی ہے اور اس کا نام راحیل ہے۔ آپ نے پاس جا کر اپنا تعارف کرایا۔ اور اُس کے ریوڑ کو پانی پلایا۔ راحیل نے گھر جا کر بتایا۔ اور اُس کے رشتہ دار اُسے گھر لے گئے۔ ایک ماہ کے بعد لابن نے کہا۔ کہ اگر آپ سات برس تک میرے ریوڑ چرائیں۔ تو میں راحیل کو آپ کے نکاح میں دے دوں گا۔ ساتھ ہی تمام اہل بکریاں بھی۔ جب سات سال گزر گئے۔ تو لابن نے پہلے اپنی بڑی بیٹی لیاہ اُن کی زوجیت میں دی۔ اور ہفتہ بعد راحیل بھی۔ (پیدائش۔ باب ۲۹)

راحیل سے دیر تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ لیکن لیاہ سے چار بیٹے بہ ترتیب ذیل ہوئے :-

(۱) رُوْبِن (۲) شِمْعُون (۳) لاوی (۴) یھوداہ

اس پر راحیل کو بہت رشک آیا۔ اُس نے حضرت یعقوب سے کہا۔ کہ میں تو غالباً بانجھ ہوں۔

۱۵ : اس زمانے میں رواج تھا۔ کہ بڑی بیٹی سے پہلے چھوٹی کی شادی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے لابن نے پہلے بڑی بیٹی کو رخصت کیا۔

اس لیے تم میری لونڈی بلہاء سے نکاح کرو۔ شاید میرا گھر بھی آباد ہو جائے۔ آپ نے یہ بات مان لی۔ اور بلہاء سے دو بیٹے ہوئے۔ پہلا دان اور پھر نفتالی۔ (پیدائش: ۳/۸)
اس کے بعد آپ نے لیاہ کے امراء پر اُس کی کمینز زلفہ سے بھی نکاح کر لیا۔ جس سے دو بیٹے ہوئے۔ پہلے جڈ (GED) اور پھر اشتر۔
کچھ عرصہ کے بعد لیاہ سے پھر دو بچے ہوئے :-

(۱) اشکار اور (۲) زبکون

بعد ازاں راحیل سے یوسف پیدا ہوئے۔

اب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے سسرال میں بیس برس گزر چکے تھے۔

(پیدائش: ۳۱/۱۱)

”سو خداوند نے یعقوب سے کہا۔ کہ تُو اپنے باپ دادا کے

ملک اور رشتہ داروں کے پاس لوٹ جا۔“

(پیدائش: ۳۱/۳)

چنانچہ یعقوب علیہ السلام اپنی بیویوں اور ریوڑوں کو لے کر چل دیے۔ اور چلتے چلتے جب بیت ایل (یروشلم سے ۱۱ میل شمال مشرق میں) میں پہنچے۔ تو وہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کا آخری بچہ بن یمن راحیل کے بطن سے پیدا ہوا۔ لیکن جلد ہی راحیل کا انتقال ہو گیا۔ اور اُسے بیت ایل و بیت لحم کے درمیان دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ مخبرون میں پہنچے۔ اور مصر جانے تک وہیں رہے۔

(پیدائش: ۳۵/۲۷)

فرزند ان یعقوب کے نام بہ ترتیب ولادت یہ ہیں :-

(۱) زوبن (۲) شمعون

(۳) لادی (۴) یہوواہ

(۵) دان (۶) نفتالی

(۷) جڈ (۸) اشتر

(۹) اشکار (۱۰) زبکون

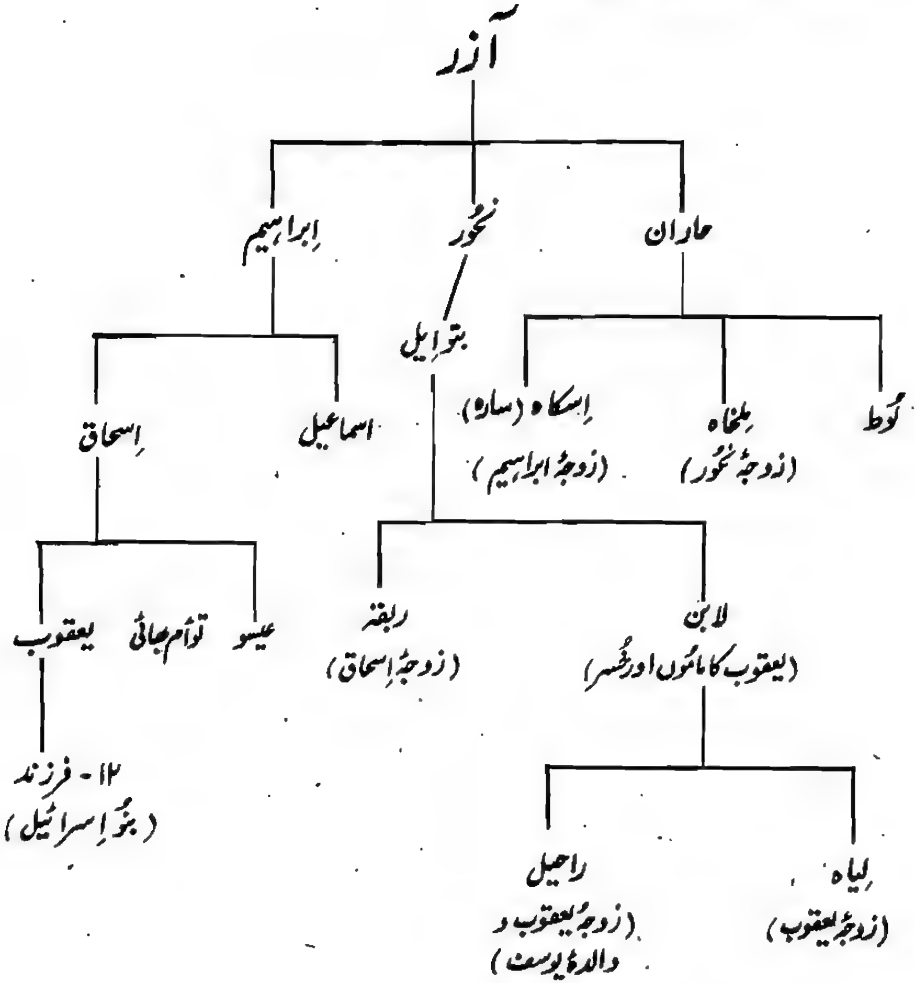
(۱۱) یوسف (۱۲) بن یمن

لیاہ سے چھ اور باقی تین بیویوں سے دو دو پیدا ہوئے تھے۔

یعقوب کا شجرہ :

آزربے آدم تک کا شجرہ ”ابراہیم“ (شمار ۴) کے تحت دیکھیے۔

اور آل آزر کا شجرہ یہ ہے :-



داستان یوسف :

جب حضرت یوسف سترہ برس کے ہوئے۔ تو آپ نے ایک خواب دیکھا۔ کہ سورج، چاند اور گیارہ ستارے آپ کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ آپ کے بھائی پہلے ہی آپ سے بگڑے ہوئے تھے کیونکہ ان کے والد حضرت یوسف سے بہت محبت کرتے تھے۔ خواب کا واقعہ سنا۔ تو انکاروں پر لڑنے لگے۔ اور انھیں ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ سیر و تفریح کے بہانے انھیں جنگل میں لے گئے۔ اور ایک گوٹھ میں پھینک دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے اہل مذہب کا ایک قافلہ گذرا۔ جس نے گوٹھ میں ڈول ڈالا۔ حضرت یوسف نے ڈول کر پکڑ لیا۔ قافلہ والوں نے اُسے باہر کھینچ لیا۔ اور مصر میں جا کر اُسے بیچ ڈالا۔ فرعون کے ایک درباری امیر پوٹی فار (قرآن میں عزیزؑ) نے اُسے خرید لیا۔ اور اپنی

جائیداد کا مختار کار بنا دیا۔ چونکہ آپ بہت خوبصورت تھے۔ اس لیے عزیز کی بیوی ان پر مائل ہو گئی۔ اور مختلف طریقوں سے ترغیب گناہ دینے لگی۔ لیکن یہ نہ مانے۔ اور بالآخر انھیں جیل میں بھجوا دیا۔ جیل میں ان سے ہر قیدی محبت کرتا تھا۔ یہ انھیں نیکی کی تلقین کرتے۔ اور ان کے خوابوں کی تعبیریں بتاتے تھے۔ اتفاقاً انہی دنوں ایک پیچیدہ سا خواب فرعون نے دیکھا۔ کہ سات وُہلی گاٹیں سات موٹی گایوں کو کھا رہی ہیں۔ ایک درباری نے اُسے بتایا۔ کہ یوسفؑ کو تعبیر رؤیا (خواب) میں خاص ملکہ حاصل ہے۔ چنانچہ انھیں جیل سے مگلوایا گیا۔ آپ نے بتایا۔ کہ سات بہترین سالوں کے بعد سات قلت و قحط کے سال آئیں گے۔ اور لوگ سب جمع۔ اندوختہ کھا جائیں گے۔

فرعون کو تعبیر پسند آئی۔ اور اُس نے آپ کو زراعت، خوراک اور مالیات کا وزیر بنا لیا۔

سات سال بعد جب قحط پڑا۔ تو آپ کے بھائی غلے کی تلاش میں مصر جا پہنچے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں غلہ بھی دیا۔ ساتھ ہی رقم ان کے بوروں میں رکھوادی۔ اور امرار کیا۔ کہ وہ اگلی دفعہ اپنے چھوٹے بھائی (بن یمن) کو بھی ساتھ لائیں۔

انھوں نے اس خواہش کو پورا کیا۔

اس کے بعد کے سفر میں حضرت یوسفؑ نے انھیں بتلایا۔ کہ :

”میں یوسف ہوں۔“

اور ساتھ ہی امرار کیا کہ :

”وہ واپس جائیں اور حضرت یعقوب کو ساتھ لے آئیں۔“

بالآخر جب حضرت یعقوبؑ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ مصر میں پہنچے۔ تو حضرت یوسفؑ نے ان کو ایک نہایت شاداب و سرسبز علاقے (رامسہس) میں بسا دیا۔

یہ اس رفتار سے بڑھے پھلے اور پھولے، کہ جب دو سو پندرہ سال بعد یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ مصر سے نکلے تو ان کی تعداد چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس (۶۰۳۵۵۰) ہو چکی تھی۔

(گنتی : ۲/۳۲)

واقعات کی تاریخیں :

جیسا کہ میں پہلے عنوان ”ابراہیم“ (شمار - ۴) کے تحت

لکھ چکا ہوں۔ تاریخ اسرائیل کے محققین واقعات اسرائیل کی تواریخ کا تعین نہیں کر سکے۔ اور ہر محقق نے ہر واقعہ کی الگ تاریخ دی ہے۔

سین ذیل مندر ایک محقق کی محنت کا نتیجہ ہیں۔ اور یہ کہ نظام مشکل ہے۔ کہ
یہ صحیح ہیں یا غلط۔

سال	واقعہ
۴۰۰۴ ق م	ولادتِ آدم
۲۳۴۹	طوفانِ نوح
۱۹۹۸	وفاتِ نوح
۱۹۹۶	ولادتِ ابراہیم
۱۸۹۶	ولادتِ اسحاق
۱۸۳۶	ولادتِ یعقوب
۱۷۴۵	ولادتِ یوسف - سپیلز کے مطابق ۲۰۸۲ ق م
۱۷۲۸	مصر میں یوسف فروخت - " " " ۲۰۴۲
	(سپیلز: ۵۹۸)
۱۶۳۵	وفاتِ یوسف -
	نوٹ :- بائبل ڈکشنری میں ہے۔ کہ :-
	۱ : یوسف ۱۷ برس کی عمر میں فروخت ہوا۔
	۲ : اُس وقت یعقوب کی عمر ۱۰۸ سال تھی۔
	۳ : واقعہ فروخت سے تیرہ برس بعد
	حضرت اسحاق فوت ہو گئے۔
	۴ : وزارت کے وقت حضرت یوسف کی
	عمر ۳۰ سال تھی۔
	۵ : جب حضرت یعقوب علیہ السلام بچوں
	سمیت مصر میں پہنچے۔ تو یوسف کی عمر ۳۹
	سال تھی۔ (بارڈ: ۳۹۴)
۱۵۷۱ ق م	ولادتِ موسیٰ
۱۲۹۱	مصر سے بنو اسرائیل کا خروج
۱۲۵۱	وفاتِ موسیٰ
۱۲۲۹	وفاتِ یشوع

سال	واقعہ
۱۰۱۵ قمری	وفات داؤد
" ۱۰۱۲	مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا آغاز
" ۹۹۱	مسجد اقصیٰ کی تکمیل
" ۹۷۵	وفات سلیمان
" ۴	ولادت مسیح
۳۰ میلادی	واقعہ صلیب
	(کپنین : ص ۱۸۲)

مصر سے بنو اسرائیل کا خروج :

خروج کے وقت مصر پر رامسش دوم کی حکومت تھی۔ بنو اسرائیل اُس کے کھیتوں میں ہل چلاتے۔ نہریں کھودتے، پہاڑ کاٹتے اور بڑی بڑی عمارات بناتے تھے۔ اس لیے اُسے اسرائیل کا جانا قطعاً پسند نہ تھا۔ لیکن جب حضرت موسیٰ کی دعا سے اُس پر آگے پیچھے دس مذاب نازل ہوئے۔ تو اُس نے گھبرا کر اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ پہلے رامسش شہر میں جمع ہوئے۔ اور وہاں سے ساحل کی طرف چل دیے۔ تاکہ پانی اور چارے کی قلت سے دوچار نہ ہوں۔ اُن کی پہلی منزل سکات تھی۔ پھر گدال پہنچے اور تیسری شام، قلم کے مغربی ساحل پہ جا بٹھرے۔ اگلی صبح دریا کو عبور کیا۔ اور مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ سینا کی طرف چل پڑے۔ جب ایک شہر ایلیم میں پہنچے۔ تو وہاں اُن پر مَت و سَلَوٰی (بٹیر اور سفید رنگ کی گول گول دانے) نازل ہوا۔

(خروج : ۱۲-۱۳)

یہ لوگ ان گول دانوں کو مَن کہتے تھے۔ سینا کے قریب رفیڈیم میں پہنچے۔ تو وہاں پانی نہ تھا۔ حضرت موسیٰ نے ایک چٹان پہ عصا مارا۔ اور اُس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

۱۷

(خروج : ۴-۸)

اُس کے بعد ساری قوم نے کوہ طور کے پاس قیام کیا۔ چنانچہ روز بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کے لیے طور پہ گئے۔ اور وہاں اُن پر دس احکام نازل ہوئے۔ سامری نے اسی وقتے میں

۱۸ : حضرت موسیٰ کی باقی کہانی، ۱۸۲۔ موسیٰ کے تحت دیکھیے۔

گو سالہ بنایا تھا۔

اس کے بعد یہ سارا کارواں ارض موعود یعنی کنعان کی طرف چل پڑا۔ لیکن محالہ (جو اسی وقت دشت سینا اور فلسطین پر منسلق تھے) کی شدید مزاحمت کی وجہ سے قدیش بڑنیا (مطابق نقشہ دیکھیے) میں رُک گئے۔ اور ایسے رُکے کہ ۳۷ برس تک وہاں سے چل نہ سکے۔ یہ مقام دشت تہہ میں واقع تھا۔ یہیں اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا۔ اِنَّا

هَلْهَنَا قَاعِدُونَ۔ (مائدہ : ۲۴)

(کہ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑے۔ ہم تو یہیں بیٹھیں گے)

۳۷ برس بعد حضرت موسیٰؑ پھر ارض مقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن لمبا چکر کاٹ کر۔ پہلے ایڈوم (جنوب مشرق) کی طرف گئے۔ وہاں حضرت ہارونؑ کی وفات ہو گئی۔ اور آپ جبلی ہارون کے ایک بیٹے پہ دفن ہوئے۔ پھر موآب کی وادئیں جانب سے گذر کر دریائے ارنان پہ پہنچے۔ قریب ہی بنیو پہاڑ تھا۔ حضرت موسیٰؑ اُس پر چڑھے۔ تو دریا کے پار انہیں ارض موعود نظر آئی۔ لیکن آپ اُس میں داخل نہ ہو سکے۔ کیونکہ آپ کی وفات اسی پہاڑ پر ہو گئی تھی۔ اور آپ وہیں دفن ہوئے۔ اُس وقت آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ (عہد بائبل کی کہانی : ص ۲۶)

وفات سے پہلے دریا ارنان کے کنارے حضرت موسیٰؑ نے کئی کام کیے :-

اول : عمواریوں پہ حملہ کر کے اُن سے کافی علاقہ چھین لیا۔ کچھ زمین جاردن اور بحیرہ گیلی کے مشرق میں بھی لے لی۔

دوہ : اس کے بعد بنیو پہاڑ کے دامن میں ساری شریعت لکھوائی۔ قوم کو دُعا دی۔ ایک دردناک الوداعی گیت بگایا۔ اور پھر بنیو پہاڑ پہ چڑھ گئے جہاں آپ کی وفات ہو گئی۔ اور لوگوں نے آپ کو وہیں ایک شیب میں دفن کر دیا۔

آپ کے بعد قبیلہ افرائیم کا ایک پاکباز فرزند یثوع بن یونان آپ کا جانشین بنا۔ یہ ایک بہادر اور دانشمند سپہ سالار تھا۔ یہ ارض موعود کی طرف بڑھا۔ بحیرہ مردار کے شمال میں دریائے جاردن کو عبور کر کے جریکو (JERICHO) شہر پہ قابض ہو گیا۔ یہ ارض موعود کا پہلا شہر تھا۔ اور بنو اسرائیل کنعان میں پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے۔

یثوع کے بعد طاگوت۔ پھر داؤدؑ اور پھر سلیمان کا زمانہ آیا۔ ۹۷۵ ق م میں حضرت سلیمان کے کچھ برہنہ تاج نبی نے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا :-

جنوبی : یہوداہ کو دے دیا۔ اور

شمالی، اسرائیل کے باقی دس قبائل کو۔

ان کے بادشاہوں کے نام "اسرائیل" (شمار ۲۴) کے تحت دیکھیے۔

یہ قبائل پہلے تو آپس میں الجھتے رہے۔ پھر ۸۴۰ — ۸۰۰ ق م کے درمیان ان پر شام کے بادشاہوں نے حملے کیے۔ اور کافی علاقہ چھین لیا۔ ۷۱۳ ق م میں سلطنت اسرائیل (شمالی حکومت) کو اشوری ہڑپ کر گئے۔ اور ۵۸۷ ق م میں یہوداہ کو بخت نصر نے مٹا دیا۔ (عہد بائبل کی کہانی : ص ۷۵)

اسرائیل کی اسیری و جلا وطنی :

اسرائیل پر اشور کے حملوں کا آغاز ۷۷۱ ق م میں ہوا تھا۔ پہلے حملہ آور کا نام پُل (PUL) تھا۔ اس نے ۷۷۱ ق م میں اسرائیل پر کچھ سالانہ باج لگایا۔ اور واپس چلا گیا۔

۷۴۰ ق م میں تغلت پلسر (TIGLATH PILESER) گلیلی اور جاردن کے بعض قبائل کو پکڑ کر لے گیا۔

پھر ۷۲۱ ق م میں شال منیسٹر نے حملہ کیا۔ سماریہ کو ٹوٹا۔ اور ہزاروں باشندے ہمراہ لے گیا۔

۷۱۳ ق م میں سناکرب آیا۔ اور دو لاکھ کو قیدی بنا کر لے گیا۔

پھر بابل کے بادشاہ بخت نصر (۷۰۶ — ۵۶۲ ق م) کے حملے شروع ہو گئے۔ اُس نے ۵۹۸ ق م میں بیت المقدس کو تباہ کیا۔ اور ایک لاکھ کے قریب قیدی جن میں تمام سپاہی، دکاندار، صنّاع، علماء، معمار اور کسان شامل تھے، ساتھ لے گیا۔

جب ایران کے بادشاہ سائرس نے بابل پر قبضہ کیا۔ تو ۵۳۶ ق م میں اسرائیل کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔ ان کا پہلا قافلہ ۵۳۵ ق م میں قبیلہ یہوداہ کے ایک ممتاز رکن زری رُئیل کی قیادت میں، دوسرا ۵۸۵ ق م میں حضرت عزیر کے ساتھ۔ اور تیسرا ۵۴۴ ق م میں نحمیاہ کے ہمراہ روانہ ہوا۔ ان قافلوں میں کل ۴۲ ہزار آدمی تھے۔ یہ سلسلہ بعد میں بھی دیر تک جاری رہا۔

(ڈاب : ص ۹۹)

بنا اسرائیل کے صحائف کی تفصیل اہل کتاب " (شمار ۵۶) کے تحت دیکھیے۔

مآخذ :- ۱ : عہد بائبل کی کہانی۔

۲ : پیپلز - ص ۵۹۸، ۱۰۳۵

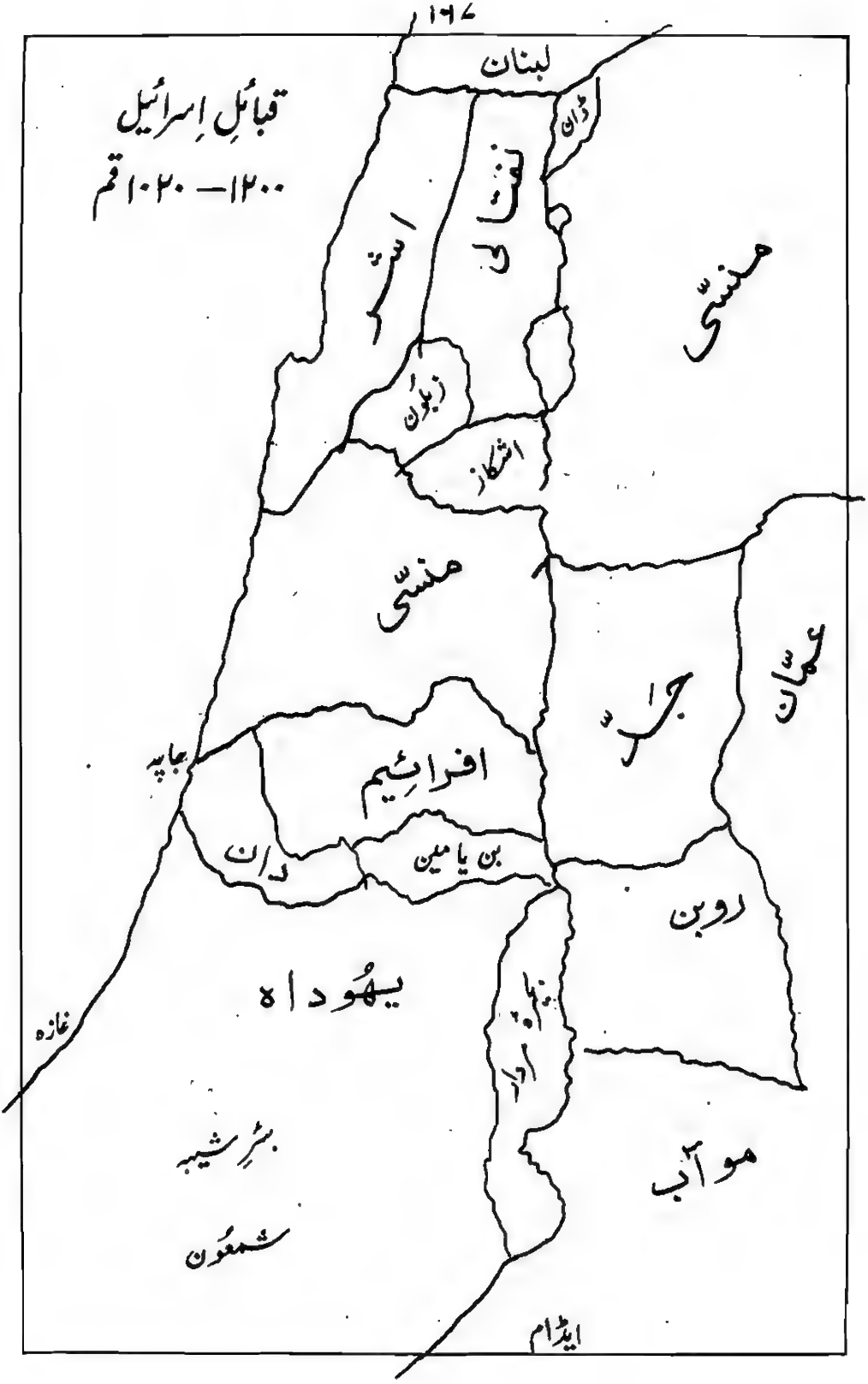
۳ : بائبل

۴ : قرآن حکیم

۵ : کمپنن - ص ۱۸۲

۶ : باڈ - ص ۳۹۴

۷ : ڈاب - ص ۹۹



قبائل اسرائیل
۱۲۰۰ - ۱۰۲۰ ق م

لبنان

یدان

إسحاق

زبولن

منشی

اشکاز

شمعون

بن یامین

جارد

روبن

موآب

یهודה

ایڈام

بئر شیب

شمعون

غازه

۶۹۔ بَیْتُ اللہ الحرام (کعبہ)

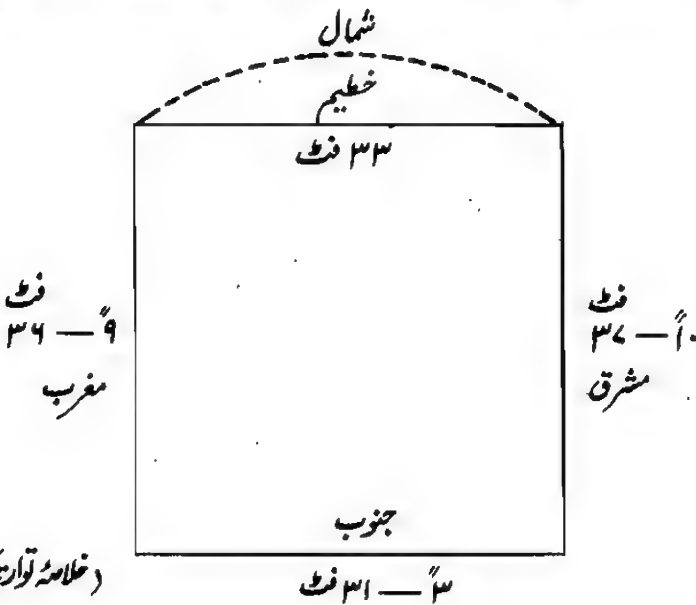
جیسا کہ ہم ”ابراہیم“ کے منمن میں لکھ چکے ہیں۔ کعبہ تعمیر خلیلؑ و اسماعیلؑ ہے۔ یہ اُس چھوٹی سی عمارت کا نام ہے۔ جو مسجد حرم کے وسط میں واقع ہے۔ روایتوں میں ہے کہ :

بنائے خلیل کی بلندی نو گز (۷/۴ فٹ)۔ اُن کا گنہ چوبیس انگشت کا تھا۔ یعنی اٹھارہ انچ)۔ لمبائی اکتیس گز (۳۶/۴ فٹ) اور چوڑائی بائیس گز (۳۳ فٹ) تھی۔

(علامہ توارخ مکہ : ص ۱۸)

کعبہ کے اندر دروازے کی دائیں جانب ایک گڑھا تھا۔ جس میں کعبہ کا سامان، نذریں، اور

۱۔ کعبہ کا یہ طویل و عرض اُس وقت کا ہے۔ جب خلیلؑ و اسماعیلؑ نے اسے تیار کیا تھا۔ بعد میں یہ بار بار گرا اور بنا۔ جب ۱۲۶۸ھ = ۱۸۵۲ء میں غلامہ تواریخ مکہ کا مصنف حج کو گیا۔ تو اُس وقت کعبہ کی پیمائش یہ تھی۔ بلندی ۲۷ فٹ ۴/۴ انچ۔



(علامہ توارخ مکہ : ص ۵۷)

تخفے رکھے جاتے تھے۔ درکعبہ کی بائیں جانب آپ نے دیوار میں حجر اسود نصب کر دیا۔ تاکہ طواف کا نقطہ آغاز بنے۔

کعبہ کی تعمیر نو :

جب بنائے غلیل بوسیدہ ہو گئی۔ تو اسے بنو جرہم نے از سر نو بنایا۔ کچھ عرصے کے بعد عمالغہ نے اس کی دیواروں کو اونچا کیا۔ جب کعبہ کی ولایت قریش کے جد امجد قصی بن کلاب کے حوالے ہوئی۔ تو اُس نے نئی چھت ڈلوائی۔ جب ۵۹۶ھ میں سیلاب سے کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں۔ تو قریش نے اسے از سر نو بنوایا۔ جب حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا۔ تو لوگ جھگڑ پڑے۔ ہر قبیلہ اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھا۔ بالآخر یہ ہوا کہ جو شخص بابِ صفا سے حرم میں سب سے پہلے داخل ہو۔ وہ حکم بنے۔ اتفاق یہ کہ اُس روز سب سے پہلے حضرت محمد صلعم داخل ہوئے۔ اُس وقت آپ کی عمر ۲۵ برس تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک چادر لائیں۔ حجر اسود کو اُس میں رکھیں۔ تمام رؤسائے قبائل چادر کو پکڑیں۔ اور پھر کو اُپر اٹھائیں۔ جب وہ پتھر اپنے مقام تک آ گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے اٹھا کر دیوار میں نصب کر دیا۔ اور اس طرح سارے قبائل مطمئن ہو گئے۔

جب عبد اللہ بن زبیر نے اُمیہ کے خلاف اعلان بغاوت کیا۔ اور مکہ میں ایک متوازی حکومت قائم کر لی۔ تو زبیر نے اُسے گرفتار کرنے کے لیے ایک فوج بھیجی۔ عبد اللہ نے کعبہ میں پناہ لی۔ یزیدی سپہ سالار نے منجنیق سے پتھر برسائے شروع کر دیے۔ جس سے کعبہ کی ایک دیوار گر گئی۔ اسی اثناء میں یزید مر گیا۔ اور فوج واپس چلی گئی۔ اس کے بعد عبد اللہ نے کعبہ کو از سر نو بنوایا۔ پھر حجاج نے اس میں زو و بدل کیا۔ اور ۱۰۴ھ میں سلطان مراد خان عثمانی نے اس کی تعمیر و تزئین کرائی۔ (علامہ تواتر کتب : ص ۲۰۰)

آرائش کعبہ :

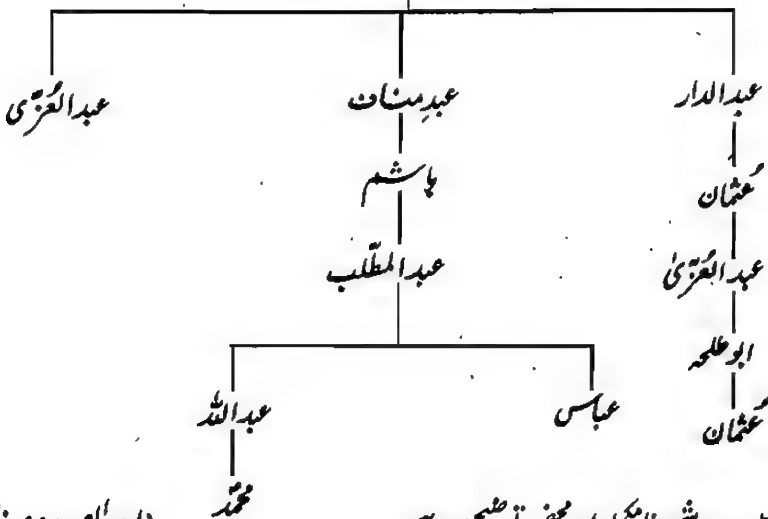
کعبہ کی تزئین و آرائش میں بے شمار افراد نے حصہ لیا ہے۔ حضور کے جد امجد عبد المطلب نے اس میں سونے کے دھڑن رکھوائے تھے۔ عبد الملک بن مروان نے میزابِ رحمت پر سونے کے پترے چڑھائے ولید بن عبد الملک اموی نے دروازے پر بھی سونا لگوایا۔ ہارون الرشید نے دروازوں میں سونے کی میخیں لگوائیں۔ متوکل، مقتدر عباسی کی والدہ اور متعدد دیگر بادشاہوں نے اس کی آرائش میں اضافہ کیا۔ کعبہ کا پہلا غلاف حمیر کے ایک تنبیع اشد (دیکھیے : "تنبیع") نے فراہم کیا تھا حضور صلعم کے زمانے سے کعبہ کے لیے ہر سال نیا غلاف تیار ہوتا ہے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

کعبہ کے متوتی :

حضرت اسماعیلؑ کعبہ کے پہلے متوتی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا بڑا بیٹا نبیط متوتی ہوا۔ اس کے بعد یہ منصب جرہم کے ایک رئیس مضاض بن عمرو الجرمی کے سپرد ہوا۔ اس نے کعبہ میں کچھ رد و بدل بھی کیا۔ ایک ہزار سال بعد بنو خزاعہ نے جرہم کو شکست دے کر انہیں مکہ سے نکال دیا اور کعبہ کا انعام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ لوگ نین سو برس تک متوتی رہے۔ ان کا آخری متوتی حلیل بن خبیشہ بن سلول بن کعب تھا۔ جس کی ایک لڑکی قریش کے جد امجد قحطی بن کلاب کے نکاح میں تھی۔ اُس زمانے میں قریش نواح مکہ میں رہتے تھے۔ حلیل کے بعد اُس کا فرزند مختار مش ناظم کعبہ بنا۔ یہ ایک پست کردار شرابی تھا۔ ایک دن قحطی نے شراب کے ایک دوشکیڑے دے کر اُس سے ولایت کعبہ کا منصب خرید لیا۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے۔ جب ایران پر بہرام گور (۳۷۸-۴۲۱ء) کی حکومت تھی۔ قحطی کے بعد اُس کا ایک فرزند عبدالدار ناظم کعبہ مقرر ہوا۔ لیکن اُس کا دوسرا فرزند عبدمنان کہنے لگا کہ اِس منصب کا اہل میں ہوں۔ جب یہ تنازعہ طویل پکڑ گیا۔ تو اکابر قریش نے تین مناصب یعنی :- حجابہ (نگہبانی - کلید کعبہ) - ندوہ (دار الندوہ :- جس میں اکابر مشورے کرتے اور لوگوں کے نکاح باندھتے تھے) اور لواء (علم) عبدالدار کے پاس رہنے دیے۔ اور رنادہ (عاجیوں کی روٹی کا احتظام) و سقایہ (پانی پلانا) عبدمنان کے سوا لے کر دیے۔ (معجم البلدان - ج ۸، ص ۱۳۴)

آل قحطی کا شجرہ یہ ہے :-

قُصَیْ



(ادب العرب : ص ۲)

نوٹ :- یہ شجرہ نامکمل اور محض توضیحی ہے۔

جب حضور صلعم نے مکہ کو فتح کیا۔ تو اُس وقت تک وہاں یہی نظام قائم تھا۔ آپ نے کلیدِ کعبہ عبدالدار کی اولاد میں سے عثمان بن ابی طلحہ کے پاس رہنے دی۔ اور منصبِ سقایہ اپنے چچا عباس کے حوالے کر دیا۔ کہ وہی اس کے مستحق تھے۔

(معجم : ج ۸، ص ۱۳۵)

حدودِ حرم :

حرم میں چند چیزیں ممنوع ہیں۔ یعنی :-
 • شکار کھیلنا • درخت کاٹنا • جھگڑنا
 • زبان اور دیگر اعضا کا بے جا استعمال۔
 اس مقصد کے لیے حرم کی حدود، کعبہ کے ارد گرد ایک برید (چھ۔ دس یا بارہ میل) تک رکھی گئی ہیں۔

میقاتِ حج :

میقات سے مراد جو ارمکہ کے وہ مقامات ہیں۔ جہاں سے حج کے لیے احوام باندھا جاتا ہے۔ یہ چھ ہیں :-

- ۱ : اہل شام کے لیے جُحَفہ
- ۲ : اہل مدینہ کے لیے ذُو الْحُلَیفہ
- ۳ : نجد کے لیے قَرَن
- ۴ : عراق والوں کے لیے ذَاتِ الْعَرَق
- ۵ : اہل یمن اور ہندوپاک کے لیے یَلَمْلَم
- ۶ : مصر وغیرہ سے آنے والوں کے لیے رَابِع

مآخذ :-

- ۱ : معجم البلدان - ج ۸ - مکہ
- ۲ : خلاصہ توارخ مکہ - ص ۲۲۴-۲۰۷
- ۳ : رہ نمائے مقامات مقدّسہ
- ۴ : ڈاس - ص ۲۵۶
- ۵ : ٹاس - ص ۱۹۱
- ۶ : ادب العرب - ص ۲۰
- ۷ : قرآنِ حکیم

۷۰۔ بیت العقیق

”تقدیم گھر“ (ج - ۲۹) سے مراد کعبہ ہے۔
تفصیل کے لیے دیکھیے :- ۶۹۔ ”بیت اللہ الحرام“

۷۱۔ بَيْعٌ

”اگر اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی وساطت سے نہ روکتا۔ تو راہبوں کے ہیکل، اگر جے۔ یہود کے معابد اور مساجد جن میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ سب تباہ ہو جاتے۔“

(ج - ۴۰)

اس آیت میں بَيْعٌ کا لفظ بھی آیا ہے۔ یہ بَيْعَہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں : نصارت کی عبادت گاہ۔ اس کی دو جمعیں اور بھی ہیں۔ یعنی :- بَيْعَاتٌ اور بَيْعَاتٌ۔
(مُسَمَّیہ۔ ”بَيْعٌ“)

۷۲۔ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ :

سورہ نمل میں ہے :-

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ مَقَرًّا
وَجَعَلَ خِلْمَهَا أَنْهَارًا
وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِي
وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا
أَلَا إِلَهٌ مَعَ اللَّهِ
بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

(نمل : ۶۱)

(کیا جس اللہ نے زمین کو انسانی رہائش کے قابل بنایا۔
اس میں نہریں چلائی ہیں۔ اس کی سطح پر پہاڑ ڈالے اور دو سمندروں

کے درمیان ایک حجاب مائل کیا۔ اُس کا شریک کوئی اور بھی ہے ؟
 قطعاً نہیں۔ لیکن بیشتر لوگ اس حقیقت سے غافل ہیں)
 دنیا کے بڑے بڑے سمندر دو ہیں :-

۱۔ مشرق میں بحر الکاہل ۔ اور
 ۲۔ مغرب میں اوقیانوس ۔

باقی چھوٹے چھوٹے سمندر مثلاً :- بحیرہ عرب - خلیج ایران - قزقم - بحیرہ روم -
 بالٹک وغیرہ انہی کی شاخیں (کھاڑیاں) ہیں۔
 ان سمندروں کا رقبہ اور گہرائی یہ ہے :-

سمندر	رقبہ	گہرائی
اوقیانوس	۳,۱۸,۳۹,۳۰۴	اوسطاً ۱۳,۸۸۰ فٹ
بحر الکاہل	۴,۳۹,۸۴,۰۰۰	سب سے گہرا حصہ :- ۳۵,۸۰۰ فٹ
	مربع میل	
	مربع میل	

(ریڈرز ڈائجسٹ اٹلس : ص ۹۸-۹۹)

ان سمندروں میں بڑے بڑے طوفان اُٹھتے ہیں۔ لیکن وہ آج تک درمیانی برزخ
 (خشکی) پہ غالب نہیں آ سکے۔

ت

۷۳۔ تابوت

قرآن میں درج ہے۔ کہ :-

بنو اسرائیل کے ایک گروہ نے اپنے ایک نبی سے کہا۔ کہ ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کیجیے۔ انھوں نے اللہ سے اشارہ پا کر انہی میں سے ایک شخص طاووت کو بادشاہ بنا دیا۔ اس پر ان لوگوں نے یہ اعتراض کیا۔ کہ طاووت ایک مفلس آدمی ہے۔

نبی نے فرمایا۔ کہ اُس کے انتخاب کی ایک وجہ تو اُس کا علم ہے۔ اور دوسری اُس کی عمدہ شخصیت۔ ساتھ ہی کہا۔ کہ عنقریب فرشتے تمہارے گم شدہ تابوت کو بطور علامت تصدیق تمہارے سامنے لارہے ہیں :-

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ
مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ
سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا
شَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ
الْمَلَائِكَةُ - (بقرہ : ۲۴۸)

(اُن کے نبی نے کہا۔ کہ طاووت کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے۔ کہ فرشتے اُس تابوت کو تمہارے سامنے لارہے ہیں۔ جس میں تمہاری تسکین کا سامان اور آلِ مرنے والے ہارون کی کچھ یادگاریں ہوں گی۔)

یہ تابوت بنو اسرائیل کا ایک مقدس صندوق تھا۔ جو کیکر کی لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ پونے چار فٹ لمبا، سواد فٹ چوڑا، اتنا ہی گہرا۔ سونے کے پتروں سے آراستہ۔ چاروں کونوں پر چار موٹے چھلے۔ جن میں سے دولٹھ گذار کر اسے ڈولی کی طرح کندھوں پر اٹھالیا جاتا تھا۔ اوپر غلاف ڈال دیا جاتا تھا۔ تاکہ نظر نہ آئے۔ اس میں تورات مقدس کے علاوہ ہارون علیہ السلام کا عصا، موسیٰ علیہ السلام کا وہ برتن جس میں وہ ایلیم کے مقام پر مین (آسمان سے برسنے والی گوند سی) جمع کیا کرتے تھے۔ اور کئی دیگر یادگاریں رکھی تھیں۔ یہ عموماً بنولادی کے ہاں رہتا تھا۔ جب کوئی جنگ چھڑ جاتی۔ تو جمال اسے اٹھا کر اپنی فوج کے سامنے چلتے۔ اور عموماً چیت جاتے۔ (مذاب: ص ۵)

”خداوند نے یثوع سے کہا..... کہ سات کاہن صندوق کے آگے سات زینٹے لے کر چلیں۔ ساتویں دن شہر کے ارد گرد (جس پر حملہ کرنا تھا) سات بار گھومیں۔ زور سے زینٹے بجا لیں۔ اور نعرے لگائیں۔ شہر کی دیوار گر جائے گی۔“ (یشوع: ۴-۱)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اس صندوق کے لیے ایک الگ خیمہ گلوایا تھا۔ اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں بیت المقدس مکمل ہو گیا۔ تو اسے اس مقدس گھر میں رکھوا دیا گیا۔ جب بخت نصر نے ۶۰۰ ق م کے قریب یروشلم کو تباہ کیا۔ تو اس کے بعد تابوت کا سراغ کہیں سے نہ مل سکا۔ یا تو بخت نصر اسے ساتھ لے گیا تھا۔ اور یا یروشلم ہی میں تباہ ہو گیا تھا۔

ماخذ :- ۱: خروج - ۲۵

۲: گنتی - ۹/۱، ۲۱/۱

۳: یشوع - ۳، ۴

۴: ۲ - سموئیل - ۳/۶

۵: مذاب - ص ۵۱

۷۴۔ تَبَع

(نیز دیکھیے : سَبَا)

وَأَصْحَابُ الْآيَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ
كُلُّ كَذَّابٍ الرَّسُلَ فَحَقٌّ وَعِيدُ -
(ق : ۱۴)

(اہل آیتہ اور قوم تبّع نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور اُن کے حق میں وعدہ عذاب پورا ہوا۔)

تَبَّع شاہانِ مین کے ایک سلسلے کا نام تھا۔
مین میں کئی سلسلے حکمران رہے :-

پہلا سلسلہ۔ سبا کے مذہبی بادشاہوں کا تھا۔ جو مبارک کہلاتے تھے۔ یہ ۱۲۰۰ ق م سے ۵۵۰ ق م تک حکمران رہے۔ بلقیس کا تعلق اسی سلسلے سے تھا۔

دوسرا سلسلہ۔ ملوک سبا کا تھا۔ جو ۵۵۰ ق م سے ۱۵۰ ق م یا ۱۵۰ ق م تک برسرِ اقتدار رہے۔

تیسرا سلسلہ۔ ملوک حمیر کا۔ جن کی حکومت ۱۵۰ ق م سے ۲۷۰ ق م تک صرف مین پر تھی۔

چوتھا سلسلہ۔ تبّع کا۔ جو مین اور حضرموت دونوں پر ۲۷۰ ق م سے ۵۲۵ ق م تک حکمران رہے۔

تَبَّع کے معنی ہیں :- جبار اور صاحبِ قوت۔
پہلا تبّع حادثِ الزلزلہ تھا۔

اس کے بعد کتنے تبّع آئے۔ مورخ کوئی یقینی بات کہنے سے قاصر ہے۔ تاہم مین کی کھدائیوں اور اُس کے کئی ہزار کتبوں اور نوشتوں سے، جو اب تک برآمد ہو چکے ہیں۔ سلاطینِ تبّع کے کچھ نام معلوم ہوئے ہیں۔ گوا بھی تک، ان کی صحیح خواندگی نہیں ہو سکی۔ تاہم ان کی کئی

مبادلہ فرشتیں تیار ہو چکی ہیں۔
ان میں سے ایک یہ ہے :-

نمبر شمار	نام	از — تا
۱	یاسر بن نعم (ینعم)	۲۷۰ — ۲۷۹
۲	شمر بن عرش (یرعش)	۳۱۵ —
۳	ابو مالک	۳۲۰ —
۴	امتن	۳۵۵ —
۵	ذو حیشان	۳۷۲ —
۶	ملک یارب (کلی کرب)	۳۷۸ —
۷	عمر (ذا امر)	۴۰۰ —
۸	ابو کرب اسعد (سعد)	۴۲۵ —
۹	شرجیل (حصان بن یثیع)	۴۵۵ —
۱۰	عبد کلیل (کلال)	۴۵۹ —
۱۱	شرجیل یثیع	۴۸۰ —
۱۲	مرشد (مرتد)	۴۹۰ —
۱۳	ربیعہ (لہیعہ یثیع)	۵۰۰ —
۱۴	ذو نواس	۵۲۵ —

یہ یہودی تھا، جب اسے خبر ملی کہ نجران کے یہودی عیسائی بن گئے ہیں۔ تو اس نے بیس ہزار کو زندہ جلادیا۔ دیکھیے "اصحاب الاغڈود" اس ظلم کا اختتام لینے کے لیے ابراہیمہ حبشہ سے آیا۔ اور اس نے یثیع کے اقتدار کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

۷۵۔ تورات

تورات کا ذکر قرآن میں سترہ مرتبہ آیا ہے۔ اس سے مراد بائبل کی ابتدائی پانچ کتابیں ہیں۔ جو یا تو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھیں۔ اور یا آپؑ نے اپنی نگرانی میں مرتب کرائی تھیں۔ ان کتابوں میں اُس دور کی تاریخ۔ آدم علیہ السلام سے موسیٰؑ تک بڑے بڑے انبیاء کے سوانح اور حضرت موسیٰؑ کی شریعت درج ہے۔ ان میں اس قسم کے سوانحی مجملے جا بجا ملتے ہیں :-

۱ : اور ابراہیمؑ وہاں سے جنوب کی طرف چلا گیا۔

۲ : وہ لڑکا بڑا ہوا۔ اور اُس کا دودھ پھڑایا گیا۔

۳ : پھر موسیٰؑ بنو اسرائیل کو بحرِ مِکْزِم سے آگے لے گیا۔ تب وہ لوگ موسیٰؑ

پر بڑبڑانے لگے کہ ہم کیا پئیں۔ ”وقس علیٰ قذا۔“

ظاہر ہے۔ کہ اس قسم کے تمام مجملے انسانی ہیں۔ اور الہامی حصے وہ ہیں۔ جن کے پہلے اس قسم کے فقرے ہیں :-

”خداوند نے موسیٰؑ سے فرمایا..... خداوند نے

موسیٰؑ سے کہا.....“ (خروج : ۱۲/۱، ۱۳/۱، ۱۴/۱)

قرآن سے پہلے کی تمام الہامی کتابوں میں انبیاء کے سوانح بھی شامل تھے۔ اور اُس زمانے میں یہ چیز معیوب نہ تھی۔ قرآن پہلی الہامی کتاب ہے جس میں انسانی کلام کا ایک حرف تک موجود نہیں۔ ان کتابوں کے دیگر کوائف جدولِ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے :-

نمبر شمار	نام	سالِ تالیف یا نزول	ابواب	صفحات	موضوع
۱	پیدائش	۱۲۹۱ ق م۔ ۱۳۵۱ ق م کے درمیان	۵۰	۵۴	آدم علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام تک کی تاریخ۔ اور ان کے شجرہائے نسب۔

نمبر شمار	نام	سال تالیف یا نزول	الباب	صفحات	موضوع
۲	خروج	۱۴۹۱ ق م — — ۱۴۵۱ ق م کے درمیان	۲۰	۴۰	موسیٰ کی ولادت - بنو اسرائیل کے حالات - مصر سے ان کا خروج - کوہ طور پر موسیٰ کی عبادت - دس احکام کا نزول - اور شریعت موسیٰ -
۳	اخبار	"	۲۷	۲۹	شریعت کے مزید احکام -
۴	گنتی	"	۳۶	۴۲	بنو اسرائیل کی مردم شماری - ان کی تاریخ دشت سینا سے ارض موعود کی سرحدات تک - یہ ۳۷ برس کی تاریخ ہے نیز کچھ شرعی احکام -
۵	استثنا	"	۳۴	۳۸	یہ ان تین خرافات کا مجموعہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے موت سے پہلے ارشاد فرمائے تھے - ساتھ ہی کچھ چالیس سال کی تاریخ کا اعادہ - اور آپ کی موت کی تفصیل - ظاہر ہے کہ یہ موت کا باب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا إضافہ ہے -

ہم "ابراہیم" کے ضمن میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ محققین، واقعات بائبل کے زمانے کی
تعیین نہیں کر سکے - اور ان میں سے ہر ایک نے ہر واقعہ کی جدا گانہ تاریخ دی ہے - مصر سے خروج
بنو اسرائیل کی تاریخ کا ایک بہت اہم واقعہ ہے - لیکن مؤرخین نے اس کی سات تاریخیں دی ہیں -

یعنی :- ۱ : ۱۶۴۸ ق م

۲ : ۱۵۹۳ ق م

۳ : ۱۵۱۲ قم ۴ : ۱۲۹۹ قم

۵ : ۱۲۹۷ ۶ : ۱۲۹۱

اور ۷ : ۱۳۰۸

چونکہ مورخین کی اکثریت ۱۲۹۱ قم کو ترجیح دیتی ہے۔ اس لیے میں نے بھی اسی تاریخ کو انتخاب کیا ہے۔

۱ : کینین - ص ۱۸۲

۲ : طاب - مختلف عنوانات

۳ : بائبل - از پیدائش تا استثناء۔

۷۶ - التین

شام میں ایک پہاڑ - (معجم البلدان - ج ۲)
اللہ نے سورہ التین میں تین پہاڑوں یعنی التین - زیتون (بیت المقدس کا ایک پہاڑ) -
طور اور ایک شہر یعنی مکہ کی قسم کھا کر کہا ہے۔ کہ انسان فطرتاً صالح - اور نیک فطرت واقع ہوا ہے۔
چونکہ حضرت ابراہیمؑ بابل سے ہجرت کر کے شام میں پہلے گئے تھے۔ اور التین سے ایک قسم کا لکڑی پیدا
ہو گیا تھا۔ اس لیے اس سے مراد فطرت ابراہیمی ہے۔ زیتون سے مراد عیسوی - طور سے موسوی۔
اور مکہ سے محمدی ہے۔ یہ چاروں بزرگ کفرستانوں میں پیدا ہونے کے باوجود اپنے ماحول کے
خلاف نبرد آزما رہے۔ یہ اس حقیقت کی واضح دلیل ہے۔ کہ انسان فطرتاً صالح واقع ہوا ہے۔

ماخذ :-

۱ : قرآن حکیم

۲ : معجم - ج ۲

ث

۷۷- ثانی اثنین

قرآن مقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داستانِ ہجرت کا ایک واقعہ یوں بیان ہوا ہے :-

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ
أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ
إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ
لَا تَخْزَنَ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا -

(توبہ : ۴۰)

(اگر تم اُس کی مدد نہیں کرتے۔ تو اللہ کو پرواہ نہیں۔ کیونکہ اللہ نے رسول کی اُس وقت مدد کی۔ جب اُسے کفار نے گدے سے نکال دیا تھا۔ اور وہ دو میں دوسرا تھا۔ جب یہ دونوں غار میں تھے تو اُس نے اپنے ساتھی سے کہا۔ کہ غم نہ کرو۔ کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔)

تمام مفسرین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ ہجرت میں حضرت ابو بکر صدیق حضور صلعم کے ہم سفر تھے۔ نیز دیکھیے :-

۱۲۵- صاحبہ

۷۸۔ ثَلَاثَةُ الَّذِينَ خَلَفُوا

جب نوبی سال ہجری میں حضور صلعم نے عاکبر روم کی گوشمالی کے لیے شمالی عرب کے ایک سردی شہر تبوک کا ارادہ فرمایا۔ تو تمام صحابہ کو ساتھ جانے کے لیے کہا۔ تیس ہزار صحابہ، جن میں دس ہزار سوار بھی تھے، اس جہم میں شامل ہوئے۔ لیکن اتنی آدی گری، طویل سفر اور خوفِ مرگ کی وجہ سے کتر آ گئے۔ حضور صلعم تبوک میں بیس یوم رہے۔ جب دشمن سامنے نہ آیا۔ تو آپ تقریباً دو ماہ کے بعد واپس آ گئے۔ تمام متکلفین (پیچھے رہ جانے والے) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ سے معافی مانگی۔ اور دوبارہ بیعت کی۔

لیکن جب ابو عبد اللہ کعب بن مالک انصاری (حضور کے شاعر) مُرَارَةُ بن ربیع (ربیعہ) اور بلال بن اُمیۃ الانصاری الواقعی آپ کے سامنے آئے۔ تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا۔ کہ تم تینوں کے متعلق میں وحی کا انتظار کر دوں گا۔ اور ساتھ ہی تمام صحابہ کو حکم دے دیا۔ کہ کوئی ان سے بات نہ کرتے۔ یہ مزا اتنی بڑی تھی۔ کہ ان کی خیمہ تک حرام ہو گئی۔ پورے پچاس دن مکہ بھر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور انہیں اتنی خوشی ہوئی کہ کعب نے اپنی ساری جائیداد اللہ کی راہ میں دے ڈالی۔

”اللہ نے اپنے نبی اور اُن ہاجرین و انصار پر رحم کیا ہے جنہوں نے ایک نہایت مشکل وقت (غزوہ تبوک) میں، جب ایک گروہ کے کیجے آب ہو رہے تھے، نبی کا ساتھ دیا تھا۔ پھر اُن پر دوبارہ نظرِ کرم کی۔ کیونکہ اللہ بڑا ہی مہربان اور کرم کرنے والا ہے۔ وَ عَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاغَتْ عَلَيْهِمُ الْأَمْرُضُ بِمَا رَحَبَتْ۔ اور اُن تین افراد پر بھی رحم کیا۔ جن کا فیصلہ رسول نے غلطی کر دیا تھا۔ اور جن پر زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تک ہو گئی تھی۔“

(توبہ : ۱۱۷-۱۱۸)

مآخذ :- ۱ : کمالین - ص ۱۶۶

۲ : تفسیر حقانی - ج ۲، ص ۲۳۶

۳ : کتاب الاستیعاب - ج ۱، ص ۲۱۶

۴ : تلیقہ - ص ۳۰

۱: تبوک، مدینہ سے چودہ منزل (ہر منزل ۸ میل کی) دور تھا۔ یعنی اندازاً اڑھائی سو میل۔

۷۹۔ ثمود یا عادِ ثانیہ

(نیز دیکھیے : "ارم ذات العباد" - شمار - ۲۱)

عاد کے باشندے۔ جو ساحلِ قحطیہ پر یثرب سے وادیِ القرئی تک آباد تھے۔ ان کا دار الحکومت حجر تھا۔ جو شام و یمن کی شاہراہ پر واقع تھا۔ اور جسے آج کل مدائنِ صالح کہتے ہیں۔ پہاڑوں کو کاٹ کر مکان بنانا اور پتھروں کی عمارت و مقابر تیار کرنا ان کا فتنہِ خصوصی تھا۔

وَإِذْ كَرُّوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ
مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ
تَتَّخِذُونَ مِنْ سَهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ
الْجِبَالَ بَيْوتًا - (اعراف : ۷۴)

(یاد کرو۔ جب اللہ نے تمہیں عاد کے بعد اقتدار بخشا تھا۔
اور ایک خاص خطہِ ارض میں تمہیں آباد کیا تھا۔ تم اس کی نرم مٹی سے
محل بناتے اور پہاڑوں میں گھر کاٹتے تھے)

آیہ ذیل سے ظاہر ہے۔ کہ یہ قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے گذری تھی۔ دربارِ فرعون
کا ایک مومن قوم فرعون کو یوں دھمکاتا ہے :-

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ لِقَوْمِهِ أَفَأَخَافُ
عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ مِثْلَ
حَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ
مِنْ بَعْدِهِمْ - (ہومن : ۳۰-۳۱)

(دربارِ فرعون کا ایک مومن کہنے لگا۔ کہ اے قوم! مجھے
ڈر ہے۔ کہ کہیں تم گذشتہ اقوام مثلاً پیر واپانِ نوح، عاد، ثمود اور بعد کی

اقوام کی طرح کسی مصیبت کا شکار نہ بن جاؤ۔
 سام کے ایک پوتے کا نام صالح تھا۔ صالح بن ارفخشذ بن سام
 بن نوح۔ (پیدائش : ۴۴۱۰)
 ممکن ہے یہ قری صالح ہو۔ جو ثمود کی طرف مبعوث ہوا تھا۔ لیکن بائبل میں ثمود کا کہیں ذکر
 نہیں ملتا۔ البتہ یونان دردم کے مورخین نے ان کا ذکر کیا ہے۔
 گین (جلد اول) لکھتا ہے۔ کہ :-

قیصر حبشی نین (۵۲۷ - ۶۵۴) کی فوج میں تین سو ثمودی
 عرب بھی تھے۔ (ارض - ج ۱ - ص ۱۹۸)

جہاں تک ثمود کے سیاسی اقتدار کا تعلق ہے۔ وہ بہت پہلے
 ختم ہو چکا تھا۔

مورخین کا اندازہ یہ ہے۔ کہ ثمود کے دو دور تھے :-

دور اول : ۱۵۰۰ ق م سے ۱۱۰۰ ق م تک تھا۔ اور

دوسرا : ۱۰۰۰ ق م سے ۷۵۰ ق م تک۔

جب آشور کے ایک بادشاہ شرنون دوم (۷۲۲ - ۷۰۵ ق م) نے عرب پر حملہ کیا۔ تو
 اُس وقت ثمود بھی عرب میں آباد تھے۔ لیکن بے اقتدار۔

(ارض - ج ۱ - ص ۱۹۸)

مقام حیرت ہے۔ کہ جو ثمود حبشی نین کی فوج میں شامل تھے۔ وہ اچانک کہاں غائب
 ہو گئے ؟

جب سطلہ میں حضورؐ نے اعلان نبوت فرمایا۔ تو ان کا کوئی ایک فرد بھی کہیں موجود نہ تھا اور
 قرآن نے انہیں بار بار تباہ شدہ اقوام کے سلسلے میں پیش کیا۔

كَذَّبَتْ شَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ
 فَأَمَّا شَمُودُ فَاَهْلِكُوا بِالطَّاعِغِيهِ
 وَأَمَّا عَادُ فَاَهْلِكُوا بِرِيحِ
 صَرْصَرٍ عَاتِيهِ -

(حاقہ : ۴-۷)

(ثمود و عاد نے قیامت کا انکار کیا۔ بطور سزا ثمود

کو ایک کڑک سے ہلاک کر دیا گیا۔ اور عاد کی تباہی زناٹے
کی سخت آندھی سے ہوئی۔)
بعض محققین کا خیال یہ ہے کہ ٹھود کی تباہی ایک آتش نشاں پہاڑ کے پھٹنے سے ہوئی
تھی۔ اس کے لاوے کے نشانات آج بھی مدائن صالح کے مغرب میں موجود ہیں۔

(بی۔ مارٹنز: عربینین - بحوالہ شاس - ص ۵۹۲)

ای گلیسر (E. GLASER) کا خیالی (شاس : ص ۵۹۲) یہ ہے کہ ٹھود پہاڑ کا ایک
قبیلہ، بنو لحيان، جس کا زمانہ اقتدار غالباً ۲۰۰ ق م سے ۵۰۰ میلادی تک تھا۔ ٹھود ہی کی ایک
شاخ تھی۔

مآخذ :-

۱ : ارض القرآن - ج ۱، ص ۱۹۱

۲ : شاس - ص ۵۹۱ - ۵۹۲

۳ : اعلام - ص ۹۴

۴ : لقر - ج ۲، ص ۲۲۳

۵ : قرآن حکیم

ج

۸۰۔ جاووت

(نیز دیکھیے: طالوت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چار سو سال بعد جب بنو اسرائیل کے حالات بگڑنے لگے۔ تو ہمسایہ ریاستوں نے ان کا ناطقہ بند کر دیا۔ کبھی بخر روم کے ساحل پہ بسنے والے فلسطینی حملہ کر دیتے۔ کبھی عمالقہ اور کبھی اہل مدین۔ یہاں تک کہ غازہ والوں نے ان سے تاووت (شمار: ۷۳) بھی چھین لیا۔ ان حملہ آوروں میں ظالم ترین جاووت تھا۔ جو بیت لحم کے قریب ایک وادی "ریغام" کا رہنے والا تھا۔ اور ساحلی فلسطین کا بادشاہ بن گیا تھا۔ یہ اسرائیلیوں پر بار بار حملے کرتا اور ان کی خاصی تعداد کو غلام بنا کر لے جاتا۔

اس صورت حال سے تنگ آکر بنو اسرائیل نے اپنے ایک نبی سموئیل (۱۰۷۴ ق م) سے التماس کی۔ کہ وہ ان کے لیے کوئی بادشاہ منتخب کرے۔ چنانچہ اس نے طالوت کو ۱۰۹۵ ق م میں بادشاہ مقرر کیا۔ اور یہ صرف ۳۱۳ جاں باز نے کر جاووت کے مقابلے میں نکلا۔ مغربی یہوداہ کے ایک شہر شوک (SHOCHOH) کے قریب ایک وادی افسندہ بنیم میں یہ صفت آرا ہوئے۔ پھر:

"فلسطینیوں کے لشکر سے ایک پہلوان نکلا۔ جس کا نام جاووت تھا۔

قد چھ ہاتھ اور ایک بالشت - سر پر پتیل کا خود....."

(۱۔ سموئیل: ۱۷-۸)

وہ چالیس روز تک طالوت کو لٹکارتا رہا۔ کہ میرے مقابلے کے لیے کوئی آدمی بھیجو۔ لیکن کوئی تامل نہ آیا۔ اس اثنا میں حضرت داؤد کے والد یسعی نے داؤد کو میدان جنگ میں بھیجا۔ کہ وہ اپنے تین بھائیوں (الیاب - اربی مذاب اور شمتہ) کی طرے آئے۔ اور انھیں کھانا بھی دے آئے۔ جب حضرت داؤد میدان جنگ میں پہنچے۔ اور جاووت کو دھاڑتے گرجتے دیکھا۔ تو اپنا فلاخن لے کر آگے بڑھے اور اس چابکدستی سے پتھر پھینکا۔ کہ اس کی پیشانی کی ہڈی کو توڑ کر اندر چلا گیا۔ وہ گر گیا۔ اور حضرت داؤد نے اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ لیا۔ اس کے بعد حضرت داؤد طالوت کے مشیر خاص مقرر ہو گئے۔ جب طالوت کی وفات ہو گئی۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام ۱۰۵۵ ق م

وَالْقُوَّةُ فِي غَيَابَةِ الْجُبِّ يَلْتَقِطُهَا
بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ۔

(یوسف : ۱۰)

(ایک نے کہا۔ کہ یوسف کو قتل نہ کرو۔ اگر کچھ کرنا ہی ہے
تو اسے کسی گہرے کوئیں میں پھینک دو۔ تاکہ کوئی قاتل اسے
لکال لے جائے۔)

یا قوتِ حموی لکھتا ہے۔ کہ :

جس کوئیں میں حضرت یوسفؑ کو پھینکا گیا تھا۔ وہ نواحِ خیرون کی ایک بستی
سنجلن کے قریب تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ پہلے چاہے سنجلن کہلاتا ہوگا۔
لیکن بعد میں چاہے یوسفؑ کے نام سے مشہور ہو گیا۔
(معجم : ج ۵ - "سن")

۸۲۔ جَبَّارِیْن (عمالقہ)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سے نکل کر کنعان کی طرف چلے۔ تو عمالقہ نے اُن کا راستہ
روکا۔ یہ لوگ علین بن کوثر بن سام بن نوح کی پشت سے تھے۔ انہیں شکست ہوئی اور بنو اسرائیل
قادریش تک باپہنچے۔ آگے پھر عمالقہ کی بستیان تھیں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا :

يَقَوْمِ اِذْ خَلَوُا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ
الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا
عَلٰى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ۔
قَالُوْا يَا مُوْسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ
وَ اِنَّا لَنْ نَّبْدُ خُلَآئِفًا حَتّٰى يَخْرُجُوْا

منہا۔ (مائتہ : ۲۲)

(کہ اے قوم اس ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ۔ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ رکھی ہے۔ اور پیٹھ نہ پھیرو۔ ورنہ خسارے میں رہو گے کہنے لگے۔ کہ اے مومن! وہاں تو ایک طاقتور قوم (عمالق) آباد ہے۔ اور ہم وہاں اسی صورت میں قدم رکھیں گے۔ کہ وہ لوگ خود بخود اپنے وطن کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔)

عمالق چند وحشی قبائل تھے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں بحیرہ مُردار کے مغرب میں آباد تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہ جنوبی فلسطین اور صحرائے تیہ پر قابض تھے۔

(گنتی : ۱۳/۲۹)

عرب موزنین کی رائے یہ ہے۔ کہ پہلے یہ لوگ خلیج ایران کے غربی ساحل پر رہائش رکھتے تھے۔ وہاں سے اشوری بادشاہوں نے انہیں صحرائے سینا کی طرف دھکیل دیا۔ اصلاً یہ لوگ چرواہے تھے۔ اور ان کے ریوڑ ان کی دولت تھی۔

۱۔ سموئیل کی کتاب (۱۵/۵) میں ان کے ایک شہر کا بھی ذکر آیا ہے۔ لیکن غالباً اس سے مراد اُن کی خیمہ گاہیں اور عارضی چار دیواریاں ہیں۔ ان کے بادشاہ اُجاج (گنتی : ۲۲/۶) کہلاتے تھے۔ ان کا پہلا تصادم بنو اسرائیل سے رفیدیم (سینا) کے قریب ہوا۔ اور شکست کھائی۔ پھر کنعانیوں کے ساتھ مل کر جنوبی فلسطین میں بنو اسرائیل پر دوبارہ حملہ کیا۔ اور اسرائیل کو سخت شکست دی۔ چند صدیاں بعد طاقت نے ان پر حملہ کیا۔ اور ان کی تمام بستیاں کنعان سے حدود مصر تک روند ڈالیں۔ ان کی باقی ماندہ قوت پہ حضرت داؤد نے فریبی لگائی۔ اور یوں یہ مکتل طوط پر تباہ ہو گئے۔

نیز دیکھیے :- ۲۱۔ ”اِرم ذات العباد“

مآخذ :-

۱ : بائبل : گنتی - ۱۳/۲۹ ، ۲۲/۶

۱۔ سموئیل - ۱۵/۵

۲ : پیپلز - ص ۴۱

۳ : ڈاب - ص ۳۲

۴ : قرآن مقدس -

۸۳۔ جہنم

الْمَشْرَ إِلَى الَّذِينَ أَوْتُوا نَصِيبًا مِّنَ
الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ
وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى
مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا -

(نساء: ۵۱)

(کیا تم نے ان لوگوں کا حال دیکھا۔ جنہیں کتاب کا ایک حصہ
دیا گیا تھا۔ لیکن وہ لوگ جہنم و طاغوت پر ایمان لانے کے بعد کفار
کے شعلے کہنے لگے۔ کہ یہ مومنوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں)
جہنم کے معنی ہیں :-

• بت و کاہن و فال گو و جادو و جادوے کے بدول غیر نباشد
و ہر چیز غیر باری تعالیٰ کے آن را پرستش نمایند

(مفہوم: ج - ۱، ص ۲۳۲)

مکرمہ کا قول ہے۔ کہ جہنم کی زبان میں جہنم شیطان کو کہتے ہیں۔ (تقریباً ۲۳۶)
ابن جریر طبری فرماتے ہیں :-

إِنَّ الْمَرَادَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ
جِنْسٌ مَا كَانَ يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ سِوَاءَ
كَانَ صَنَمًا أَوْ شَيْطَانًا، جَنًّا أَوْ آدَمِيًّا
فِيَدْخُلُ فِيهِ السَّاحِرُ وَالْكَاهِنُ -

(کہ جہنم و طاغوت سے مراد اللہ کے سوا ہر وہ
چیز ہے۔ جس کی پرستش کی جاتی ہو۔ خواہ وہ بت ہو۔

یا شیطان - جن ہو یا آدمی - اس میں ساحر و کاہن بھی شامل ہیں
(ایضاً: ۲۳۸)

ماخذ :-

- ۱ : مفتی الارب - ج - ۱، ص ۲۳۲
۲ : لقر - ص ۸-۲۳۷
۳ : قرآن مقدس -

۸۴- جبریل

ابو حیان نے البحر المحیط میں اس کے تیرہ تلفظ دیے ہیں - یعنی :-

- ۱ : جبریل - ۲ : جبریل - ۳ : جبریل - ۴ : جبریل - ۵ : جبریل - ۶ : جبریل - ۷ : جبریل - ۸ : جبریل - ۹ : جبریل - ۱۰ : جبریل - ۱۱ : جبریل - ۱۲ : جبریل - ۱۳ : جبریل

یہ سُرانی زبان کا لفظ ہے - جس کے معنی ہیں :- اللہ کا بندہ -

جبر : عبد : ایل : اللہ

جبریل کا ایک کام اللہ کا پیغام انبیاء تک پہنچانا ہے - قرآن میں اسے کئی دیگر ناموں سے بھی یاد کیا گیا ہے - مثلاً :-

- رُوحُ الْقُدُس
• رُوحُ الْاَمِين
• شَهِيدُ الْقَوَى
• ذُو مِرَّة
• مُطَاعُ اور مَكِين

گو ملائکہ نظر نہیں آتے - لیکن حضور صلعم نے جبریل کو دو مرتبہ دیکھا تھا :

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ

سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاوٰی اِذْ یَغْشٰی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی -

(نجم : ۱۳-۱۵)

- (رسول نے جبریل کو دوسری مرتبہ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی کے پاس نیچے آتے دیکھا تھا۔ قریب ہی جنت تھی۔ اس وقت سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی پر نور و سرور کا ایک عجیب عالم چھایا ہوا تھا۔)
- بائبل میں جبریل کا بار بار ذکر آیا ہے۔ لکھا ہے کہ :-
- ✽ اُس نے جنت سے نکلنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو تسلی دی۔
 - ✽ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا فن سکھایا۔
 - ✽ نابر ابراہیم کو سر دیا۔
 - ✽ ساحرانِ فرعون کے مقابلے میں حضرت موسیٰ کی مدد کی۔
 - ✽ جب بنو اسرائیل قلعہ سے گذر چکے۔ تو جبریل نے گھوڑے پر چڑھ کر فرعونیوں کو آواز دی۔ کہ آؤ تم بھی یہاں سے گذرو۔ اور جب وہ آگے گئے، تو سب کو ڈبو دیا۔
 - ✽ داؤد علیہ السلام کو درہ سازی سکھائی۔
 - ✽ حضرت دکریا اور مریم کو یحییٰ و عیسیٰ (بالترتیب) کی بشارت دی۔
- مَا خَذَ :- ۱ : ڈاس - ص ۱۳۳
- ۲ : شاس - ص ۷۹
- ۳ : لقر - ص ۲۳۸
- ۴ : اُغلام - ص ۹۸
- ۵ : قرآن شریف

۹۵- جن

جن کے متعلق ہمارے ہاں بے شمار آراء و روایات ملتی ہیں۔ جن کا ملخص یہ کہ جنوں کی پانچ قسمیں ہیں :-

اول : جان :- نہایت ضعیف و بزدل جن۔

دوم : شیطان :- بدروح -
 سوم : عفریت :- ایک طاقتور بدروح -
 چہارم : مسرید :- نہایت طاقتور بدروح -
 پیریاں :- نیک جن عورتیں -

ان سب اقسام کا مشترک نام جن ہے - (ڈاس : ص ۱۳۴)
 جن کے متعلق متضاد روایات ملتی ہیں - ایک روایت کے مطابق ابلیس تمام جنات کا باپ ہے - ایک اور روایت میں یہ مقام جہان کو دیا گیا ہے -
 فرشتوں کی تخلیق نور سے ہوئی تھی - اور جنات کی نار سے - لہذا وہ نار کی حقیقت ایک ہی ہے -
 فرق یہ کہ نور میں حرارت نہیں ہوتی - ان کے اجسام شفاف ہوتے ہیں - اور یہ ہر لباس (انسان ، حیوان ، سانپ وغیرہ) میں جلوہ گر ہو سکتے ہیں - ان میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی - سورہ جن میں جنوں کی زبان سے یہ اعتراف ملتا ہے :-

وَإِنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا
 دُونَ ذَٰلِكَ - (الجن : ۱۱)

(ہم جنوں میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ بد)
 جس طرح انسانوں کی طرف انبیاء مبعوث ہوئے تھے - اسی طرح ان کی طرف بھی رسول آتے رہے - کچھ ایسے رسول بھی تھے - جو انسان اور جنات ہر دو کی طرف مبعوث ہوئے -
 ﷺ :- حضرت سلیمان علیہ السلام -
 کہتے ہیں :- کہ اہرام مصر کے بانی بھی جن تھے -

ایک روایت کے مطابق آدم سے پہلے زمین پر جن آباد تھے - چونکہ یہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے - اس لیے اللہ نے ان کی گوشمالی کے لیے فرشتے بھیجے - انھوں نے جنوں کو سخت مزاحمت دی - اور ان کے سروار (ابلیس) کو پکڑ کر آسمانوں پر لے گئے - وہاں اس نے تہذیب سیکھی - علم حاصل کیا - اور فرشتوں کا سروار بن گیا - پھر جب اللہ نے آدم کو خلیفہ بنانے کا اعلان کیا - تو ابلیس نے مخالفت کی اور یہ آسمانوں سے ہمیشہ کے لیے نکال دیا گیا -

جنوں کی جو نوع شیطان کہلاتی ہے - ابلیس کی اولاد ہے - یہ اُس وقت تک زندہ رہے گی ، جب تک زمین پر ایک انسان بھی باقی ہے - اور پھر ابلیس سمیت سب مر جائیں گے - ان شیاطین میں پانچ بہت مشہور ہیں :-

اقول : بیشتر :- جو مادوں کا سامان کرتا ہے -

دوم : آَعَوَز :- جو عیاشی و بد معاشی سکھاتا ہے۔
 سوم : سَوُوط :- جو جھوٹ بکھواتا ہے۔
 چہارم : داسہ :- جو وزن و شوہر میں پھوٹ ڈالتا ہے۔
 پنجم : زَلْزَلُور :- جو قعبہ خانوں کا انتظام کرتا ہے۔

(ڈاس - ص ۱۳۵)

کچھ جن زمین پر رہتے ہیں۔ کچھ ہوا میں۔ اور کچھ سمندروں پر۔ ان کی کل تعداد اڑھائی کروڑ کے قریب ہے۔ ان میں سے کچھ سانپ کی طرح ریگتے اور کچھ اڑتے بھی ہیں۔ یہ بلی، گتے، چوہے اور بچھو کی صورت بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ بگولے میں بھی ایک تند و تلخ جن ہوتا ہے۔ اہل مصر کا عام عقیدہ یہ ہے کہ بستیوں میں ہر محلے کی پاسبانی ایک جن کے سپرد ہوتی ہے۔ جو سانپ بن کر وہاں رہتا ہے۔ جنوں کی ایک قسم غول کہلاتی ہے۔ جو تنہا مسافر کو پکڑ کر کھا جاتی ہے۔
 (ڈاس - ص ۱۳۳-۱۳۸)

۸۴۔ جودی

یہ ارمینیا و عراق کے درمیان ایک پہاڑ ہے۔ جسے یونانی گوردیاری (GORDYORI) اور آجکل کے جغرافیہ نگار ارات کہتے ہیں۔
 یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں :- مُقتدر زمین۔
 مسٹر و سٹن اپنی تصنیف "تاریخ ارمینیا" (ص ۳۶۱) میں لکھتا ہے کہ ارات یہ پہاڑ کا نام نہیں بلکہ ارمینیا کے ایک وسطی صوبے کا نام ہے۔ یہ ایک سطح مرتفع ہے۔ جس کے جنوب میں عراق اور شمال میں ارکس (ARAXES) کا میدان ہے۔ (ڈاب : ص ۲۹)
 سوال یہ ہے کہ توح کی کشتی کہاں ٹھہری تھی؟

کالڈیہ کا ایک مؤرخ بروسیس (BEROSUS) جو اسکندر یونانی کا ہم عصر تھا، لکھتا ہے۔ (ڈاب : ص ۲۹) کہ یہ گوردستان کے پہاڑوں پر جاڑ کی تھی۔ جو ارات سے کافی جنوب میں واقع ہیں۔ یورپی محققین کے ہاں ارات اس پہاڑ کا نام ہے۔ جسے اہل ارمینیا ماسس، ترک، اگییری داغ (اوغیا پہاڑ) اور ایرانی کوہ توح کہتے ہیں۔ یہ ارکس کے میدان سے شروع ہو کر اُن دو چوٹیوں تک چلا جاتا ہے۔ جو بڑے اور چھوٹے ارات کے نام سے مشہور ہیں۔ ان چوٹیوں میں سات میل کا فاصلہ ہے۔ بڑی چوٹی کی بلندی ۱۷۲۶۰ فٹ ہے اور چھوٹی کی کوئی ۱۳۰۰۰ فٹ۔ ان پر ہمیشہ برف رہتی ہے۔ یہ پہاڑ آتش فشاں قسم کے ہیں ان کی چوٹیوں پر چڑھنا کارسے دارد۔
 مسٹر بینرٹ پہلا کوہ ہیماس ہے۔ جو ۸۲۹۰ فٹ میں شمال مغربی دامن کے ایک گھاؤں

آزگُری (ARGURI) سے اس کی چوٹی تک پہنچا تھا۔ یہ گاؤں اُسی انگورستان میں تعمیر ہوا تھا۔ جس کی بنا حضرت نوحؑ نے ڈالی تھی۔ ارکس اس کے میدان ہی میں وہ مقام واقع ہے۔ جہاں حضرت نوح علیہ السلام دفن ہوئے تھے۔ اور جسے ناچ جیون (NACH JEVAN) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ارارات کسی ایک پہاڑ کا نام نہیں۔ بلکہ یہ پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے۔ جو ارمینیا سے کردستان تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ آجکل تین ریاستوں یعنی :- روس۔ ترکی اور ایران کی سرحد کا کام دے رہا ہے۔ اس کے دامنوں پر گھاس بافراط پیدا ہوتی ہے۔ جس میں گزدوں کے ریوڑ چرتے ہیں، اس کی وادیوں اور میدانوں میں گندم۔ جو اور انگور بکثرت ہوتے ہیں۔ نوحؑ کی کشتی اسی پہاڑ کے جنوبی دامن پہ جا آئی تھی۔

ماخذ :-

- ۱ : ڈاب۔ ص ۴۹
- ۲ : پیپلز۔ ص ۷۵
- ۳ : قرآن شریف

ح

۸۷ - حام

حام کیا ہے ؟

اس کے متعلق دو قول ہیں :-

اول : عبد الدین فیروز آبادی لکھتا ہے :-

”حام اُس زادنٹ کو کہتے ہیں جس سے دس اونٹنیاں حائل ہو چکی ہوں۔ عرب ایسے اڈنٹ کو آزاد چھوڑ دیتے۔ اُس پر زسواری کرتے۔ نہ اُس کی اڈن کاٹتے۔ اور نہ اُسے کسی حیثیت میں مرنے سے روکتے تھے۔“

(منتہی الارب : ج اول ص ۲۵۲)

دوہ : ابن عباس کے ہاں حام وہ اڈنٹ ہے۔ جو اپنی پوتی کو حائل کر دے۔ ایسے اڈنٹ کو عرب آزاد کر دیتے تھے۔

قرآن میں ہے :

”جانوروں میں یہ بحیرہ، سائبہ، دھیلہ اور حام خدا کے تجویز کردہ نام نہیں۔ بلکہ یہ کافروں کا افترا ہے اور ان میں اکثر احمق ہیں۔“

(مائدہ : ۱۰۳)

نیز دیکھیے :- ۴۰۔ ”بَحِیْرَہ“

مآخذ :- ۱ : منتہی الارب - ج ۱، ص ۲۵۲

۲ : تفسیر ابن عباس - ص ۲۹۱

۳ : مائدہ - ۱۰۳

۸۸۔ حجر

دیکھیے :- ۳۰۔ اصْحَابُ الْحَجَرِ

۸۹۔ حَمَالَةُ الْحَطَبِ

(زوجہ بولہب)

بولہب کی زوجہ جمیل بنتِ حَزْب، امیرِ معادیہ کی پھوپھی اور ابوسفیان کی بہن تھی۔ یہ جنگل سے خاردار شاخیں اپنی پیٹھ پر اٹھا لاتی اور حضورِ صلعم کی راہ میں بکھیر دیتی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی :-

.....وَأَمْرَأَتُهُ حَمَالَةُ الْحَطَبِ.....

(لہب : ۴)

(بولہب کی ایندھن اٹھانے والی بیوی بھڑکتی آگ میں جلے گی)
حَمَالَةُ الْحَطَبِ کے لفظی معنی ہیں :- ایندھن اٹھانے والا۔ یہ عربی زبان میں شریہ۔ غمار اور لگائی بھجائی کرنے والے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
اتفاق یہ کہ زوجہ بولہب میں دونوں باتیں موجود تھیں۔ وہ جنگل سے خاردار شاخیں بھی اٹھا لاتی تھی۔ اور شریہ و منفرد بھی تھی۔ ایکہ دی وہ کھڑکیوں کا ایک بہت بڑا گتھہ پیٹھ پر اٹھاٹے جا رہی تھی۔ کہ رستی (کھجور کی چھال کی) سرک کر گلے میں پڑ گئی۔ اُس نے گردی کو آزاد کرانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ اور جنگل ہی میں تڑپ تڑپ کر جاں دے دی۔

فِي حَيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (لہب : ۵)

(اُس کی گردن میں کھجور کی چھال کی رستی ڈالی جائے گی۔)

یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ (شاس : ۱)

مآخذ :- ۱ : قرآن مجید

۲ : جلالین (لہب)

۳ : شاس - ۱

۹۰۔ حُنَین

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ
كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَينٍ - (توبہ: ۲۵)

(اللہ نے بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کی۔ اور
حُنَین کے دن بھی۔)

حُنَین مکہ و طائف کے درمیان ایک وادی ہے۔ جہاں ہجرت کے آٹھویں سال جب حضور
فتح مکہ کے بعد مدینہ کو واپس جا رہے تھے۔ تو دو قبائل یعنی خزیمہ و بنو ہوازن نے ایک خاصی
تعداد (بروایت چار اور بروایت بارہ ہزار) میں حضورؐ پر حملہ کر دیا۔ پہلے تو صحابہ جھاگ نکلے۔
لیکن جلد ہی واپس آ گئے۔ اور پھر اس پامردی و شجاعت سے لڑے۔ کہ قبائل کو مکمل شکست ہو گئی۔
مسلمانوں میں مرنے والے چار شہید ہوئے تھے اور قبائلی مقتولین کی تعداد ستر تھی۔ اور اسیران جنگ کی
چھ ہزار۔ مال غنیمت میں ۲۴ ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار ادقیہ چاندی بھی شامل تھی۔
(تفصیل: ص ۳۲)

علاقہ کا ایک سردار حُنَین بن قانیہ بن حبلہ ثیل مدون اس وادی پہ قابض رہا۔ اور یہ اُسی
کے نام سے مشہور ہو گئی۔
یا قوت کہتا ہے۔ کہ :

یہ وادی مکہ سے ۱۵۰ میل دور طائف کی طرف ہے۔ (معجم - ج ۳)
لیکن ابن الجوزی کہتا ہے :

وَحُنَينَ وَادٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَكَّةَ
ثَلَاثَ لَيَالٍ -

(کہ حُنَین ایک وادی ہے۔ جو مکہ سے تین رات کے

فاصلے پر واقع ہے۔)

اور ساتھ ہی کہتا ہے کہ حضور صلعمؐ مکہ سے ۶۰ شوال کو نکلے تھے۔ اور ۱۰ شوال کو وادی حُنَین

لے : ادقیہ کا وزن سواتین تو لے ہوتا ہے۔ بارہ ادقیہ کا ایک رطل یعنی تقریباً نصف سیر۔

میں پہنچے تھے۔ (تلفیح: ۳۴)
 آجکل کے نقشوں سے پتہ چلتا ہے کہ ٹھنیں مکہ سے اندازاً ۱۵/۱۶ میل شمال مشرق میں ہے
 اور غالباً یہی فاصلہ صحیح ہے۔

ماخذ :- ۱ : تلفیح - ص ۳۴

۲ : معجم - ج ۳

۳ : قرآن حکیم۔

۹۱۔ حَوَارِی

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمْ الْكُفْرَ
 قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ
 الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ۔

(عمران : ۵۱)

(جب عیسیٰ نے اپنی قوم کا کفر دیکھا۔ تو کہا۔ کوئی ہے۔
 جو اللہ کی طرف بلانے میں میری مدد کرے؟ حواریوں نے کہا۔ کہ
 ہم ہیں اللہ کے مددگار۔)

حواری کا مادہ حَوْر ہے۔ جس کے متعدد معانی ہیں۔ مثلاً :-

دھونا - سفیدی - غلوص - بدو وغیرہ

حضرت مسیح کے مُقَرَّب اصحاب میں سے کئی ماہی گیر (مرقس : ۱۶/۱) تھے۔ اور ممکن ہے کہ
 دھوبی بھی ہوں۔ یہ لوگ ایمان لانے کے بعد سفید کپڑے پہنتے تھے۔ پادری لوگ آج بھی اس سنت
 پہ عمل کر رہے ہیں۔ اور مسیح علیہ السلام کے مددگار تو تھے ہی۔ ان صفات کی بنا پر یہ حواری
 کہلاتے تھے۔ اور ان کا کام لوگوں کے دل دھونا تھا۔

عضو مسلم نے بھی بعض صحابہ کو عقبہ ثمانیہ کے موقع پر حواری کا خطاب دیا تھا۔ مثلاً :-
 زُبَیر بن عوام اور مدینہ کے بارہ مومن۔ جن میں سے نو خُزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ اور تین اؤس سے۔

۱ : عَقْبَہ کے معنی ہیں ۱۔ گھاٹی۔ وادی۔ نشیب۔ یہاں مراد مدینہ کے قریب
 ایک نشیب ہے۔ جہاں ۶۲۱ (ہجرت سے ایک سال پہلے) (باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

خاص حواریان مسیح کی تعداد بارہ تھی۔ یعنی :-
 ”شمعون جو پطرس کہلاتا ہے۔ اور اس کا بھائی اینڈریو، زبیدی
 کا بیٹا جیمز اور اس کا بھائی یوحنا، فلپ، برتنلو، تھامس، متی محصول
 لینے والا، جلعفی کا بیٹا جیمز، تھڈی، سائمن قنانی اور ہوداہ انکرؤتی۔“
 (متی : ۲-۵)

- مختصراً ان کے کوائف یہ ہیں :-
- (۱) پطرس کا پہلا نام شمعون تھا۔ جو ٹس کا بیٹا۔ صوبہ گیلی کی ایک بستی
 بیت سیدا (BETH SAIDA) کا رہنے والا۔ پیشہ ماہی گیری۔ جو
 بعد میں حضرت مسیح کا خلیفہ اول بنا۔
 - (۲) اینڈریو پطرس کا بھائی تھا۔ یہ حضرت یحییٰ کا بھی پیرو رہا۔ حضرت مسیح پر
 ایمان لانے والوں میں سے یہ چوتھا تھا۔
 - (۳) زبیدی کا بیٹا جیمز (مرقس ۱/۹، لوقا ۵/۱) پطرس کا ساتھی تھا۔ پیشہ
 ماہی گیری۔ اسے سکندریہ میں ہیرودہ اگراپا اول نے قتل کر دیا تھا۔
 - (۴) جلعفی کا بیٹا جیمز، جو اوپر والے جیمز سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے
 جیمز کمتر (THE LESS) کہلاتا تھا۔ یہ حضرت مریم کی ہمشیرہ کا
 بیٹا تھا۔ باپ کا نام کلوٹس (دیکھیے :- متی ۳/۱، مرقس ۸/۳، لوقا ۱۵/۶)
 - (۵) یوحنا۔ یہ بھی زبیدی کا بیٹا تھا۔ اور گیلی میں مچھلیاں پکڑا کرتا تھا۔
 - (۶) فلپ، پطرس کا ہم وطن تھا۔ (متی ۳/۱، مرقس ۱/۸)
 - (۷) متی بحیرہ گیلی کے مغربی ساحل کی ایک بستی کا پرنس نام کا رہنے والا، جو
 حکومت روم کی طرف سے محصولات جمع کیا کرتا تھا۔ پہلی انجیل اسی
 نئے مرتب کی تھی۔
 - (۸) برتنلو ریو۔ گیلی کی ایک بستی قن کا رہنے والا۔ جو تبلیغ کے لیے

بقیہ :- صفحہ ۱۹۹ سے آگے :

میں مدینہ کے بسین (اور بروایت بارہ) آدمیوں (دس خورجی اور دس اڈسی)
 نے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ چند ماہ بعد اسی مقام پر مدینہ کے تہتر افراد
 نے بیعت کی۔ یہ عقیدہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس موقع پر حضور صلعم نے بارہ
 افراد کو حواری کا خطاب دیا تھا۔ اور مدینہ میں اسلامی سرماٹھی کے انور ان کے سر
 کر دیے تھے (داس : ص ۱۴)

ہندوستان بھی گیا تھا۔

(۹) تھامس، الطاقیہ کا باشندہ، جو ایران میں تبلیغ کرتا رہا۔ اس کی قبر یونان کے ایک شہر اڈیستہ میں ہے۔

(۱۰) تقدی۔ اس کے حالات معلوم نہیں۔

(۱۱) سائن زیلاٹ۔ (کوتہ ۱۵، اعمال ۱۳)۔

(۱۲) یحوداہ، جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرایا تھا۔

(یوحنا ۱۲، ۱۳/۲۹، ۱۴/۴۴)

مآخذ :- ۱: بائبل۔ متی ۲-۵، مرقس ۱-۱۴، ۱۸/۳

لوقا ۵/۱۰، یوحنا ۴/۴۴، ۱۲-۱۳/۲۹

۲: ڈاس۔ ص ۱۴

۳: پیپلز۔ "آپاسٹل"

۴: ڈاب۔ ایضاً

۵: قرآن حکیم

۹۲- حُور

یہ حُوراء کی جمع ہے۔ لغوی معنی :- سفید۔ مراد حسینان بہشت۔ فارسی میں اسے حُوری بھی کہتے ہیں۔ قرآن نے ان کا کئی بار ذکر کیا ہے۔

ایک مقام پر فرمایا :-

فِيهِنَّ قُصْرٌ لِّمَطَهٍ
الْأَنْسُ قَبْلَهُمْ وَلَا جِأَتْ فَبِأَيِّ آلَاءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ - كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ
وَالْمَرْجَانُ..... فَيُحِبُّ خَيْرَاتُ

حَسَانَ..... حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ -

(رحمن : ۵۴-۵۳)

(جنت میں نیچی نگاہ والی ایسی عورتیں ہیں۔ جنہیں نہ تو کسی انسان نے چھوا، نہ جن نے۔ تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے، گویا وہ یا قوت و مرجان ہیں۔ حسین صورت و سیرت کی مالک ہیں۔ اور غیموں میں محفوظ ہیں۔ تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔)

روایات میں ہے۔ کہ عورتیں زعفران، عنبر، مشک اور کافور سے پیدا کی گئیں۔ یہ پار رنگ کی ہیں۔ سُرخ - سفید - سبز اور زرد۔ ان کی چھاتیوں پر دو نام لکھے ہوئے ہیں۔ ان کے شوہر کا اور اللہ کا۔ ان کی عمر ۳۳ برس ہے اور ہمیشہ یہی رہے گی۔

مآخذ :- ۱ : قرآن مقدس

۲ : شاس - ص ۱۴۰

۳ : لقر - ص ۲۹۶

خ

۹۳۔ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا
مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أَلْوَفُ
حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ
مُوتُوا شُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ
لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ۔

(بقرہ : ۲۴۳)

(کیا تم نے اُن ہزاروں افراد کے حال پر نظر نہیں ڈالی۔
جو موت کے ڈر سے گھروں کو چھوڑ گئے تھے۔ لیکن اللہ نے
انہیں مارنے کے بعد پھر زندہ کر دیا۔ کیوں کہ اللہ لوگوں پر

بہت مہربان ہے۔)

یا قوتِ حموی لکھتا ہے۔ کہ :

ایک دفعہ واسط و بصرہ کے درمیانی علاقے سے جو بطیمہ کے
نام سے مشہور تھا۔ وباد یا کسی اور وجہ سے لوگ بھاگ نکلے۔ اللہ
نے سب کو مار ڈالا۔ پھر اُن پر بارش برسی اور وہ سب جی اُٹھے۔
جب یہ کہانی خلیفہ مامون الرشید کے سامنے بیان ہوئی۔ تو اُس نے کہا۔ کہ غالباً : خَرَجُوا
مِنْ دِيَارِهِمْ سے مراد یہی لوگ تھے۔

ماخذ :- معجم البلدان - ج ۲ "بطیمہ"

۹۴۔ خلیل

لفظی معنی :- خاص دوست - مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام -
جن کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :-

وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا

(نساء : ۱۲۵)

(کہ اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا ہے)
علامہ خازن بغدادی فرماتے ہیں کہ دوستی سے مراد عبادت، حمد و ثنا اور گناہوں سے
اجتناب کا ذوق و شوق ہے۔

(فتح الباری - بحوالہ لغات القرآن - ج ۱ - ص ۳۲۳)

د

۹۵۔ ذَابَّةُ الْأَرْضِ

قرآن میں ہے :-

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا
لَهُمْ ذَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ
أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا
يُوقِنُونَ - (نمل : ۸۲)

(جب اُن پر عذاب الہی آنے لگے گا۔ تو ہم زمین میں
سے ایک ایسا چوپایہ نکالیں گے۔ جو لوگوں سے باتیں کرے گا۔
یہ اس لیے کہ لوگوں کو ہماری آیات کا یقین نہیں رہا۔)

اس موضوع پر متعدد احادیث ملتی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ کہ :-
قیامت سے عین پہلے ایک عجیب الہیئت جانور حرم مکہ یا کوہ صفا سے
نکلے گا۔ جس کا سر بیل کا، آنکھیں سونہری، کان ہاتھی کے، سینگ بارہ شکمے کے،
گمہ دن فشر مرغ کی، رنگ شیر کا، دم مینڈھے کی، لاتیں اونٹ کی اور آواز گدھے
کی ہوگی۔ یہ دنیا میں صرف تین مقامات پر نمودار ہوگا۔ اس کے پاس موسیٰ کا عصا،
اور سلیمان کی خاتم ہوگی۔ اس کا قد ساٹھ باغھ (نوسے فٹ) ہوگا۔ اس کی رفتار
بے حد تیز ہوگی۔ وہ اپنی لاطنی سے اہل ایمان کے ماتھے پر ”مومن“ اور کفار کی
جبین پر ”کافر“ لکھتا جائے گا۔
وہ اعلان کرے گا کہ :-

اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب باطل ہیں۔

(ڈاس : ۵۳۹)

۹۶۔ داؤدؑ

جستی کا سب سے چھوٹا بیٹا۔ جس کا شجرہ نسب یہ ہے :-

داؤد بن جستی بن عوبید بن بو عزن بن سلما بن نختون

بن ارمی نداب بن رزم بن خزون بن نابض بن غیر

بن یہوداہ بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔

یہ آٹھ بہن۔ بھائی تھے۔ ان کی والدہ کا نام معلوم نہیں۔ آپ کی ولادت بیت لحم (یروشلم کے پاس جنوب میں ایک گاؤں) میں ہوئی تھی۔ یہ رومی گاؤں ہے۔ جہاں بعد میں مسیح پیدا ہوئے۔

جوان ہوئے۔ تو ڈاڑھی رکھ لی۔ قد چھوٹا، آنکھیں روشن۔ بال بھورے۔ صورت دلکش۔

پھرتیلے اور صاحب قوت و ہیبت۔ (۱۔ تاریخ، باب ۱۶-۱۷)

اُن دنوں بیت لحم میں ہر سال پہلے جینے کی پہلی تاریخ کو جشن قربان (حج کی طرح) منعقد ہوا کرتا تھا۔ جس میں جستی جہاں خصوصی ہوتے تھے۔ ایک سال اس جشن میں حضرت سموئیل علیہ السلام

بھی جا پہنچے۔ آپ کے ہاتھ میں تیل سے بھرا ہوا ایک سینگ تھا۔ اور آگے آگے ایک بچھڑی۔ بچھڑی ذبح کر دی۔ اور تیل آتش قربان پہ ڈال دیا۔ اسی جشن میں آپ نے حضرت داؤد سے بھی ملاقات کی۔

حضرت داؤد کی طاقت کا یہ عالم تھا۔ کہ اگر کوئی شیر یا بچھڑی اُن کی کوئی بھیڑ اٹھالے جاتا۔ تو یہ بھاگ کر اُسے گرا لیتے اور بیڑ کو چھڑا دیتے۔ (۱۔ سموئیل : ۱۷-۳۵)

ایک مرتبہ طاوت پر جنوں کا حملہ ہو گیا۔ آپ کے درباری حضرت داؤد کو لے آئے۔ اور آپ نے ساز پر کوئی ایسی چیز پیش کی۔ کہ طاوت کو صحت ہو گئی۔ آپ کی خوش الحانی مزاجی تھی۔

(۱۔ سموئیل : ۱۶-۳۰)

ہم طاوت (شمار۔ ۸۰) کے ضمن میں لکھ چکے ہیں۔ کہ یہ فلسطینی دیو حضرت داؤد کے ہاتھوں ہلاک ہوا تھا۔ اس کارنامے کے بعد طاوت نے انھیں نہ مروت اپنا مشیر و مقرب بلکہ داماد بھی بنا لیا۔

اور ملک بھر میں آپ کی شجاعت و جوانمردی کے گیت گائے جانے لگے۔ اس سے طاوت جلنے لگا اور مخالفت پہ اُتر آیا۔

ایک رات حضرت داؤد علیہ السلام چپکے سے کہیں نکل گئے، اور بیوی کو گھر ہی پہ چھوڑ گئے۔ جب برسوں تک آپ کی کوئی خبر نہ ملی۔ تو طاوت نے آپ کی بیوی کا نکاح کہیں اور کر دیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام قبیلہ بن یامین کی ایک بستی راہہ میں حضرت سموئیل کے پاس چلے گئے تھے۔ اور پھر وہاں سے کہیں اور نکل گئے۔ طاوت نے انھیں ہر طرف تلاش کیا۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔

اس پر برسوں گزر گئے۔ بالآخر طاوت ایک جنگ میں ہلاک ہو گیا۔ اور جرون والوں نے حضرت

داؤد علیہ السلام کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ یہ جبرون اور نواح جبرون پر ساڑھے سات برس تک حکومت کرتے رہے۔ (۲۔ سموئیل : ۵/۴) پھر یہ رفتہ رفتہ سارے اسرائیل کے بادشاہ بن گئے۔ اور ۳۳ برس مزید سلطنت کی۔

طاؤت سے پہلے اسرائیلیوں کا کوئی بادشاہ نہیں ہوتا تھا۔ اُن کے امور کی نگرانی اُن کے کاہن، اور قاضی کیا کرتے تھے، جن میں سے ایک سموئیل تھا۔ طاؤت پہلا بادشاہ تھا۔ حضرت داؤد دوسرا اور حضرت سلیمان تیسرا۔

سلیمان علیہ السلام کے بعد سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی :-

۱ : جنوبی فلسطین یہوداہ کے حصے میں آیا۔

۲ : اور باقی پر دیگر دس قبائل کی حکومت قائم ہو گئی۔

آپ نے ستر برس کی عمر پائی۔ آپ کی قبر یروشلم کے جنوب میں ایک پہاڑی پر ہے۔

آپ کی حکومت ۴۰۔۵۵ اتم میں شروع ہوئی تھی۔ پہلے ساڑھے سات برس نواح جبرون تک محدود رہی۔ پھر سارا کنعان اُن کی فکرو میں شامل ہو گیا۔ آپ پورے چالیس برس تک بادشاہ رہے۔ اور ۱۵۔۱۶ اتم میں وفات پائی۔ (کینین : ۱۸۲)

زبور :

یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی الہامی کتاب ہے۔ جس میں ۱۵۰ گیت ہیں۔ انہیں محققین نے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے :-

اول : اسے ۱۱ تک وہ گیت ہیں۔ جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے۔

دوہ : ۴۲ سے ۷۲ تک۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں مدون ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ گیت حضرت داؤد علیہ السلام کے تھے۔ اور کچھ قارون کے بیٹوں نے (جو موسیقار بھی تھے) لکھے تھے۔

سوہ : ۷۳ سے ۸۹ تک۔ بئولاوی کے ایک مذہبی رہنما آصف نے لکھے تھے۔ اسے حضرت داؤد علیہ السلام نے مذہبی امور و عبادات کا امام مقرر کیا تھا۔

چہارم : ۹۰ سے ۱۰۶ تک یہوداہ کے سترھویں بادشاہ حزقیاہ (۶۴۴ ق م) کے زمانے میں مدون ہوئے تھے۔

پنجم : ۱۰۷ سے ۱۵۰ تک - جنہیں نحمیاہ (۴۴۵) - قمر زندہ) نے ترتیب دیا تھا۔ (کتاب : ۵۵۵)

تدوین زبور :

صدیوں تک یہ گیت یا تو حافظہ سے گلے ہاتھ رہے۔ اور یا کسی ناممکن کتاب سے مدد لی جاتی تھی۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں عیسا کی ایک مجلس نے ان گیتوں کو ڈھونڈنے اور جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ حضرت داؤد کے گیتوں کے علاوہ بھی کوئی ایک سو گیت ان کے ہاتھ لگے۔ ان تمام کو انہوں نے ایک جگہ میں جمع کیا۔ اور اس کا نام زبور تجویز کیا۔
چند گیت ملاحظہ ہوں :-

گیت نمبر

مبارک ہے وہ آدمی جو شریعوں کی صلاح پہ نہیں چلتا ، اور
خطا کاروں کی راہ میں کھڑا نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس کی خوشنودی خداوند
کی شریعت میں ہے۔ اور اُس کا دھیان اُسی کی شریعت پہ
رہتا ہے۔

وہ اُس درخت کی مانند ہے۔ جو ندی کے پاس لگایا گیا ہو
جو اپنے وقت پہ چلتا ہے۔ اور اس کا کوئی پتا نہیں مڑھاتا۔ وہ
یقیناً بارور ہوگا۔ لیکن شریعہ ایسے نہیں۔ یہ لوگ بھروسے کی طرح
ہیں ، جسے ہوا اڑالے جاتی ہے خداوند
صادقوں کی راہ جانتا ہے۔ اور شریعوں کی راہ ناجوہ ہو
جائے گی۔

گیت نمبر

اے خداوند ! تیرا نام کتنا عظیم ہے۔ تیرا جلال آسمانوں

۱۷ : قبیلہ یہوداہ کا ایک مقدس آدمی۔ جسے ایران کے بادشاہ کیخسرو
نے فلسطین کا گورنر مقرر کیا تھا۔

پر قائم ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں - کہ چاند اور ستارے تیری تخلیق ہیں - تو ساتھ ہی سوچتا ہوں - کہ تیرے سامنے انسان کی حقیقت ہی کیا ہے - تو اسے کیوں یاد رکھے اور کیوں اُس کی خبر لے

گیت نمبر ۱۱

خداوند کا تخت آسمان پر ہے - اُس کی آنکھیں بنی آدم کو دیکھتی اور جانچتی ہیں - خداوند صادق کو پرکھتا ہے - پر شریر اور ظالم سے اُسے نفرت ہے - وہ شریروں پر جال، گندھک اور گوبر سائے گا - خداوند صادق ہے اور صادق ہی اُس کا دیدار حاصل کریں گے

گیت نمبر ۲۳

خداوند میرا گڈریا ہے - وہ مجھے ہری ہری چراگاہوں میں راحت کے چشموں کے پاس لے جاتا ہے میں ہمیشہ خداوند کے گھر میں سکونت رکھوں گا

گیت نمبر ۲۴

خدا نے اس زمین اور اس جہان کی بنیاد سمندروں پہ رکھی اور سیلابوں پہ اسے قائم کیا - خداوند کے پہاڑ پر کون چڑھے گا - اور اُس کے مقدس مقام پہ کون کھڑا ہو گا؟ وہ جس کے ہاتھ صاف ہیں اور دل پاک - جس نے باطل پہ دل نہیں لگایا - اور جھوٹی قسم نہیں کھائی - وہ خداوند کی طرف سے برکت پائے گا

گیت نمبر ۲۹

اے فرشتو! خداوند کی حمد و ثنا کرو - اُس کے سامنے سجدے میں گر جاؤ - خداوند کی آواز بادلوں پر ہے - اُس کی آواز میں

قدرت ہے۔ جلال ہے۔ خدائے ذوالجلال گرجتا ہے۔ اُس کی آواز
 لبنان کے بلند دیو داروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے.....
 اُس کی آواز بیا بانوں کو ہلا دیتی ہے۔ وہ آگ کے شعلوں کو چیر کر
 نکل جاتی ہے..... طوفانوں کی باگ ڈور خداوند کے ہاتھ
 میں ہے.....

قرآنِ مقدس کی رُوسے حضرت داؤدؑ کو پہنچانے (التالہ المجدید)، زہرہ بنانے
 (صنعة لبئیس) اور دُوروں کو بات سمجھانے (فصل الخطاب) کافن بھی جانتے تھے۔
 اُن کے سامنے سور و جہاں تک مستقر تھے۔ جب وہ مسیحی آواز میں حمدِ الہی کے گیت گاتے تھے تو
 ارد گرد کے تمام پاڑا اور پرندے بھی اُن کے ہم نوا بن جاتے تھے۔

ماخذ :- ۱ : پیپلز "ڈیوٹو نیز سامز"

- ۲ : طاب -
 ۳ : باڈ -
 ۴ : شاس -
 ۵ : قصص - ص ۵۵
 ۶ : اُغوم - ص ۱۰۲
 ۷ : بائبل -
 ۸ : زبور
 ۹ : قرآنِ مقدس

ذ

۹۷۔ ذُو الْقَرْنَيْنِ

لفظی معنی :- دو سینگوں ، دو شاخوں ، دو ٹرفوں ، دو قوموں ، یا دو ملکوں والا ۔ (منہجی الارب)

یہ شاہان ذیل کا لقب تھا :-

اول : صُغْب بن عَارِث الرّائِش کا ، جو یمن کا ایک بُتّے تھا ۔ اس نے حضرت موسیٰ کو بھی زیرِ نگین کر لیا تھا ۔ اور شاید اسی وجہ سے ذُو الْقَرْنَيْنِ (دو قوموں یا دو شاخوں والا) کہلاتا تھا ۔

اس کے متعلق ایک عرب شاعر کہتا ہے :-

وَالصُّغْبُ ذُو الْقَرْنَيْنِ عَمَّرَ مَلَكُهُ

أَلْفَيْنِ أَمْسَلِي بَعْدَ ذَاكَ مِمَّا

(صُغْب ذُو الْقَرْنَيْنِ نے اپنے ملک کو دو ہزار سال تک آباد رکھا ۔ اور پھر وہ تباہ ہو گیا ۔)

(کتاب الہدیٰ : ص ۲۷)

۲ : أَلْمُنْذِرُ الرّالَا ضَبْرُ بَنِي مَاءِ السَّمْعَاءِ کا ۔ یہ حبشہ (عراق کی ایک ریاست) کا ایک طاقتور بادشاہ تھا ۔ لُحْمَان بن مُنْذِر کا دادا ۔ اس کے ماتھے کی دونوں جانب گندھی ہوئی میڈھیال لٹکی رہتی تھیں یا انھیں سینگ کی طرح سر کی دونوں طرف جمادیتا تھا ۔

ابن جریر (بصرے کا فاضل ادیب م ۔ ۹۳۳ھ) کا خیال یہ ہے کہ امرؤ القیس نے اپنے ایک قصیدے (المؤرد : ”چھ دیوان“ ص ۱۵۵) میں جس ذُو الْقَرْنَيْنِ کا ذکر کیا ہے ۔ وہی تھا ۔ (شاس : ص ۷۷)

۳ : میں کے ایک اور بیٹے ، اَلْاَقْرَبْنِ ، کو بھی عرب ذوالقرنین کہتے تھے۔ (ایضاً)

۴ : بعض حلقوں میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کو بھی ذوالقرنین کہا جاتا تھا۔ (ایضاً)

۵ : اسکندر یونانی کو ذوالقرنین کہنے والے تو درجنوں ہیں۔ جن میں کچھ مفسر اور مؤرخ بھی شامل ہیں۔

۶ : ایران کے دو بادشاہ فریدوں اور کیتباد بھی ذوالقرنین کہلاتے تھے۔ (قصص - ج ۳ ، ص ۱۳۰)

سوال یہ ہے کہ جس ذوالقرنین کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ وہ کون تھا؟ اس کا جواب پیش کرنے سے پہلے ذوالقرنین کی وہ کہانی سنیں۔ جو قرآن نے دی ہے :-

وَلْيَسْأَلُوْكَ عَنْ ذِي الْقُرْنَيْنِ

”اے رسول ! تم سے یہ لوگ ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو۔ کہ میں تمہیں اُس کا ذکر سناتا ہوں۔ ہم نے اُسے زمین پر اقتدار نیز ہر چیز کے اسباب و وسائل عطا کیے تھے۔

ایک مرتبہ اُس نے ایک سفر کا سامان کیا۔ جب وہ مغرب میں ایک ایسے مقام پہ پہنچا۔ جہاں سورج ایک کیچڑ والی جھیل میں ڈوب رہا تھا۔ تو وہاں اُسے ایک قوم ملی۔ ہم نے اسے کہا۔ کہ تُو چاہے تو انہیں ان کے کرتوتوں کی سزا دے۔ یا ان پر رحم کھا کہنے لگا۔ ظالموں کو ہم یہاں بھی سزا دیں گے۔ اور وہ آگے چل کر اللہ کے ہاں بھی سزا پائیں گے۔ لیکن ان میں سے جو لوگ ایمان لانے کے بعد اچھے کام کریں گے۔ تو انہیں اچھا بدلہ ملے گا۔ اور ہم ان کے لیے آسانیاں فراہم کریں گے۔

اس کے بعد اُس نے ایک اور سفر کا سامان کیا۔ اور مشرق میں طلوع آفتاب کے مقام پر (یعنی وہ مقام جہاں سے سورج نکلنا نظر آتا تھا) جا پہنچا۔ وہاں ایک ایسی قوم دیکھی۔ جس کے سامنے سورج سے بچنے کے لیے کوئی آڑ (پہاڑ وغیرہ) نہیں تھی۔ بات ایسی ہی تھی۔ ہر دم ذوالقرنین کے مادی وسائل اور ذہنی صلاحیتوں سے باخبر تھے۔

پھر اُس نے تیسرے سفر کا سامان کیا۔ اور چلتے چلتے ایک ایسے درے میں جا پہنچا۔ جہاں کے رہنے والے اس کی کوئی بات نہیں سمجھتے تھے۔

وہ کہنے لگے۔ کہ اے ذوالقرنین ! اس درے سے آگے یا جو ج اور
ما جو ج آباد ہیں۔ جن کے فتنہ و شر سے ہم تنگ ہیں۔ اگر تو ایک دیوار
کھڑی کر کے ان کی آمد و رفت کو روک دے۔ تو مصارف ہم ادا کریں گے۔
کہنے لگا۔ کہ مصارف کی ضرورت نہیں۔ اللہ نے مجھے بہت کچھ دے
رکھا ہے۔ تم صرف دست و پا سے میری مدد کرو۔ تاکہ میں یہ آڑ بنا سکوں۔
لاؤ لوہے کی چادریں۔ جب وہ درہ اوپر تک بھر گیا۔ تو کہنے لگا۔ کہ اب
آگ جلا کر اسے دھو کر۔ جب لوہا سُرخ ہو گیا۔ تو فرمایا۔ کہ لاؤ پگھلا
ہوا تانبہ کہ اس پر اُنڈیل دیں۔ اُس کے بعد نہ تو یا جو ج و ما جو ج اُس
پر چڑھ سکے۔ اور نہ شکاف ڈال سکے۔“

(کہف : ۸۳-۹۷)

ان آیات سے واضح ہے۔ کہ :-

ا : ذوالقرنین ایک بادشاہ تھا۔ جسے بیشتر مادی وسائل، اور
دولت و ثروت حاصل تھی۔

ب : وہ اس حد تک فیاض تھا۔ کہ جب ایک قوم نے دیوار اٹھانے
کے مصارف پیش کیے۔ تو اُس نے اس پیشکش کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا۔
کہ اللہ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔

ج : اُس نے تین سفر کیے تھے :-

• ایک مغرب

• دوسرا مشرق۔ اور

• تیسرا ایک پہاڑی درے کی طرف۔

د : کہ وہ ایمان و عمل صالح کی افادیت اور گناہ کی مفرّت کا قائل تھا۔

اور حیاتِ آخری پر یقین رکھتا تھا۔

ه : وہ ایک عادل و حکمران تھا۔

یہ تمام اوصاف نہ تو کسی بیخ میں موجود تھے۔ نہ حیرہ کے سلاطین میں اور نہ اسکندر و کیتبار
میں۔ یہ صرف ایک شخصیت میں ملے ہیں۔ جسے دانیال نبی نے دو سیگوں والا مینڈھا کہا ہے۔
اور مورخ اُسے سائرس کہتا ہے۔

لے : سائرس کے متعلق کچھ تفصیل شمار ۴۲ کے تحت دیکھیے۔

نیال کا خواب مٹینے :-

”تب میں نے آنکھ اٹھا کر نظر ڈالی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ دریا کے پاس ایک مینڈھا کھڑا ہے۔ جس کے دو سینگ ہیں... دونوں سینگ اونچے تھے۔ لیکن ان میں سے ایک، دوسرے سے بڑا تھا۔ وہ مغرب۔ شمال اور جنوب کی طرف سینگ مار رہا تھا۔ یہاں تک کہ کوئی جانور اُس کے سامنے کھڑا نہ ہو سکا۔ اور نہ اُس سے جان بچا سکا۔ یہاں تک کہ وہ بہت بڑا ہو گیا۔

میں اس کے متعلق سوچ ہی رہا تھا۔ کہ مغرب کی طرف سے ایک بکرا آگیا۔ جو زمین میں ہر طرف گھوم رہا تھا۔ اُس کی دو آنکھوں کے درمیان ایک عجیب سینگ تھا۔ یہ دو سینگوں والے مینڈھے پر زور سے حملہ آور ہوا۔ اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور اُسے زمین پر پٹخ دیا.....“

(دانیال : ۸-۴)

اسی کتاب میں اس خواب کی تعبیر یوں دی ہوئی ہے۔ کہ :-
مینڈھے سے مراد مٹیڈیا، اور فارس کا بادشاہ ہے۔ دو
سینگوں سے مراد یہی دو ملک ہیں۔ اور ایک سینگ والے بکرے سے
مراد شاہ یونان (اسکندر) ہے۔ جس نے ۳۳۰ میں ایران کو سخت
شکست دی تھی۔

(دانیال : ۲۰-۴۱)

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب اصحاب کہف کے ص ۳ پر سائرس کے ایک مجسمہ کی تصویر دی ہے۔ جو ۸۳۵ء میں اضطر کے کھنڈرات سے برآمد ہوا تھا۔ اس میں سائرس کے سر پر دو سینگ ہیں اور جسم کے ساتھ عقاب کے پر۔ جو شجاعت، فاتحانہ جہات اور ملکوتی صفات کی علامت ہیں۔

”میں خورس (سائرس) کے متعلق کہتا ہوں۔ کہ وہ میرا چرواہا ہے۔ اور میری مرضی پوری کرے گا۔“ (یسعیاہ : ۸/۴۴)
ذرا آگے ارشاد ہوتا ہے :-

”خداوند اپنے مسوح خورس (سائرس) کے حق میں

۱۰: میڈیا کے متعلق بھی شمار ۲ کے تحت دیکھیے۔ یہاں فارس سے مراد باقی ایران ہے۔

فرماتا ہے۔ کہ میں اُس کا دامن ہاتھ پکڑوں گا۔ اُمتوں کو اُس کے سامنے
 زیر کروں گا۔ بادشاہوں کی کمریں کھنڈاؤں گا۔ اور اس کے سامنے
 دروازے کھول دوں گا۔" (یسعیاہ : ۴۵/۱)

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ سائرس اللہ کا ایک نیک اور مقرب بندہ تھا۔ اور دانیال، نیز
 قرآن کا ذوالقرنین غالباً ہی ہے۔

سائرس کے مختصر حالات :

میڈیا کے آخری بادشاہ استیگن نے خواب میں دیکھا کہ اُس کی اُختر منڈین (MANDANE) کے جسم سے ایک آبشار پھوٹ نکلتی ہے۔ جس کا پانی سیلاب کی صورت میں ایشیا، نیز اُس کے دارالخلافہ تک پھیل گیا ہے۔ وہ ڈر گیا۔ اور اُس نے فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح کسی عام آدمی سے کرے گا۔ اور شاہی خاندان کے کسی فرد کو نہیں دے گا۔ چنانچہ اُس نے اسے ایک ایرانی ملازم کیما بزر کے نکاح میں دے دیا۔ کچھ عرصہ بعد اُس نے پھر خواب میں دیکھا۔ کہ اُس کی بیٹی کے جسم سے انور کی ایک بیل نکل کر سارے ایشیا میں پھیل گئی ہے۔ اس سے اس کے خوف میں مزید اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ اُس نے اپنی بیٹی کو اپنے گھر بٹلا لیا۔ اور جب اُس کا بچہ پیدا ہوا۔ تو اُسے ایک درباری کے حوالے کر دیا۔ کہ اسے زندہ دفن کر دے۔ اُس نے ایک گڈریے کو دے دیا۔ کہ اسے بنگل میں درندوں کے آگے پھینک دے۔ اس گڈریے کے ہاں بھی انہی دنوں ایک بچہ پیدا ہوا تھا۔ گڈریے نے اپنا بچہ مار کر اُس کی لاش بادشاہ کو بھجوا دی۔ اور شاہی بچہ اپنے ہاں رکھ لیا۔ جب یہ جوان ہوا۔ تو اُس کی شجاعت، شرافت، قابلیت اور جسمانی قوت نے اسے ایرانیوں کا لیڈر بنا دیا۔

یہ وہ زمانہ تھا۔ جب رمایا استیگن کے ظلم سے کراہ رہی تھی۔ چنانچہ سائرس نے ایک مضبوط فوج ترتیب دے کر ۵۵۹ ق۔م میں میڈیا پہ حملہ کر دیا۔ اُسے شکست دی اور اس کے بادشاہ کو پکڑ لیا۔ تیرہ برس بعد جنوب مغربی ایشیائے صغیر کی ایک ریاست لڈیا کو فتح کر لیا۔ یہ ریاست آہلئے یونان کے سامنے سمرنا کے جنوب میں واقع تھی۔ ۵۳۸ ق۔م میں بابل اور نینوی کو دبوچ لیا اور بالآخر ۵۲۹ ق۔م کی ایک مقامی جنگ میں مارا گیا۔

۱۔ ایران کا شمال مغربی علاقہ جو بحیرہ خزر کے جنوب مغرب اور عراق کے مشرق میں واقع تھا۔ اس کی لمبائی زیادہ سے زیادہ ساڑھے پانچ سو اور چوڑائی اڑھائی سو میل تھی اس میں اوزبیکان، کردستان اور بیشتر کورستان شامل تھا۔ اس کا پائے تخت ہمدان تھا۔ ساتویں صدی ق۔م میں میڈیا نے نینوی کو فتح کر لیا۔ اور اس کی حدود خزر سے فرات تک وسیع ہو گئیں۔ ۵۵۹ ق۔م میں اس سلطنت کو سائرس نے مٹا دیا۔ (ڈاب : ۳۹۳)

سائرس کے زریں کارناموں میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر نو اور بابل کی ستر سالہ قید سے یہود کی آزادی بھی ہے۔ (ڈاب : ۱۲۷)

”خداوند یوں فرماتا ہے کہ جب بابل میں ستر سال گزر چکیں گے۔ تو میں تم کو یاد فرماؤں گا۔۔۔۔۔۔ اور اُس جگہ تم کو واپس لاؤں گا۔ کہ جہاں سے تم کو اسیر کر کے بھیجا تھا۔“

(یرمیاہ : ۲۹ : ۱۰، ۱۵)

سائرس کی تین ہمتا :

قرآن میں ذوالقرنین کی تین ہمتا کا ذکر ہے :-
 اول : مغرب یعنی لیڈیا کی طرف : جہاں اُس نے سورج کو کٹے پھٹے ساحل کی ایک گل آلود کھاڑی میں ڈوبتے دیکھا تھا۔

دوم : مشرق کی طرف : جس کی تفصیل میں یونان کے دو تاریخ نگاروں ٹی۔ سیاز (CTESIAS - ۳۹۸ ق م) اور ہیرودوٹس (پانچویں صدی ق م) نے لکھا ہے کہ سائرس بلخ اور کرمان کے بعض قبائل کی بغاوت کو چلنے کے لیے اُس طرف گیا تھا۔

سوم : اُس پہاڑی درے کی طرف جسے اُس نے لوسہ کی چادروں سے بند کیا تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی رائے (اصحاب کہف : ص ۶۲) یہ ہے کہ یہ درہ کوہ قاف میں بحیرہ خزر اور اسود کے درمیان واقع تھا۔ سن ۶۰۰ ق م میں ستمگین قبائل نے اسی درے سے گذر کر مغربی ایشیا پہ حملہ کیا تھا۔ یہیں سائرس یا بعد کے کسی بادشاہ نے ایک دیوار بنائی تھی۔ جو سمندر کے اندر سے شروع ہو کر تیس میل مغرب میں چلی گئی تھی۔ اس میں ساحل کے قریب ایک بڑا دروازہ تھا۔ جس سے گذر کر آگے در بند کی بستی آتی تھی۔ اس دروازے کو ایرانی در بند اور عرب باب الالباب کہتے تھے۔ ذرا آگے مغرب کی طرف درہ داریاں تھا۔ جسے سائرس نے لوسہ کی چادروں سے پُر کیا تھا۔ اور بعد میں ساسانی بادشاہوں نے وہاں مزید استحکامات کیے تھے۔

کولمبیا یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ایس۔ وی۔ جیکسن نے اس علاقے کا معائنہ کرنے کے بعد ایک کتاب ”استنبول سے ارضِ مگر ختام تک“ کے عنوان سے لکھی تھی۔ اس میں اس درے کے

۱۔ بحوالہ اصحاب کہف - ص ۶۲ -

۲۔ ایک در بند بحیرہ خزر کے مشرق میں بھی تھا۔

استحکامات کا بھی ذکر کیا ہے۔

دربند کے رہنے والے ایک ترک مصنف کاظم بیگ نے، جو برسوں سینٹ پیٹرز برگ یونیورسٹی میں ترکی و فارسی کا پروفیسر رہا۔ دربند کی تاریخ پر ”دربند نامہ“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اس کا ازمنی نام چاک کورائی (اصحاب کہف: ص ۱۳۸) دیا ہے۔ ممکن ہے کہ کورائی، کورش (غریس) کا اسم نسبت ہو۔

یا قوت حموی نے ایک اور دیوار کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو بحیرہ خزر کے مشرقی ساحل پر تعمیر ہوئی تھی۔ جس کا مقصد ترک قبائل کے حملوں سے خراسان کی حفاظت تھی۔ اور جو غالباً انوشیروان نے بنوائی تھی۔ (مجم - ج ۶، زیر عنوان ”طیش“)

کراچی کے ابراہیم احمد بوفانی نے ۱۹۶۷ء میں ”یا جوج - ماجوج“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی۔ جس میں اس نے ایک تیسری دیوار کا ذکر کیا ہے۔ جو بخارا سے ڈیڑھ سو میل جنوب مشرق میں۔ ترکستان و ہند کی شاہراہ پر واقع تھی۔ اس کا دروازہ عربوں کے ہاں باب المہدید اور ایرانیوں کے ہاں در آہنی کہلاتا تھا۔

مقتد سنج لکھتا ہے۔ کہ ایک دفعہ واثق عباسی (۸۲۲ - ۸۳۶ء) نے ایک مہم باب المہدید کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ (یا جوج - ماجوج: ص ۷۷) انھوں نے واپس جا کر بتایا کہ یہ دروازہ ایک ڈیڑھ سو گز چوڑے درے میں تھا۔ دروازے کی دونوں جانب اینٹوں کی مہا ٹھیں تھیں۔ جن میں گج یا چوٹے کی جگہ لگھلا ہوا سنگ بھرا ہوا تھا۔ ان کے سہارے دو بڑے بڑے فولادی دروازے کھلتے اور بند ہوتے تھے۔

مصنف قصص (جلد - ۳، ص ۲۱۸) کا خیال یہ ہے۔ کہ خلیفہ واثق کا یہ مہم دروازہ داریال کی طرف گیا تھا۔

تصریحات بالا کا خلاصہ یہ۔ کہ عہد قدیم میں وحشی قبائل کو روکنے کے لیے کئی دیواریں بنی گئیں۔

اول : دیوار چین :- جو کسی نغفور نے بنائی تھی۔

دوم : وہ دیوار، جو ترکستان و ہند کے درمیان بخارا سے ۵۰ میل جنوب مشرق میں تعمیر ہوئی تھی۔

۱۔ عبدالرحمن ابوشاہ بن اسماعیل بن ابراہیم المعتدسی جو دمشق سے بیت المقدس کو ہجرت کر گیا تھا۔ اس نے ابن عساکر کی تاریخ دمشق کا اختصار بیس جلدوں میں تیار کیا تھا۔

(فرید وجدی: دائرة المعارف - ج ۷، ص ۶۶۱)

سومہ : جو انوشیروان نے بحیرہ خزر کے مشرق میں تعمیر کی تھی۔
 چہارم : بحیرہ خزر کے مغربی ساحل پر دو متوازی دیواریں۔ جن میں سے
 ایک تیس میل لمبی تھی۔
 پنجم : درہ داربال کی آہنی دیوار۔
 سائرس اس آخری دیوار کا بانی تھا۔ باقی دیواریں دیگر بادشاہوں
 نے بنائی تھیں۔

ماخذ :-

- ۱ : فرید و ہدی :- دائرة المعارف - ج ۷ ، ص ۴۶۱
- ۲ : معجم :- ج ۴ ، طبیش
- ۳ : منتہی الارب :- ج ۲ ، قرن
- ۴ : دانیال :- $\frac{2}{8}$ ، ۲۰
- ۵ : یسعیاہ :- $\frac{22}{28}$ ، $\frac{25}{1}$
- ۶ : یرمیاہ :- $\frac{29}{15-10}$
- ۷ : اصحاب کہف - ابر الکلام آزاد
- ۸ : یاجوج - ماجوج :- ص ۲۷ ابراہیم احمد بوفانی
- ۹ : ایلرڈ :- "چھ دیوان" ص ۱۵۸
- ۱۰ : شاس :- ص ۷۶
- ۱۱ : ڈاب :- ص ۱۲۷ ، ۳۹۳
- ۱۲ : قصص :- ج ۳ ، ص ۱۳۰
- ۱۳ : قرآن حکیم
- ۱۴ : ڈاس :- ص ۷۱
- ۱۵ : کتاب الہدی : ص ۳۷۰
- ۱۶ : جلالین :- انبیاء کہف

۹۸۔ ذوالکفل

وَ اِسْمَاعِيْلَ وَ اِدْرِيسَ وَ ذَا الْكِفْلِ
كُلًّا مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ
فِي رَحْمَتِنَا اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔

(انبیاء: ۸۵-۸۶)

(اسماعیل - ادریس اور ذوالکفل کی بات کرو۔ یہ سب مصائب کو آرام و سکون سے برداشت کرنے والے تھے۔ ہم نے انہیں دائرہ رحمت میں شامل کر لیا۔ کیونکہ ان کے اعمال اچھے تھے) قرآن میں ذوالکفل کا نام دوسرے آیا ہے۔ لیکن اُن کے وطن، نسب، قوم اور مقام تبلیغ کے متعلق کوئی اشارہ تک نہیں ملتا۔ نہ حدیث و تاریخ اُن پر کوئی روشنی ڈالتی ہے۔ گواہین جریر نے مجاہد کی روایت سے ذوالکفل کا ایک قصہ بیان کیا ہے۔ کہ یہ کس طرح حضرت اَلِیْسَع کے خلیفہ بنے۔ اور خلیفہ بننے کے بعد شیطان نے کس طرح انہیں اپنے دام میں لانے کی کوشش کی۔

(دیکھیے :- قصص: جلد ۲، ص ۲۲۵، اور

تفسیر ابن کثیر: جلد ۳، ص ۱۹۰)

لیکن اس قصے سے آگے کچھ نہیں بتایا۔ کہ وہ کون، کیا اور کہاں تھے؟ حضرت اَلِیْسَع جاردون کے رہنے والے تھے۔ آپ کی وفات ۸۳۸-۸، ۸ قمریٰ کے درمیان ہوئی۔ اگر یہ بات صحیح ہے۔ کہ ذوالکفل آپ کے خلیفہ تھے۔ تو یہ واقعہ ۸۴۸ قمریٰ میں پیش آیا ہوگا اور آپ کا تعلق بھی جاردون ہی سے ہوگا۔

۱۔ : قصے کا خلاصہ یہ کہ :-

ایک دفعہ حضرت اَلِیْسَع نے فرمایا۔ کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ کوئی شب بیدار معاشم النہار اور غصہ سے دور رہنے والا شخص میرا خلیفہ بنے۔ مجمع سے ذوالکفل اٹھا اور اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس کے بعد شیطان نے اسے عبادت سے روکنے اور غصہ و لانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔

بعض دیگر مفسرین نے دُوالِ کُفُل کے متعلق آراء ذیل پیش کی ہیں :-

اَوَّل : کہ یہ زکریّا ، حِزْقِیَال یا یِشُوْع کا نام تھا۔

(شاس : ص ۶)

دوہ : کہ یہ حضرت ایوب کے ایک فرزند بشیر یا بشیر کا لقب تھا۔ جو شام

کا رہنے والا تھا۔ اور جن نے پچھتر برس کی عمر میں وفات پائی تھی۔

(تاریخ طبری : ج ۱، ص ۳۶۴)

سوم : یہ آغاز میں ایک بدکار آدمی تھا۔ لیکن بعد میں تائب ہو کر درجہ

ولایت حاصل کر لیا۔

(ابن الاثیر : بحوالہ شاس - ص ۶)

فلسطین سے بلغ تک کتنی ہی مقابر ہیں۔ جو دُوالِ کُفُل کی طرف منسوب ہیں۔ ان میں سے ایک

نابلس (فلسطین) کے قریب قُبَّہ نبی کُفُل کہلاتی ہے۔ اس کے متعلق عام خیال یہی ہے۔ کہ اس

میں حضرت ایوب کا فرزند بشیر یا بشیر مدفون ہے۔

ایک اور قبر عراق میں جلعہ کے قریب نہر ہندیہ کے بائیں کنارے بشیر تلاح کے پاس ہے

جسے وہ لوگ قبر دُوالِ کُفُل کہتے ہیں۔ (شاس - ص ۶)

حِزْقِیَال :

ہمارے بعض محققین کہتے ہیں کہ دُوالِ کُفُل سے مراد حِزْقِیَال ہی ہے۔ یہ نبی قمر و یہوداہ میں

رہتا تھا۔ جب یروشلم کی تباہی (بخت نصر کے ہاتھوں) سے تیرہ برس پہلے یہوداہ کے بادشاہ

جی ہوچن نے ۵۹۷ ق م میں صرف تین ماہ اور دس یوم کی سلطنت (مذاب : ص ۲۵۵) کے بعد

بن لوے بخت نصر کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اور اس کا قیدی بن گیا۔ (یہ بابل کی جیل میں

۳۴ سال رہا)۔ تو حِزْقِیَال نے بھی بابل کی قید قبول کر لی۔ وہاں پہنچ کر اسے آزاد کر دیا گیا۔ چنانچہ

یہ دریا ئے شہر کے کنارے رہنے لگا۔ پانچ برس بعد اس پر وحی نازل ہونے لگی۔ جو کتاب

حِزْقِیَال (بائبل میں شامل) میں محفوظ ہے۔

اس کتاب سے صرف اتنا ہی پتہ چلتا ہے کہ :

یہ شادی شدہ اور ایک گھر کا مالک تھا۔ اس نے ۲۲ سال تبلیغ کی۔ اور مرنے

کے بعد فرات کے کنارے دفن ہوا۔

اس کی کتاب سے چند اقتباسات حاضر ہیں :-

” خداوند فرماتا ہے۔ کہ یروشلم نے شرارت کی اور میرے

احکام سے موئبہ موڑا..... پس میں اسے ساری

قوموں کے سامنے سزاؤں کا..... اس کے بقیہ کو
 ہر طرف پر اگندہ کروں گا..... باپ بیٹے کو اور بیٹا
 باپ کو کھا جائے گا..... اس کا ایک حصہ و باد سے مر
 جائے گا۔ کچھ قحط سے ہلاک ہوگا۔ اور کچھ تلوار سے مارا جائے گا۔“
 (جز قبال : باب ۵)

مآخذ :- ۱ : شمس - ص ۷۴

- ۲ : قصص - ج ۲، ص ۲۲۵
 ۳ : تفسیر ابن کثیر - ج ۳، ص ۱۹۰
 ۴ : افلام - ص ۱۰۷
 ۵ : قرآنی حکیم -
 ۶ : ڈاب - ص ۲۷۵
 ۷ : طبری - ج ۱، ص ۳۶۴
 ۸ : جز قبال - باب ۵

۹۹- ذُو النُّونِ (یونس)

قرآن میں حضرت یونسؑ کا ذکر چھ مرتبہ آیا ہے۔ چار مرتبہ یونس اور ایک ایک دفعہ ذُو النُّون اور
 صاحبِ الحوت (مچھلی والا) کے نام سے۔
 حضرت یونس جنرلی گیلی (غسلین) کے ایک شہر گاتھہ بیتفر سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ایک
 اسرائیلی بادشاہ جبر و بام (۹۰ ق م) کے معاصر تھے۔
 اللہ نے انہیں اشوری سلطنت کے بائیکاہ نینوی میں جانے کا حکم دیا۔ اُس وقت اشوری سلطنت
 عروج پر تھی اور اس کے بادشاہ کا نام یون تھا۔ وہاں جا کر حضرت یونسؑ نے اہل نینوہ کو بہت
 سمجھایا اور ڈرایا۔ لیکن وہ گناہ سے باز نہ آئے۔ تنگ آ کر آپ نے عذاب کے لیے بددعا کی۔ وحی
 نے آپ کو بتایا۔ کہ پورے چالیس دن بعد ان پر عذاب نازل ہوگا۔
 جب ۳۷ دن گزر گئے۔ تو آپ شہر سے باہر ایک مقام پر عذاب کا اخطار کرنے لگے۔ ان تین

دنوں میں اہل نینوا بعض علاماتِ عذاب دیکھ کر ڈر گئے۔ اور ٹاٹ کے کپڑے پہن کر اور راکھ پر بیٹھ کر رونے لگے۔ چنانچہ اللہ نے اُن پر رحم کیا اور عذاب مٹل گیا۔ لیکن وحی نے حضرت یونسؑ کو اطلاع نہ دی۔ جب تین دن گزر گئے۔ اور عذاب نہ آیا۔ تو آپ اللہ سے بگڑ گئے۔ اور نینوا کو چھوڑ کر چل دیے۔ چلتے چلتے ایک گھاٹ پہ پہنچے اور کشتی میں بیٹھ گئے۔ معاً طوفان آگیا۔ ملاحوں نے ساحل پہ پہنچنے کی لاکھ کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ انہیں خیال آیا کہ کہیں کشتی میں کوئی ایسا غلام نہ ہو۔ جو اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگ آیا ہو۔

انہوں نے دریافت کیا۔ تو حضرت یونسؑ بول اٹھے کہ :

”وہ غلام میں ہی ہوں۔“

انہوں نے مجبوراً آپ کو پانی میں پھینک دیا۔ اور ایک بڑی مچھلی آپ کو نگل گئی۔ ساتھ ہی طوفان ختم گیا۔ تین دن رات کے بعد مچھلی نے آپ کو خشکی پہ اُگل دیا۔ (یونہا : ۲/۱۰) اور ساتھ ہی حکم ہوا کہ نینوا میں دوبارہ جاؤ۔ چنانچہ یہ دوبارہ وہاں پہنچے اور دم واپسیں ہمک وہیں رہے۔ آپ کی قبر موصِل کے قریب ہے۔ (غلاب : ص ۳۱۲)

گھاٹ کہاں تھی ؟

یہ سوال حل طلب ہے۔ کہ وہ گھاٹ ، جہاں سے حضرت یونسؑ علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تھے ، کہاں تھی ؟

قصص - ج ۲ (ص ۱۹۷) میں ہے کہ آپ دریائے فرات کی ایک گھاٹ سے سوار ہوئے تھے اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں :-

اول : کہ وجہ بالکل پاس تھا۔ اُسے چھوڑ کر آپ مغرب میں دوسومیل دور فرات پہ کیوں گئے ؟

دوم : انسانوں کو ہڑپ کرنے والی مچھلی یعنی شارک - جو گہرے سمندروں میں ملتی ہے۔ اسے تیرنے ، جھپٹنے ، غوطہ لگانے اور شکار کھیلنے کے لیے پانی کی ایک وسیع دنیا چاہیے۔ جو سمندروں ہی میں مل سکتی ہے نہ کہ وجہ و فرات میں۔

نینوا کے اطراف میں چار سمندر تھے :-

- شمال میں چار سومیل دور بحیرۃ اسود۔
- مشرق میں ساڑھے تین سومیل کی مسافت پر بحیرۃ خزر۔
- جنوب میں ساڑھے پانچ سومیل دور خلیج ایران۔
- اور مغرب میں پورے پانچ سومیل کی مسافت پر بحیرۃ روم۔

انہیں کسی اور سمندر سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ انہیں گھر کی یاد تازہ رہی تھی۔ اس لیے وہ نینوا سے نکل کر پہلے اپنے وطن (گیلی) میں پہنچے۔ اور پھر حانہ کی بندرگاہ پر جا کر طرشیس یا طرسوس کے ارادے سے کشتی میں سوار ہو گئے۔ اس کے بعد وہ طوفان کا واقعہ پیش آیا۔ یہیں وہ پھیلی کے شکم میں پہنچے اور تین دن کے بعد اسی ساحل پہ پھیلی نے انہیں دوبارہ اُگل دیا۔

”یوناہ (یونس) خداوند کے حضور سے طرشیس کو بھاگا۔ اور یا نہ (حانہ) میں پہنچا۔ وہاں اسے طرشیس جانے والا جہاز ملا۔ اور وہ کرایہ دے کر اُس میں سوار ہو گیا۔ لیکن خداوند نے سمندر پر بڑی آندھی بھیجی۔۔۔“

(یوناہ : ۱-۴)

طرشیس :

طرشیس جنوبی ہسپانیہ کا ایک شہر تھا۔ جبرالٹر سے ساٹھ ستر میل مغرب کی طرف۔ بحر اوقیانوس میں عین اُس مقام پر، جہاں دریائے وادی البکیر دو شاخہ بنا کر سمندر میں گرتا ہے۔ یہ شہر اس دو شاخے میں واقع تھا۔ وہاں میں کی کانیں تھیں اور کنعان (فلسطین) کے جہاز یمن خریدنے کے لیے عموماً وہاں جاتے رہتے تھے۔

رہا طرسوس۔ تو یہ شہر گو طرابلس الشام کے شمال اور قبرص سے عین مشرق کی طرف آج بھی موجود ہے۔ لیکن شام و فلسطین کے قدیم نقشوں میں اس کا نام نہیں ملتا۔ اس لیے علمائے بائبل کا خیال یہی ہے کہ حضرت یونس کا سفر ہسپانیہ کی طرف تھا۔ ممکن ہے کہ آپ کے کچھ تاجر رشتہ دار بزم تجارت طرشیس کو جا رہے ہوں۔ اور آپ بھی سیاحت یا تجارت کے لیے ساتھ شامل ہو گئے ہوں۔

وَذَٰلَتُونِ اِذَا ذَهَبَ مَعَاذِبًا فُظِنَ
اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰ لَیْ فِی
الظُّلُمٰتِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ
اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّٰلِمِیْنَ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ
وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُخْرِجُ
الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (انبیاء : ۸۷-۸۸)

دجله و فرات کا نقشہ

فی الج: ۱۵۸ میل



(مچھلی والے کی بات کرو۔ جب وہ اللہ سے ناراض ہو کر
 چل دیا۔ تو اُس کا خیال یہ تھا کہ وہ ہماری گرفت سے آزاد ہو گیا ہے
 پھر اُس نے بطنِ ماہی کے اندھیروں سے ہمیں آواز دی کہ تُو ہی کائنات
 کا مقدس خدا ہے۔ اور میں ظالم ہوں۔ ہم نے اُس کی پکار سنی۔ اُسے
 غم سے نجات دی اور ہم اہل ایمان کو اسی طرح بچایا کرتے ہیں۔)

ماخذ :-

- ۱ : قصص - ج ۲، ص ۱۹۶
 - ۲ : شاسن - ص ۶۴۵
 - ۳ : ڈاب - ص ۳۱۲
 - ۴ : اُعلام - ص ۲۰۵
 - ۵ : بائبل - یوناہ
 - ۶ : قرآن حکیم
-



۱۰۰۔ رَبُّوْہ

لفظی معنی : ٹیلہ ۔ بلند پشتہ اور چھوٹی سی پہاڑی ۔
قرآن میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق ایک ایسی بات درج ہے ۔ جو پیر وان مسیح کی کتابوں،
مسیح کے سوانح اور اناجیل میں کہیں نہیں ملتی ۔
ارشاد ہوتا ہے :-

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ أُمَّہ
آیۃً وَ آوَيْنَا ہُمَا اِلٰی سَرَبُوۃٍ
ذَاتِ قَرَارٍ وَ مَعِیْنٍ ۔ (مومنون : ۵۰)

(ہم نے ابن مریم اور اُس کی والدہ کو ایک نشان (اعجاز)
بنا کر دُنیا کے سامنے پیش کیا ۔ اور اُن دونوں کو ایک پرسکون
شاوَاب اور سرسبز ٹیلے پہ جا بٹایا ۔)
یہ ٹیلہ کہاں تھا ؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے ۔ کہ شاید مصر میں ہو ۔ جہاں یوسف تجارتِ خواب میں اشارہ پا کر
نوبل و مسیح اور حضرت مریم کو لے گیا تھا ۔

”خداوند کے فرشتے نے یوسف کو خواب میں کہا ۔ کہ اٹھ ، بچے
اور اُس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر میں بھاگ جا اور جب تک میں تم سے
نکہوں وہیں رہنا ۔ کیونکہ ہیروڈ اس بچے کی تلاش میں ہے ۔“
(متی : ۲/۱۳)

۱۔ : ہیروڈ کو ستم قدم میں سیزر نے یہودِ واہ کا گورنر، اور انیٹنی
نے بادشاہ بنا دیا تھا ۔

یہ بھی ممکن ہے کہ :-
 نام نہاد واقعہ صلیب کے بعد مریم اور ابن مریم کسی شاداب
 مقام کی طرف چلے گئے ہوں۔
 یا قوت حموی کا خیال یہ ہے کہ :-
 ”یہ سرسبز ٹیلہ دمشق یا اُس کے نواح میں تھا۔“
 (معجم - ج ۴ ”دمشق“)
 مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رائے یہ ہے کہ :-
 ربوہ سے مراد سری نگر کا ایک محلہ غانیہ ہے۔ جہاں حضرت مسیح
 مدفون ہیں۔ (کشتی نوح : ص ۱۵)
 لیکن کسی اور قدیم و جدید مآخذ سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

مآخذ :- ۱ : مرقی - ۲/۳
 ۲ : معجم - ج ۴ ”دمشق“
 ۳ : کشتی نوح - ص ۱۵

۱۰۱۔ رَش

دیکھیے :- ”أَصْحَابُ الرَّشِّ“

۱۰۲۔ رُوح الامین

(۸۴۔ جبریل)

آسمانوں کی وہ عظیم رُوح، جو اللہ کا پیغام انبیاء تک پہنچاتی ہے۔ وہ کریم،
 صاحب قوت، مطاع اور امین (تکویر - ۱۹-۲۱) ہے۔
 اس کا معروف نام جبریل ہے۔

۱۰۳۔ رُوحُ الْقُدُس

(جبریل)

مبارک اور مُقدس رُوح - یعنی :
جبریل

۱۰۴۔ رُوم

تاریخِ رُوم کے دو دور ہیں :-

اول : غربی روم (اٹلی) کی جمہوریت -

جس ۹۹۹ء سے ۵۶۵ء تک جاری رہی - اس دور میں تمام
انتخابات ایک اسمبلی (پارلیمنٹ) کے پاس تھے - ۵۶۵ء میں شہنشاہوں
کا سلسلہ شروع ہوا - جو ۶۴۶ء تک جاری رہا -
ان بادشاہوں کی تعداد پچاس تھی -

پہلا جُولیس سیزر تھا -

اور آخری رِیو مِلنس -

دوسرا دور روم کی شرقی شاخ سے شروع ہوا تھا -
بات یوں ہوئی - کہ :-

جب غربی روم میں قسطنطین اول (۳۰۵ء - ۳۳۷ء) مسند
نشین ہوا - تو بعض مصالح کی بناء پر اس نے ۳۳۷ء میں قسطنطنیہ
کے قریب ایک گاؤں بازنطینیسم کو دارالحکومت بنا لیا - جب ۳۳۷ء
میں اس کی وفات ہو گئی - تو اس کے بیٹوں نے سلطنت تقسیم کر لی - ایک
مشرقی اور دوسرا مغربی شاخ کا سربراہ بن گیا -

مشرقی شاخ کے سلاطین قیصر کہلاتے تھے - ان کی تعداد بیاسی تھی - آخری
قسطنطین یازدہم تھا -

۱۴۵۳ء میں سلطان محمد ثانی (۱۴۵۱-۱۴۸۱ء) نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یہ سلطنت ختم ہو گئی۔

رُوم اور ایران کی اُس جنگ، جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے :
(غَلَبَتِ الرُّومُ) کی تفصیل :-

أَذْنَى الْأَرْضِ (شمار - ۲۰) کے تحت دیکھیے۔

ماخذ :- ۱ : گبن - تاریخ روم

۲ : انسائیکلو پیڈیا برطانیکا

۳ : سی - ڈبلیو۔ سی۔ اوزمان :- سٹوری آف نیشنز۔

۱۰۵۔ رہبان

(دیکھیے :- ۱۱۔ اَحْبَار)

ش

۱۰۴۔ زبور

حضرت داؤد علیہ السلام کے الہامی گیت، جو آپ نے اللہ کی تعریف و تقدیس میں گائے تھے۔

یہ عبرانی میں : تہلیم

انگریزی میں : سامنز

اور عربی میں : زبور کہلاتے ہیں۔

زبور کے ایک گیت (شمار : ۱۴۵) کو تہلہ کہا گیا ہے۔

عربی کا ایک لفظ تہلیل اس کا ہم ماخذ معلوم ہوتا ہے۔ تہلیل کا مادہ هَلَّ ہے۔ اور باب ہے۔

هَلَّلَ تَهْلِيلًا - یعنی اُس نے خدا کی تعریف و تقدیس کی۔

تہلہ کے معنی بھی حمد ہیں۔

بنو اسرائیل میں اللہ کے مقبول نام دو تھے :-

۱ : جَهْوَا اور

۲ : اَلُوْهِيْمَ -

زبور میں ان کا استعمال حسب ذیل سے ہوا ہے :-

زبور	جہودا کا استعمال	اَلُوْهِيْمَ کا استعمال	
کتاب اول	۲۷۲ مرتبہ	۱۵ - مرتبہ	
دوم	جہودا کی نسبت	الوہیم کا استعمال	پانچ گنا زیادہ ہوا۔
سوم	دونوں	برابر - برابر	
چہارم	صرف جہودا کا	استعمال ہوا ہے۔	
پنجم	زیادہ تر جہودا - الوہیم	صرف دو مرتبہ -	

ان گیتوں کی تعداد تدریجاً - اور عہد تدریج کے متعلق دیکھیے - "واؤد" - شمار ۹۶

(دُباب - ص ۵۵۵)

۱۰۷۔ زکریا

- زکریا نام کی کئی تاریخی شخصیتیں گندری ہیں۔ مثلاً :-
- ۱ : یہوداہ کے ایک بادشاہ جیہوش فات (۹۱۴ ق م) کا ایک شاہ زادہ۔
 - ۲ : یہوداہ کے ایک بادشاہ جوش (۸۷۸ ق م) کے زمانے میں سب سے بڑے کاہن جی ہودا (JEHOIADA) کا ایک بیٹا۔
 - ۳ : بابل سے حضرت عزیر کے ہمراہ لوٹنے والے اسرائیلیوں کا ایک سردار۔
 - ۴ : حضرت عزیر کے زمانے میں اسرائیل کا ایک مذہبی عالم۔
 - ۵ : جہازیل نبی (۲ - تاریخ ۲۰۱۴) کا والد۔
 - ۶ : یہوداہ کے ایک بادشاہ ابی جاہ (سند نشین - ۹۵۷ ق م) کا والد۔
 - ۷ : جوشیا (یہوداہ کا ایک بادشاہ - جلد ۴۰ ق م) کے عہد میں معبد یروشلم کا نگرانی۔
 - ۸ : ایران کے ایک بادشاہ دارا کے زمانے میں ایک پیغمبر۔ جس کا نام تھا :- زکریا بن برخیاہ بن عدو۔ یہ اس زکریا سے جدا ہے۔ جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے :- پہلا حضرت مسیح سے ملازما ہوا پانچ سو سال پہلے تھا۔ اور دوسرا مسیح کا معاصر۔ بائبل کا صحیفہ "زکریا" پہلے زکریا کا تھا۔
- ”دارا کے دوسرے برس کے آٹھویں مہینے خداوند کا کلام زکریا نبی بن برخیاہ بن عدو پہ نازل ہوا۔“
- (زکریا : ۱)

- ۹ : دارا نام کے کئی بادشاہ گزرے ہیں :-
- اول :- میڈیا کا بادشاہ دارا بن امارشس (شاید لہراسپ) جس کا ذکر دانیال کی کتاب میں بار بار آتا ہے۔ دیکھیے دانیال ۶، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ وغیرہ۔
 - دوم :- دارا بن گشتاسپ جو ۵۲۱ ق م میں مندر لٹھیں ہوا۔ یہ ہندوستانی پر بھی حملہ آور ہوا تھا۔ یہ سائرس کی طرح ہوا اسرائیل کا دوست تھا۔ اور زکریا بن برخیاہ اسی کے زمانے میں تھا۔
 - سوم :- دارا جو ۳۴۶ ق م سے ۳۳۶ ق م تک ایران کا بادشاہ رہا۔ اور اسے سکندر یونانی نے شکست دی تھی۔ (ذاب : ص ۱۳۳)

۹ : قرآن کا ذکر کیا حضرت مریم کا خالو، مسجد اقصیٰ کا متولی اور اپنے عہد کا رسول تھا۔ جب حضرت مریم کی والدہ حکتہ نے نذرمانی کہ وہ اپنا بچہ معبود یورشلیم کی خدمت کے لیے وقف کر دے گی۔ تو ان کے ہاں ایک لڑکی (مریم) پیدا ہوئی۔ جس کی نگرانی و پرورش حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔

جب مریم ذرا بڑی ہوئی۔ تو اس کے پاس غیب سے ہر قسم کے پھل آنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت زکریا نے دعا کی کہ اے معجزے دکھانے والے رب! مجھ پر بھی کرم کر۔ اور :-

هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً
اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ - (عمران : ۳۸)

(مجھے پاکیزہ اولاد عطا کر۔ کہ تو دعائیں سنتا ہے)

اس پر انھیں ایک فرشتے نے بشارت دی کہ آپ کے ہاں عنقریب ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اُس کا نام یحییٰ رکھنا۔ چنانچہ یہ بشارت پوری ہوئی۔ یحییٰ پیدا ہوئے۔ اور اللہ نے انھیں بھی نبوت سے نوازا۔

يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ

(مریم : ۱۲)

(اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑو)

یحییٰ کی ولادت کے وقت حضرت زکریا کی عمر ایک روایت کے مطابق :-

۱۲۰ سال

دوسری کے مطابق : ۹۰

اور تیسری کے مطابق : ۷۰ " حقیقی

(قصص : ج ۲، ص ۲۵۴)

آپ کا پیشہ نجاری تھا۔

ابو ہریرہ نے حضور مسلم سے روایت کی ہے کہ :-

كَانَ زَكَرِيَّا نَجَّارًا

(مسند احمد بن حنبل)

جب پہلے ہیروڈ (جلوس ۷۴ ق م) کے فرزند، ہیروڈ آنتیپاس (۳۹ء) نے، جو گیلی کا

گورز تھا۔ حضرت یحییٰ کو قتل کر دیا۔ تو حضرت زکریا ایک بڑے درخت کے کھوکھلے تنے میں چھپ گئے۔ کسی نے دیکھ کر رپورٹ کر دی اور آپ کو تنے سمیت چیر دیا گیا۔

(قصص : ج ۲، ص ۲۷۳)

۱ : قصص - ج ۲، ص ۲۴۹، ۲۵۴، ۲۷۳

۲ : ڈاب - ص ۱۳۳، ۷۵

۳ : ڈاس - ص ۹۹

۴ : شاس - ص ۵۳

۵ : بائبل

۶ : قرآن حکیم

۱۰۸۔ زُرِیْتُون

وَالَّذِينَ وَاللَّزِیْتُونَ وَطُورِ سِینِینَ
وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِینِ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا
الْإِنْسَانَ فِی أَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔

(الَّذِینَ : ۱-۴)

(بنین - زُرِیْتُون - طورِ سینا اور اس پُر امن شہر (مکہ)

کی قسم کہ ہم نے انسان کو بہترین ہیئت (بہترین قوے کے ساتھ) پہ خلق کیا ہے)

بنین شام کا ایک پہاڑ ہے۔ دمشق کے قریب۔

زُرِیْتُون کے متعلق یا قوت (معجم) لکھتا ہے کہ یہ وہ پہاڑی ہے جس پر مسجد اقصیٰ تعمیر ہوئی تھی۔

لیکن بائبل میں ہے :-

”تب خداوند خروج کرے گا..... اور اُس

روز وہ کوہ زُرِیْتُون پر جو یروشلم کے مشرق میں ہے کھڑا ہوگا۔“

(زکریا : ۱۴)

یہ پہاڑی صرف ایک میل لمبی ہے۔ اور یروشلم کے مشرق میں شمالاً۔ جنوباً پھیلی ہوئی ہے۔

اس کی بلندی گرد و فواح سے تین سو فٹ کے قریب ہے۔ اس پر بے شمار زیئون کے درخت ہیں۔ اور مسیح کے زمانے میں اس پر متعدد چھوٹے چھوٹے گرہے بھی تھے۔ جو بعد میں رفتہ رفتہ گر گئے۔ حضرت ابراہیم شام میں آباد ہو گئے تھے۔ اس لیے اُن کا تعلق تین سے تھا۔ عیسیٰ کا زیئون سے، حضرت موسیٰ کا طور سے اور حضور کا مکہ سے۔ ان مقامات سے ان چار اوالعزم انبیاء کا پیدا ہونا اسن حقیقت کی دلیل ہے کہ انسان بہترین فطرت کے ساتھ پیدا ہوا ہے۔ ورنہ بُت پرستوں کے گھر میں یہ سلیم الفطرت لوگ کبھی پیدا نہ ہوتے۔

ماخذ :- ۱ : معجم - ج ۲

۲ : ڈاب - ص ۷۷

۳ : کمالین - ص ۵۰۰

۴ : بائبل (ذکر تاء)

۱۰۹- زید

سیرت نگاروں نے حضور صلعم کے تقریباً چالیس غلاموں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً :- اسلم، اسامہ، افلح، اضر، ثوبانی، سابق، سالم، شقران، وردان وغیرہ۔ ان میں سے بعض کو حضور صلعم نے خود خرید لیا تھا۔ اور بعض انھیں احباب و اقارب سے تحفہ ملے تھے۔ حضرت عباسؓ نے آپؐ کی خدمت میں اسلم پیش کیا تھا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے شقران لے دیا تھا۔

اور زید بن عارثہ (اس مقالے کا موضوع) حضرت خدیجہؓ کا عطیہ تھا۔ (تلقیح : ص ۱۶) یہ دس سال کی عمر میں کسی بردہ فروش کے ہتھے پڑھ گیا۔ اور شام میں جا بیگا۔ اسے حضرت خدیجہؓ کے ایک بھتیجے عکیم بن عوام نے خرید کر حضرت خدیجہؓ کے حوالے کر دیا۔ اور آپؐ نے حضورؐ کو دے دیا۔ حضورؐ کا دستور تھا کہ غلاموں کو فوراً آزاد کر دیتے تھے۔ آپؐ نے زید کو بھی آزاد کر دیا۔ لیکن اُسے حضورؐ کی جہانی گوارا نہ ہوئی۔ اور آپؐ ہی کی خدمت میں رہنے لگا۔ حضورؐ نے اُسے مکتبی بنا لیا۔ اور جب یہ جوان ہو گیا۔ تو اپنی پھوپھی اُمیہ کی بیٹی زینب بنت جحش سے اس کا نکاح کر دیا۔ لیکن ان کے مزاجوں میں اتنا اختلاف تھا کہ طلاق ہو گئی۔ اور حضورؐ نے شہر میں زینبؓ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ حضرت زینبؓ کی وفات شہر میں ہوئی۔ اور اس وقت آپؐ کی عمر ۵۳ برس تھی۔

زید کا پورا نام ابو امامہ زید بن عارثہ بن شراحیل الکلبی تھا۔ اس کے والدین نصرانی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پہنچ کر یہ اسلام لے آیا۔ بدر، احد اور

خندق میں دادِ شجاعت دی۔ بارہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر حاضری میں نیابت کے فرائض سرانجام دیے۔

جب حضور صلعم نے سہم میں مؤتیہ (شمالی عرب کا ایک سرحدی شہر) کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ تو اس کی سرداری زبید کے حوالے کی۔ اور آپ نے اسی جنگ میں منصبِ شہادت حاصل کیا۔

(کانس : ص ۵۷۷)

مآخذ :-

۱ : تلیق - ص ۱۱ ۱۶

۲ : کانس - ص ۵۷۷

۳ : اعلام - ص ۱۱۶

س

۱۱۰۔ سَابِہ

(بجیرہ - عام - وصیلہ)

جابلت میں یہ دستور تھا۔ کہ جب کوئی اُدُنْثی دس نیچے دے چکٹی۔ تو اُس کے کان
 پیر کر اُسے آزاد چھوڑ دیتے۔ وہ بجیرہ کہلاتی۔ اور اُس کی ماں سَابِہ۔
 ایک اور رائے یہ ہے۔ کہ جب کوئی اُدُنْثی دس نیچے دے چکٹی اور وہ سب کے سب
 مادہ ہوتے۔ تو اسے آزاد کر دیتے۔ اس پر نہ سوار ہوتے اور نہ اُس کا دودھ پیتے۔
 ایک اور صورت یہ تھی۔ کہ جب کوئی آدنی بیمار پڑ جاتا۔ یا لمبے سفر پر روانہ ہوتا۔ تو
 وہ نذر مانتا۔ کہ اگر میں بخیریت واپس آیا۔ یا مشغاً پا گیا۔ تو غلامِ ناقہ کو آزاد (سَابِہ)
 کر دوں گا۔

مآخذ :- ۱ : مُنْتَبِی الارب - ج - ۱ - ص ۴۰۹

۲ : مولانا احمد رضا خان - ترجمہ قرآن - ص ۱۸۱

۱۱۱۔ سامری

قرآن مقدس میں ہے۔ کہ :

جب اللہ نے چالیس راتوں کے لیے حضرت موسیٰؑ کو طور پر طلب
 فرمایا۔ تو اُن کی غیر حاضری میں سامری نے سونے کا ایک پھنٹا بنا کر قوم کو
 گوسالہ پرستی پہ لگا دیا۔ حضرت موسیٰؑ واپس آئے۔ تو سخت ناراض ہوئے۔
 غصے میں دس احکام والی تختیاں پرے پھینک دیں۔ حضرت ہارون کو
 بالوں سے پکڑ کر کھینٹا۔ اور سامری پر لعنت برسانے کے بعد فرمایا۔ کہ تم
 جلد ایک ایسی بیماری میں پھنسو گے۔ کہ ”مجھے مت چھو نا“ تمہارا تکیہ
 کلام بن جائے گا۔

(ظہ : ۷۷ - ۹۸)

سامری کون تھا؟

اس کے متعلق جلالین میں مذکور ہے۔ کہ یہ ایک گوسالہ پرست منافق تھا۔ نام موسیٰ بن ظفر، جو بنو اسرائیل میں شامل ہو گیا تھا۔ (جلالین : ص ۲۶۳)

مولانا عبد الماجد دریابادی فرماتے ہیں (اعلام : ص ۱۱۹)۔ کہ اُس دور کی مصری زبان میں سامری کے معنی تھے :- اجنبی۔ ممکن ہے کہ یہ شخص مصر سے یا سفر کی کسی منزل پر کہیں سے شامل ہو گیا ہو۔

طبری (شاس : ص ۵۰۱) کی رائے یہ ہے کہ یہ ساریہ کا ایک اسرائیلی تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت یعقوب کی ساری اولاد (بنو اسرائیل) تو مصر میں آباد ہو گئی تھی۔ ان میں یہ ساریہ یا ساریہ کا اسرائیلی کہاں سے آ گیا تھا۔

اس کی ایک ہی توجیہ ممکن ہے کہ شاید یہ اسرائیلی مصر سے ساریہ میں آ گیا ہو۔ اور پھر واپس چلا گیا ہو۔ ساریہ اسرائیل کے دس قبائل کی سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ جو بحیرہ مردار سے تقریباً تیس میل شمال مغرب میں واقع تھا۔ اسے ۹۲۵ ق م میں اسرائیل کے ایک بادشاہ عمری نے تعمیر کیا تھا۔ پہلے وہاں ایک آٹھ میل لمبی شاداب وادی تھی۔ جس کے تین طرف پہاڑ تھے۔ اور بیچ میں منتشر بستیاں۔ ان کے باشندے سامری کہلاتے تھے۔

۷۲۲ ق م میں آشوریہ کے ایک بادشاہ شال منیسر چارم نے اور بعد ازاں اس کے جانشین سارگن دوم نے ساریہ پر حملہ کر کے اسے بہت نقصان پہنچایا۔ اور اسرائیل کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

(پیسپلز - ص ۹۴۵)

ولیم سمیٹھ کی رائے یہ ہے کہ :

ساریہ (یا ساریہ) اُس پہاڑی کے مالک کا نام تھا۔ جس پر دارالحکومت تعمیر ہوا تھا۔ اسی شہر میں احاب بادشاہ (۸۷۵ ق م) نے بعل (بت) کا معبد بنوایا تھا۔

(ڈاب : ص ۹۰۱)

اسرائیل کی حکومت کے خاتمہ کے بعد ساریہ میں ایک ایسی تورات رائج ہو گئی تھی۔ جو اصل تورات سے تدرے مختلف تھی۔ اس کے پیرو بھی سامری کہلاتے تھے۔

۱۰ : ساریہ کے متعلق شہرستانی (۵۴۸ھ = ۱۱۵۴ء) لکھتے ہیں۔ کہ یہوداہ کا یہ فرقہ، بیت المقدس کے پہاڑوں میں آباد تھا۔ یہ حضرت یوشع کے بعد صرف ایک نبی کے آنے کا قائل تھا۔ ان کے کئی فرقے تھے۔ مثلاً : کوستانہ۔ جو آخرت کا قائل تھا۔ (باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامری کا اس فرقے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ کیونکہ وہ صدیوں پہلے فوت ہو چکا تھا۔

ماخذ :-

- ۱ : ڈاب - ص ۴۰۱
- ۲ : پیپلز - ص ۹۴۵
- ۳ : اُعلام - ص ۱۱۹
- ۴ : شاس - ص ۵۰۱
- ۵ : قرآن حکیم
- ۶ : الملل والنحل - ص ۲۱۸

۱۱۲- سبأ

سبأ ایک قحطانی قبیلے کا جد اول تھا۔ نام عبد شمس اور لقب سبأ۔ عربوں کے ہاں اس کا شجر و نسب یوں ہے :-

سبأ بن یثجب بن یغرب بن قحطان۔

(قصص : ج ۳، ص ۲۸۷)

لیکن تورات (پ ۲۵، ۳۰) میں یوں :-

سبأ بن قحطان بن عبر بن سلح بن آزر فکشد بن سام بن نوح۔

جب آل سبأ نے شغارد سے حضرموت تک حکومت قائم کر لی۔ تو ان کا ملک نیز دار الحکومت بھی سبأ کہلانے لگا۔ اس کا دوسرا نام مارب تھا۔ بعض لوگ سبأ و مارب میں کچھ تمیز کرتے ہیں۔ لیکن تاریخی لحاظ سے اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

(ارض : ج ۱، ص ۲۴۷)

بقیہ :- فٹ نوٹ۔ صفحہ ۲۳۹ سے آگے :-

دوستانہ، جو آخرت کا منکر تھا۔ اور یہ ایک جھوٹے مدعی نبوت (الافسان) کے پیرو تھے۔ ان کا قبیلہ بیت المقدس اور نابلس کے درمیان ایک پہاڑ تھا۔ جس کا نام تھا :- غریزہ نیم۔

(الملل والنحل : ص ۲۱۸)

حکومت سبّا :

آل سبّا نے حکومت کی بنیاد کب ڈالی تھی ؟
تاریخ اس کا قطعی جواب نہیں دے سکتی۔
مورخین کا اندازہ یہ ہے کہ اس حکومت کے تین دور تھے :-
پہلا : ۵۵۰ ق م سے ۵۵۰ ق م تک۔ یہ سلاطین مکارب کہلاتے تھے۔
دوسرا : ۵۵۰ ق م سے ۱۱۵ ق م تک۔ یہل عرم کا عادی اسی دور میں
پیش آیا تھا۔ اور اس کے بادشاہ ملوک سبّا کے نام سے مشہور تھے۔
اس کے بعد ملوک جمیز کا زمانہ آیا۔
ان کے دو سلسلے تھے :-

اول : ملوک جمیز۔ جن کی حکومت صرف مین پر تھی۔ اور جن کا زمانہ ۱۱۵ ق م
سے ۲۸۰ ق م تک تھا۔
دوہ : تباہ۔ جو ۲۸۰ ق م سے ۵۲۵ ق م تک مین اور حضرموت ہر دو
پر حکومت کرتے رہے۔

(قصص : ج ۳ ، ص ۲۹۷)

اس طویل دور میں ان کا دارالحکومت کبھی سبّا رہا۔ کبھی صنعاء، اور کبھی طفار۔
(ڈاب : ص ۶۳۳)

شاہان سبّا :

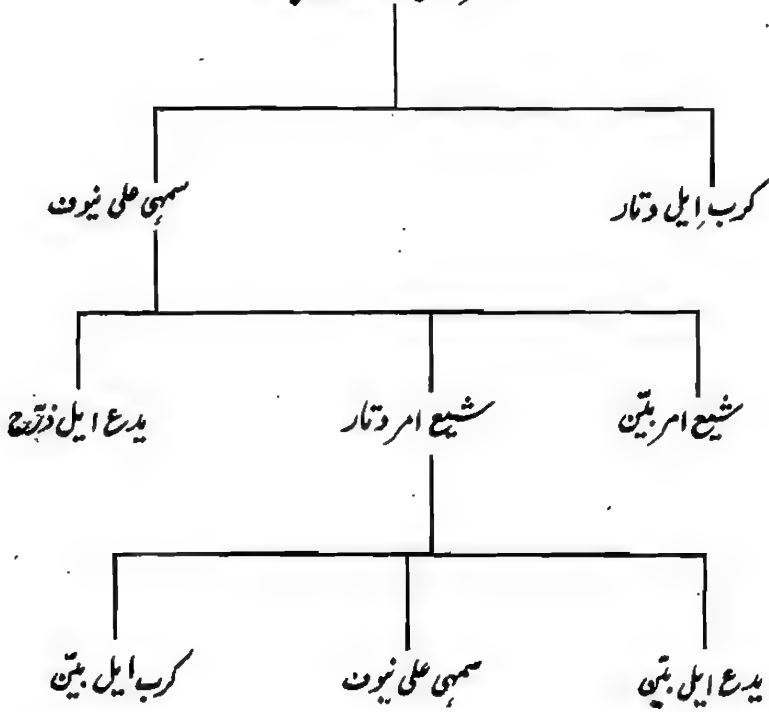
سلطنت سبّا کے تین ادوار میں سلاطین کے نام کیا تھے ؟
ترتیب کیا تھی ؟
اور تاریخی کون سی ؟
ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ مین کی حفريات و کتبات سے صرف چند ناموں کا پتہ چل سکا ہے۔
اور وہ یہ ہیں :-

۱ : سلاطین مکارب :- ذمر علی مکارب - کرب ایل

۱ : موجودہ نقوش میں صنعاء کے قریب مشرق کی طرف ایک شہر مکارب کے نام سے
نظر آتا ہے۔ پرانے زمانے میں اسی کو سبّا کہتے تھے۔
۲ : حضرموت کے قریب عمان کا ایک صوبہ نیز ایک قصبہ۔

وتار - بن ذمر علی
 سمہی علی - نیوت - بن ذمر علی
 شیخ امر بیتن - یدع ایل ذرح
 شیخ امر وتار - کرب ایل بیتن
 یدع ایل بیتن -
 سمہی علی نیوت بن شیخ امر -
 شجرہ نسب :-

ذمر علی مکارب



(ارض: ج-۱، ص ۲۴۶)

۲- ملوک سبّا :

ان کا دارالحکومت مآرب تھا جسے سبّا بھی کہتے ہیں۔ یہ یمن کے مشرق میں واقع تھا۔ اُس دور کے سکوں میں مآرب کے ساتھ سلیمین کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ ایک قصر شاہی کا نام تھا۔ ان بادشاہوں کا زمانہ ۵۵۵ ق م سے ۵۱۵ ق م تک پھیلا ہوا ہے۔

سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن (ج ۱ - ص ۲۴۸) میں اس دور کے لوگ کی ایک فہرست دی ہے۔ جس کے بعض نام مشکوک ہیں۔ اور فہرست ناممکن بھی ہے۔ کیونکہ ۴۸۴ برس میں کم از کم تیس چالیس بادشاہوں نے حکومت کی ہوگی۔ لیکن اس فہرست میں صرف سترہ کا ذکر ہے۔ یعنی :-

- ۱ : سمہی علی ذرح
- ۲ : کرب ایل بن سمہی علی ذرح
- ۳ : الیشرح بن سمہی علی
- ۴ : سمہی علی بن الیشرح
- ۵ : شیخ امر
- ۶ : کرب ایل وتار بن شیخ امر
- ۷ : یدع ایل بیتی شیخ امر
- ۸ : وہب ایل یا حوذ
- ۹ : کرب ایل وتار یوسف بن وہب ایل
- ۱۰ : یوسف بن وہب ایل
- ۱۱ : ذمر علی ذرح
- ۱۲ : نشا کریم یوسف بن
- ۱۳ : وتر دم یوسف بن
- ۱۴ : یکر ب ملک وتار
- ۱۵ : یارم امین
- ۱۶ : تبتع شرجیل
- ۱۷ : فرع نہب

۳۔ سلاطین حمیر :

جانشینان سبا میں سے پہلے بادشاہ کا نام حمیر تھا۔ اور اسی مناسبت سے یہ سلسلہ شاہان حمیر کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ایک اور توجیہ یہ ہے کہ حمیر کا مأخذ حم ہے۔ جس کے معنی ہیں :- سُرخ اور گوری رنگت۔ چونکہ اہل یمن سُرخ اور گورے تھے۔ اس لیے حبشہ والے انہیں حمیر کہنے لگے اور یہی نام چل نکلا۔ حمیر کی حکومت یمن کے مغربی نصف پر تھی۔ جو جنوب میں بحر ہند کے ساحل پہ تقریباً دو

سومیل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے سلاطین کے اسماء و تواریخ کے متعلق مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ سید سلیمان ندوی نے بڑی تلاش و تحقیق کے بعد مندرجہ ذیل فہرست تیار کی ہے :-

۱ :	الیشرح یحضب -	۵۰ - ۳۰	قم
۲ :	تہتیل بین -	۳۰ - ۲۰	قم
۳ :	الیشرح یجمل -	۲۰ - ۰	قم
۴ :	ذمر علی بین	۱ - ۳۰	ع
۵ :	کرب ایل دتار یونیم	۳۰ - ۶۰	ع
۶ :	ہلک امر	۶۰ - ۸۰	ع
۷ :	ذمر علی ذرح	۸۰ - ۱۰۰	ع
۸ :	یفرع ینعم	۱۰۰ - ۱۲۰	ع
۹ :	ہو فعتت اشوع	۱۲۰ - ۱۴۰	ع
۱۰ :	شید و امین	۱۴۰ - ۱۶۰	ع
۱۱ :	وسب ایل بخر	۱۶۰ - ۱۹۰	ع
۱۲ :	لغز نوفان یہصدق	۱۹۰ - ۲۲۰	ع
۱۳ :	یا سر یہصدق	۲۲۰ - ۲۴۰	ع
۱۴ :	ذمر علی بہتر	۲۴۰ - ۲۶۰	ع
۱۵ :	یا سر یونیم	۲۶۰ - ۲۸۰	ع

۴ - تبابعہ :

تبابعہ کا دور سنہ ۵۲۵ء سے شروع ہو کر ۵۲۵ء پہ ختم ہوتا ہے۔ اس ۲۴۵ برس کی مدت میں کتنے تتبع برسر اقدار رہے۔ اس کے متعلق ہماری معلومات یقینی نہیں۔ ہمیں صرف ۱۳ تبابعہ کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ ان کی فہرست عنوان تتبع شمارم کے تحت دیکھیے۔

ہاخذ :- ۱ : ارض - ج ۱، ص ۲۲۴ - ۳۰۴

۲ : ہاشیل

۳ : قصص - ج ۲، ص ۱۳۷

۴ : ڈاس - ص ۵۵۰

۵ : قرآن حکیم

۶ : ڈاب - ص ۴۳۴

۷ : قصص - ج ۳، ص ۲۹۷

۱۱۳۔ سِذْرَةُ الْمُنْتَهٰی

قرآن کی پہلی سُوْرَةُ النَّجْمِ کی ابتدائی آیات میں نزولِ جبریل کی صوْرَت یوں بیان ہوئی ہے :-

”اُس ستارے کی قسم جو اُفق سے نکل کر اُوپر کو پڑھتا ہے۔ کہ تمہارا ساتھی (محمدؐ) نہ تو بہکا اور بھٹکا ہے۔ نہ کوئی باتِ دل سے گھڑتا ہے۔ بلکہ جو کچھ کہتا ہے۔ وہ وحی ہوتی ہے۔ اُسے ایک مہیب اور طاقت ور فرشتے نے یوں تعلیم دی۔ کہ وہ پہلے ایک بلند اُفق پہ نمودار ہوا۔ پھر نیچے اُترا۔ اور اُترتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ اُس میں اور رسول میں دو کمانوں (ایک ہاتھ) کا یا اُس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر اللہ نے اپنے بندے کو جو کہنا تھا سو کہا۔ رسول کے دل نے اُس کے شاہدہ کی تصدیق کی۔ کیا تمہیں اس کے شہادت میں شک ہے؟ رسول نے جبریل کو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔ سِذْرَةُ الْمُنْتَهٰی کے پاس۔ جس کے نواح میں پُر سکون جنت ہے۔ اُس وقت سِذْرَةُ الْمُنْتَهٰی پر نور و سرور کا عجیب عالم تھا۔ آنکھ کو اس منظر کے دیکھنے میں کوئی غلطی نہیں لگی۔“

(نجم: ۱-۱۶)

ان آیات سے اتنا تو واضح ہے۔ کہ :

سِذْرَةُ الْمُنْتَهٰی آسمانی وسعتوں میں ایک ایسا مقام ہے۔ جس کے پاس ہی جنت ہے۔ لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں۔ کہ یہ مقام کہاں اور کتنی دور ہے ؟

مفسرین نے صرف اتنا ہی کہا ہے۔ کہ یہ ہیری کا ایک گھنا اور اونچا درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں۔ اور شاخیں ساتویں آسمان پر۔ انسان کے بُرے اعمال بطینِ زمین (جہنم) کی طرف جاتے ہیں۔ اور اعمالِ صالحہ بلند یوں کی طرف، جن کی آخری حد سِذْرَةُ الْمُنْتَهٰی ہے۔ اس سے آگے کوئی عمل قطعاً نہیں جاسکتا۔ یہ مقام عرشِ کی دائیں جانب

۱۔ آج انسان کے بنائے ہوئے راکٹ مریخ تک پہنچ چکے ہیں اور وہاں کی تصاویر نیچے بھیج رہے ہیں۔ لیکن ہے کہ کل یہ سِذْرَةُ الْمُنْتَهٰی کو بھی ڈھونڈ لکالیں۔

ماخذ :-

۱ : منتخب الارب - ج - ۱، ص ۳۱۷

۲ : جلالین اور دیگر تفاسیر و تراجم

۱۱۴- سلیمان

حضرت داؤد علیہ السلام کا سب سے چھوٹا بچہ - جو بڑھاپے میں پیدا ہوا تھا - اس کی والدہ کا نام بت شروع تھا - (۱- تواریح - ۳/۵)

پیلز (ص ۱۰۴۳) میں اس کا سال ولادت ۹۹۰ ق م دیا ہوا ہے - اور بعض دیگر ماخذ میں ۱۰۳۵ - اور ۱۰۴۵ ق م - اس کے اشارہ بجائی اور بھی گئے - جن میں سے چھ (امنوں - دانیال - ابی سلوم وغیرہ) اُن سات سالوں میں پیدا ہوئے - جب حضرت داؤد کی حکومت صرف جبرون پر تھی - بعد میں جب آپ یروشلم پر بھی قابض ہو گئے - تو اس ۳۳ سالہ دور میں آپ کے ہاں مزید بارہ بیٹے پیدا ہوئے - مثلاً :- سمعا - سو باب - ابکار وغیرہ -

(۱- تواریح : ۱-۴)

ان میں سلیمان سب سے یا اپنے حقیقی تین بھائیوں سے چھوٹا تھا - اس کا نام ماں نے سلیمان (خدا نے امن و سلام) رکھا - لیکن اُس دور کے ایک نبی "ناثق" نے لفظ "داؤد" (محبوب - پیارا) کی مناسبت سے اُسے یدید یہ (محبوب خدا) کا نام دیا -

(۲- سیوئیل : ۱۲/۲۵)

جب سلیمان ۱۱/۱ برس کی عمر کو پہنچا - تو اس کے ایک بھائی ابی سلوم نے باپ کے خلعت بغاوت کر دی - اور حضرت داؤد، سلیمان کو ہرا لے کر یروشلم سے چلے گئے - دریلے جاردن کے مشرقی کنارے پر باپ - بیٹے میں جنگ ہوئی - ابی سلوم مارا گیا - اور حضرت داؤد علیہ السلام یروشلم میں واپس آ گئے - (۲- سیوئیل : ۱۵ - ۱۸)

چونکہ اب آپ بوڑھے ہو چکے تھے - اور اُن کے بعض بیٹے اقتدار کے لیے بے تاب ہو رہے تھے - اس لیے آپ نے سلیمان کو اپنا جانشین بنالیا -

سلیمان کا رنگ گہرا - قد اونچا - جسم توانا - سر بڑا - آنکھیں چمکیلی - بال گھنے اور چال متوازن تھی - آپ شگفتہ ظرافت اور تیز ذہانت کے مالک تھے - کردار بلند اور رُوح پاکیزہ - آپ نے ۱۰۱۵ ق م سے ۹۷۵ ق م تک چالیس برس سلطنت کی - اللہ تعالیٰ کی تعظیم شروع کرتے تھے - اور یہ سنت اللہ تعالیٰ میں مکمل ہو گئی - آپ نے فرعون کی ایک بیٹی سے شادی کر کے مصر

سے بھی تعلقات استوار کر لیے تھے۔ (کتاب : ص ۶۶۱)
 آپ بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے۔ آپ کے پاس چالیس ہزار طویلے اور بارہ ہزار
 سوار سپاہی تھے۔ (۱- سلاطین : ۲/۲۶)
 آپ کی حکومت فرات سے مصر تک پھیلی ہوئی تھی۔ (۱- سلاطین : ۲/۱۶)
 اللہ نے دانش و حکمت سے بھی آپ کو بہرہ وافر دیا تھا۔ اس پر آپ کی کتاب "امثال"
 (بائبل میں شامل) شاہد ہے۔

آپ علم سحر کے ماہر۔ پرندوں کی زبان سے آسنا اور جنات و ارواح کے آقا تھے۔ آپ کا
 تخت ہمایوں اڑسکا تھا۔ آپ کا وزیر آصف بن برخیاہ بھی علم سحر کا امام تھا۔ اور آپ عربی
 رسم الخط کے موجد تھے۔ (شاس : ص ۵۵۱)

گلاسکو کے ایک مستشرق مسٹر ڈبلیو۔ بی۔ بیٹونسن نے ۱۹۲۰ء میں "سیمان اور چشم بد"
 کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون لکھا تھا۔ جس میں بتایا تھا کہ کس طرح اسرائیلی وغیرہ اسرائیلی نامیں
 اپنے بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے سیمان کے نام اور کلام سے مدد لیتی ہیں۔ یہ مضمون گلاسکو
 ہی کے ایک جریدے (STUDIA SEMITICA et ORIENTALIA) میں شائع ہوا تھا۔ (شاس : ص ۵۵۱)

سیمان و بلقیس کی کہانی شمار۔ ۸م میں گذر چکی ہے۔ آپ کے متعلق باقی تفصیل مثلاً آپ
 کی توتہ فیصلہ۔ آپ کا لشکر اور وادی نملہ۔ ایک شام چند گھوڑوں کو کاٹ پھینکا۔ جنات
 سے خدمت لینا۔ ہڈیوں کی حقیقت وغیرہ، قصص القرآن کی جلد دوم میں صفحہ ۹۶ سے ۱۷۵
 تک دیکھیے۔

تاریخ وفات :

گو اسرائیلی تاریخ کے اکثر واقعات پر محققین کا اتفاق نہیں ہے۔ اور ہمیں ایک ہی واقعہ کی
 مختلف تاریخیں ملتی ہیں۔ تاہم عام رائے یہ ہے کہ "کینینی ٹو بائبل" کی تاریخیں صحت کے
 قریب ترین ہیں۔

اس میں لکھا ہے (ص : ۱۸۲)۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات ۱۰۱۵ ق م میں ہوئی تھی۔
 اور سلیمان داؤد کی وفات سے چند ماہ پہلے بادشاہ بنے تھے۔

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں (قصص : ج ۲، ص ۱۶۸)۔ کہ جلوس (تخت نشینی) کے
 وقت آپ کی عمر صرف تیرہ سال تھی۔

ممکن ہے کہ یہ روایت صحیح ہی ہو۔ کیونکہ یروشلم کے ۳۳ سالہ دور حکومت میں حضرت
 داؤد کے ہاں بارہ بچے پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے سلیمان یا تو سب سے چھوٹا تھا۔ اس صورت

میں تخت نشینی کے وقت اس کی عمر تیرہ کے قریب ہی بنتی ہے۔ اور یا اپنے تین حقیقی بھائیوں سے چھوٹا تھا۔ اگر یہ صورت ہو۔ تو پھر جلوس کے وقت وہ ۱۹/۲۰ سال کا ہو گا۔ اس کی تائید حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک قول سے ہوتی ہے۔ آپ نے سلیمان کو بادشاہ بنانے کے بعد اپنے درباریوں سے کہا تھا :-

”کہ خدا نے فقط میرے بیٹے سلیمان کو بادشاہی کے لیے چنا ہے، اور وہ ہنوز لڑکا اور نا تجربہ کار ہے، اور کام بڑا ہے۔“

(۱- توارخ - ۲/۱)

لڑکپن ۸/۶ برس سے شروع ہو کر ۱۹/۲۰ برس تک رہتا ہے۔ اس حساب سے آپ کی ولادت ۱۰۳۵ ق م میں بنتی ہے۔

چونکہ آپ نے چالیس سال بادشاہی کی تھی۔ اس لیے آپ کا سال وفات ۹۷۵ ق م نکلتا ہے۔

مزار :

آپ کے مزار کے متعلق تین روایات ہیں :-

اول : کہ آپ مسجد اقصیٰ میں دفن ہوئے تھے۔

دوم : کہ آپ کی قبر بحیرہ طبریہ کے مغربی ساحل پر تھی۔

سوم : کہ آپ کا مزار طبریہ میں ڈوب گیا تھا۔ اور بعد کی کھدائیوں میں برآمد ہوا ہے۔

قبر کی ہیئت یوں ہے کہ :-

ایک تہ خانے میں تخت بچھا ہوا ہے۔ اوپر حضرت سلیمان

لیٹے ہوئے ہیں۔ خاتم بدستور انگلی میں ہے۔ اور بارہ محافظ ارد گرد

پہرہ دے رہے ہیں۔ (شاس : ص ۵۵۱)

ماخذ :- ۱ : شاس - ص ۵۵۱

۲ : ڈاب - ص ۴۴۱

۳ : قصص - ج ۲، ص ۹۴، ۱۴۸، ۱۷۵

۴ : طراس - ص ۴۰۱

۵ : اعلام - ص ۱۲۱

۶ : بائبل - ۷ : قرآن مقدس

۸ : پیپلز - ص ۱۰۴۳

۱۱۵۔ سَوَاع

قوم نوح کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :-

وَمَكْرُؤًا مَّكَرًا كُبَّارًا وَ
قَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا سَوَاعًا
وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا۔

(نوح : ۲۲-۲۳)

(قوم نوح کے رؤساہ نے سازشیں کیں۔ اور لوگوں سے کہا۔ کہ اپنے خداؤں کو مت چھوڑو۔ اور وُد۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر کی عبادت ترک نہ کرو۔)

یا قوت محموی (معم - ج - ۸ - وُد) لکھتا ہے۔ کہ آل قabil کے پانچ دانشمندوں کا نام :- وُد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھا۔ اتفاقاً یہ کسی و باکی درجہ سے فوت ہو گئے۔ اور ساری قوم غم میں ڈوب گئی۔ اس پر ایک سنگراش نے اُن کے مجھے تیار کیے۔ تاکہ انہیں دیکھ کر لوگ کچھ تسکین حاصل کریں۔ پہلے تو اُن کی تعلیم ہوتی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ عبادت میں بدل گئی۔ جب طوفان نوح عرب کی طرف بڑھا۔ تو یہ بت بھی بہ نکلے۔ اور بحر احمر کے ساحل تک جا پہنچے۔ جب طوفان تھا۔ تو لوگوں نے انہیں ادھر ادھر سے سمیٹ کر جدہ کے قریب جمع کر دیا۔

ایک دفعہ قبیلہ اُزد (میں) کا ایک سردار غزوہ بن لُحی و ماں جان نکلا۔ اپنے ایک جن لازم ابو ثامہ کو حکم دیا۔ کہ وہ ان بتوں کو تہامہ میں پہنچا دے۔ اور پھر حج کے موقع پر اعلان کیا کہ اُسے اشکات کے چند قدیم اصنام ملے ہیں۔ جو قبیلہ اُن کی پرستش کرنا چاہے۔ وہ لے سکتا ہے۔ چنانچہ :-
بنو ثَمَامہ کے رئیس عُوف بن عُذْرہ نے وُد لیا۔ اور اُسے دُومۃ الجندل (شمالی عرب کا سردار مدی قصب) میں جا کر نصب کر دیا۔

سواع تہامہ کے بنو ہذیل کو ملا۔

یعوق کو بنو ہذیل (میں) کا ایک سردار مالک بن مرثد بن جشم اٹھا لایا۔

اور اپنے قبیلہ کی ایک بستی خیوان میں نصب کر دیا۔

نسر بنو حمیر کے معدی کرب کو مل گیا۔ اور

یغوث میں کے ایک قبیلہ بنو مذرج کے حصے میں آیا۔ جس کی عبادت میں

بنو مراد بھی شامل ہو گئے۔

ایک دفعہ بنو مراد نے اس بُت کو بنو مذحج سے چھیننے کے لیے اُن پہ حملہ کر دیا۔ لیکن شکست کھائی۔ یہ جنگ یوم بدر کو ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد نجران کا ایک قبیلہ (بنو عقیف) اس بُت کو چھین کر نجران میں لے گیا۔ (معجم - ج ۸، ص ۵۱۰)

مولانا احمد رضا خان بریلوی اس آیت کے متعلق حاشیے پہ لکھتے ہیں۔ کہ :

❖ وَذِكْرِ بُيُوتٍ يُدْعَىٰ فِيهَا لِلَّهِ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَدْخُلُ فِيهَا الْفَاسِقُونَ۔

❖ سُورَةِ الشُّعَرَاءِ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَدْخُلُ فِيهَا الْفَاسِقُونَ۔

❖ يَنْفُثُ شَيْرٌ فِيهَا خَالِدًا۔

❖ يَبْعَثُ فِيهَا نُفُوسًا خَالِدَةً۔

❖ نُفُوسٌ خَالِدَةٌ فِيهَا۔

(القرآن الحکیم -

ترجمہ مولانا احمد رضا خان - ص ۸۳۱)

۱۱۴۔ سَبِيلَ عَرْمٍ

ملوک سببانے مَآرب کے پاس دو پہاڑیوں کے درمیان ایک بند لگا کر پانی روک لیا تھا۔ جس سے وہ اپنی زمینوں اور باغوں کو سیراب کرتے تھے۔ جب یہ لوگ قیامی میں پڑ گئے۔ تو انھیں سزا دینے کے لیے اللہ نے یہ بند توڑ دیا :-

فَاَعْرَضُوا فَأَنرَسَلْنَا عَلَيْهِم

سَبِيلَ الْعَرْمِ۔ (سبا : ۱۷)

(اُن لوگوں نے ہم سے منہ موڑ لیا۔ اور ہم نے انھیں

سَبِيلَ عَرْمٍ سے تباہ کر دیا۔)

عَرْم جمع ہے عَرْمَہ کی۔ جس کے معنی ہیں :- بند۔ کسی وادی میں دیوار۔ اور شدید بارش (منجد)۔

اہل یمن اس وادی کو، جس میں بند لگایا گیا تھا۔ عَرْم کہتے تھے۔

(ارض - ج ۱، ص ۲۵۴)

یہ وادی کوہ ابلق میں تھی۔ جو مَآرب کے جنوب میں مشرقاً۔ غرباً پھیلا ہوا تھا۔ وادی کا نام اَذْيَنَةُ تھا۔ اس کا بند سلاطین مکارب میں سے کسی نے بنوایا تھا۔ کانس (ص ۴۴۹) میں

اس کا نام لقمانی بن عاد یا عبد شمس سہا تھا۔ لیکن وہاں کے کتبوں میں چند اور ملک کے نام بھی درج ہیں۔ جنہوں نے اس کی تعمیرِ اول یا ثانی یا مرتب میں حصہ لیا تھا۔

ان کتبہات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ بند مکمل تباہی سے پہلے دو دفعہ ٹوٹا تھا :-

اولاً : پانچویں صدی میلادی کے وسط میں ۔ اور

ثانیاً : چھٹی صدی میلادی کے نصفِ اول میں ۔

تعمیر و مرتب میں حصہ لینے والوں کے نام یہ ہیں :-

✽ شیع امر بن

✽ علی بن

✽ سمی علی بن

✽ کرب علی بن

✽ ذمر علی ذریعہ اور

✽ یحییٰ ایل اوتار ۔

(ارض : ج - ۱ ، ص ۲۵۵ ، اور

کانس : ص ۳۴۹)

سید سلیمان ایک یورپی سیاح " آرنالڈ " کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :-

یہ بند ٹوٹا سو فیٹ لمبا اور پچاس فٹ چوڑا تھا۔ اور اس

کی ایک تہائی اب بھی موجود ہے ۔

(ارض : ج - ۱ ، ص ۲۵۵)

لیکن کانس (ص ۳۴۹) میں اس کی لمبائی ۷۰ فٹ ، چوڑائی ساٹھ فٹ دی ہوئی ہے ۔
سید مآرب کے ایک کتبہ کے مطابق ، جو ابتر حصے نے وہاں نصب کیا تھا ۔ سید مآرب
میں آیا تھا ۔ (ارض : ج - ۱ ، ص ۳۱۸)

یا قوت حموی (معجم : ج ۷ ، مآرب) لکھتا ہے کہ سبا ، یمن کا ایک رئیس تھا جس کے
دو بیٹوں کا نام کہلان و حمیر تھا ۔ سید مآرب کے زمانے میں ان کی اولاد یمن پہ حکمران تھی ۔
✽ کہلانی مآرب کے حاکم تھے ۔ اور
✽ حمیری باقی یمن کے ۔

کہلانیوں کا سردار عمرو بن عامر تھا ۔ جو بند ٹوٹنے سے قدرے پہلے مر گیا تھا ۔ اس کے بعد
اس کا بھائی عمران بن عامر منہ نشین ہوا ۔

ایک دن مآرب کی ایک کاہنہ عمران کے ہاں گئی ۔ اور کہنے لگی کہ بہت جلد
ایک سیلاب آ رہا ہے ۔ جس سے مآرب تباہ ہو جائے گا ۔

چونکہ سیلاب کا خطرہ سدِ عزم کی طرف سے ہو سکتا تھا۔ اس لیے عمران اس کے معائنہ کے لیے گیا۔ دیکھا کہ وہاں چٹوڑوں نے جا بجا سوراخ کر دیے ہیں۔ واپس آتے ہی اس نے اپنی قوم کو تو سب کچھ بتا دیا۔ لیکن آلِ حمیر سے بات چھپالی۔ پھر اپنی ساری جائیداد حمیر کے پاس بیچ کر اقارب سمیت تارب سے نکل پڑا۔
ان کی منازل یہ تھیں :-

نام	تعارُف	منزل
عمران بن عمرو بن عامر	تارب کا سردار	نعمان -
جفنہ بن عمرو بن عامر	عمران کا بھائی	شام -
ثعلبہ	عمران کا بھتیجا -	حجاز -
حارثہ ابن ثعلبہ	ثعلبہ کا بیٹا -	مدینہ : ادس و خورج
حارثہ	عمران کا بھائی -	اسی کی اولاد ہیں -
کنندہ - قضاہ	کہلان کی شاخیں	مکہ میں سے جو جرہم کو نکال
غفستان	" " شاخ	کر تا بعض ہو گیا تھا -
نحمر - جذام	" " شاخیں	نجد
		شام
		عراق

دیگر تفصیل کے لیے دیکھیے :- "سبأ" - ۱۱۲

مآخذ :- ۱ : ارض - ج ۱، ص ۲۵۴ - ۳۲۱

۲ : معجم - ج ۱، ص ۱۷۷ "تارب"

۳ : قصص - ج ۲، ص ۱۳۷

۴ : "منجد" عزم

۵ : قرآن حکیم

۱۱۷۔ سَيْنَاءَ (طُور)

قرآن میں سَيْنَاءَ بفتح سین آیا ہے۔ لیکن بکسر سین بھی میسر ہے۔
(جلالین : ص ۲۸۳) :-

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ
تَنْبِتُ بِالْذُّهْنِ وَصِبْغٍ لِلْأَكْلِينَ
(مومنون : ۲۰)

(اللہ طُورِ سَيْنَاءَ سے ایک ایسا درخت (زیتون)

پیدا کرتا ہے۔ جس سے تیل اور کھانے والوں کے لیے
سائی نکلتا ہے۔ یعنی لوگ گھی کی طرح اس تیل کو روٹی کے
ساتھ کھاتے ہیں۔)

سُورَةُ التِّينِ میں طُور کے ساتھ سَيْنِیْن کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

جس کے معنی، جلالین کے مطابق (ص ۵۰۰)، مبارک۔ اور خوش منظر ہیں۔
پیسلز انسائیکلو پیڈیا میں لفظ "سینا" کے تحت لکھا ہے (ص ۱۰۳۵)۔ کہ
یہ لفظ عبرانی زبان کا ہے۔

جس کے معنی ہیں :- خاردار اور کٹی پھٹی زمین۔

ایک اور توجہ یہ ہے کہ یہ "سین" سے ماخوذ ہے۔

جس کے معنی ہیں :- چاند دیوتا۔

چاند کی پرستش پہلے بابل میں ہوتی تھی۔ وہاں سے یہ صحرائے سینا تک پھیل گئی۔ اور
اسی مناسبت سے یہ سینا کہلانے لگا۔

حمیر کے ایک کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ یمن میں بھی چاند

کی پوجا ہوتی تھی۔

سینا کیا ہے ؟ :

آجکل سیناء اس خشک خطہ زمین یا جزیرہ ناکا نام ہے۔ جو خلیج عقبہ اور

خلیج سوئز کے مابین واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۲۴۰ میل اور چوڑائی ۲۰ میل کے قریب ہے۔
لیکن عہدِ موسیٰ میں یہ چار حصوں میں منقسم تھا:-

• نیچے جنوب میں صحرائے سہلی۔

• شمال مغرب میں صحرائے شور۔

• شمال مشرق میں صحرائے زین۔ اور

• اس سے ذرا نیچے صحرائے فاران تھا۔

سینا اُس پہاڑ کا نام بھی تھا۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دس احکام عطا ہوئے تھے۔
یہ پہاڑ ایک بڑے پہاڑ یعنی حوراب کا ایک حصہ تھا۔ حوراب خلیج عقبہ سے دُور تک مغرب میں پھیلا
ہوا تھا۔ اور اس کے دامن میں جا بجا سرسبز ٹیلے تھے۔ جو گرد و نواح کے ہموار میدانوں سے ملے
ہوئے تھے۔ اس کی بلند ترین چوٹی نو ہزار تین سو فٹ تھی۔ یہ تین حصوں میں منقسم تھا:-

اول: شمال مغربی حصہ۔ جس کے شمال میں وادی الشیخ تھی۔ بلندی ۶۷۵۹
فٹ، اور اس کا نام جبل سُرَبِل تھا۔ یہ وسطی حصے (جبلِ موسیٰ) سے
تیس میل مغرب میں تھا۔

دوم: وسطی حصہ۔ جس کے شمال میں وادی الشیخ تھی۔ یہ سینا نیز جبلِ موسیٰ
کے نام سے مشہور تھا۔

سوم: جبلِ موسیٰ کے مشرق میں کوہِ کتھریج کی چوٹی۔ جو ۸۷۰۵ فٹ
اُونچی تھی۔ (ڈاب: ص ۶۵۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا دیدار کہاں ہوا تھا؟
اس کے متعلق مملکات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ:-
کوہِ سُرَبِل پہ ہوا تھا۔

اور بعض جبلِ موسیٰ کی ایک بلند چوٹی کا نام لیتے ہیں۔

لیکن یہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ان پہاڑوں کے دامن میں سوا چھ لاکھ اسرائیلیوں
کو ٹھہرانے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ وہاں ہر طرف چٹانیں اور خاردار پودے تھے۔
اور تورات میں بوضاحت مذکور ہے کہ:-

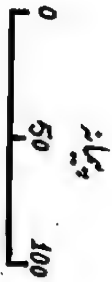
لہ: فاران نام کے دو صحرائے تھے:-

ایک جویرہ نمائے سینا میں تھا۔

اور دوسرا وہ جس میں مکہ واقع ہے۔

لہ: ایک عیسائی عابدہ یا عابد جو یہاں عبادت کرتا رہا۔

عہدِ موسیٰ میں جزیرہ نمائے سینا کی تقسیم



جب حضرت موسیٰ پہ تجلی نازل ہوئی۔ تو اس منظر کو دامن کوہ سے تمام اسرائیلی دیکھ رہے تھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ تجلی ایک ایسے مقام پہ ہوئی ہوگی۔ جس کے دامن میں دور تک ہموار میدان ہو۔ اور یہ مقام جبل موسیٰ کا وہ شمال مغربی حصہ ہی ہو سکتا ہے۔ جس کی بلندی ذرا کم ہے۔ اور جس کے ساتھ سینکڑوں ٹیلے سامنے کے شمالی میدان الرّاحہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہیں ہمکلام ہوا تھا۔ یہیں آپ کو الواح عطا ہوئی تھیں اور اسی کا نام طور سینا ہے۔

مآخذ :-

- ۱ : پیپلز - ص ۱۰۲۵
- ۲ : ڈاب - ص ۶۵۵
- ۳ : جلالین - ص ۵۰۰
- ۴ : قرآن حکیم
- ۵ : بائبل -

ش

۱۱۸۔ الشجرہ

لفظی معنی :- درخت

اس سے مراد وہ درخت ہے۔ جس کے نیچے حضور صلعم نے حد نبیہ میں صحابہ کرام سے بیعت لی تھی۔ عربوں کے ہاں اس درخت کا نام سمرہ تھا۔

بات یوں ہوئی۔ کہ حضور نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس سے حضور کو بے اندازہ مسرت ہوئی۔ اور پندرہ سو صحابہ کو ہمراہ لے کر چھٹے سال ہجری کے ذی القعدہ میں مکہ کو چل دیے۔ اور تمام امور ریاست عبد اللہ بن اُمّ مکتوم کے سپرد کر گئے۔

جب یہ خبر اہل مکہ تک پہنچی۔ تو اُن کے لشکر مکہ کے باہر مقابلہ کے لیے آ گئے۔ حضور صلعم حدود حرم کے قریب چاہ حد نبیہ پہ جا بٹھرے (یہ مقام مکہ سے آٹھ میل دور تھا) اور حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ میں باہی پیغام بھیجا کہ ہم لڑنے کے لیے نہیں، بلکہ عفرہ کے لیے آئے ہیں۔ اس لیے ہمیں مت روکیے۔

جب حضرت عثمانؓ دیر تک واپس نہ آئے اور ہر طرف یہ افواہ پھیل گئی۔ کہ حضرت عثمانؓ کو مکہ والوں نے شہید کر ڈالا ہے۔ تو آپؐ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام صحابہ کو اہم سے جہاد پر بیعت لی۔ یہ خبر مکہ میں پہنچی۔ تو اہل مکہ نے حضرت عثمانؓ کو ہار کر دیا۔ اور ساتھ ہی عرۃ بن مسعود اور سہیل کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ انھوں نے شرائط ذیل پر حضورؐ سے صلح کر لی :-

- ا : کہ جانبین دس سال تک ایک دوسرے پہ حملہ نہیں کریں گے۔
- ب : کہ مسلمانوں کو اگلے سال طواف کی اجازت ہوگی۔
- ج : کہ قبائل عرب کو اہل مکہ یا مسلمانوں کی مدد کرنے کی پوری آزادی ہوگی۔

- د : کہ اگر کوئی قریشی مدینہ میں جا کر مسلمان ہو گیا۔ تو حضورؐ اُس کو لوٹا دیں گے اور اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ میں آ گیا۔ تو قریش اُسے واپس نہیں کریں گے۔

یہ معاہدہ حد نبیہ -

اور وہ تھی بیعت رضوان جو سمرہ درخت کے نیچے لی گئی تھی۔

صنور صلعم حدیبیہ میں بیس یوم رہے۔ اور پھر واپس چل پڑے۔ جب ایک مقام صُنَیْجَان میں پہنچے۔ تو سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ جس میں اس معاہدہ کو فتح کہا گیا۔ اور بیعت کرنے والوں کو اللہ نے اپنی رضا (رضوان) و خوشنودی کی خبر دی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ
إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۚ
(فتح : ۱۸)

(جب مومن درخت کے نیچے تمھارے ہاتھ پہ بیعت کر رہے تھے۔ تو اللہ اُن کے اس عمل سے بہت خوش ہوا۔)
مآخذ :- ۱ : تفسیر - ص ۳۰

۲ : رحمة العالمین - ج ۱ - ص ۲۶۹

۳ : ترجمہ قرآن از احمد رضا خان - ص ۷۲۲

۱۱۹۔ شَعْرَى

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ وَ أَنَّهُ
أَهْلَكَ عَادَإِ الْأُولَىٰ وَ شَمُودَ
فَمَا أَتَىٰ - (نجم : ۲۹-۵۱)

(وہ شعرے ستارے کا رب ہے۔ اُس نے عادِ اولیٰ کو تباہ کیا۔
اور شمود کو بھی باقی نہ چھوڑا۔)
صاحب جلالین لکھتا ہے کہ :-

شعرے بُرْجِ جوزا کے ایک ستارے کا نام ہے۔ جو گرمیوں
میں طلوع ہوتا ہے۔ اور عرب کا ایک قبیلہ "بنو خزاعہ" اس کی عبادت
کیا کرتا تھا۔

(جلالین : ص ۴۳۷)

۱۲۰ - شُعَيْب

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک قبیلے کو قتل کرنے کے بعد مصر سے بھاگ نکلے۔ تو سفر کے دوران مدین کے ایک کوئٹھ پر دم لینے کے لیے رُکے۔ وہاں اُن کی نظر دو لڑکیوں پر پڑی۔ جو اپنے ریوڑ کے ساتھ اس انتظار میں کھڑی تھیں۔ کہ باقی گڈرئیے ہٹیں۔ تو یہ آگے بڑھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی بے بسی پر رحم آگیا۔ آٹھے، کوئٹھیں سے پانی نکال کر اُن کے ریوڑ کو پلایا۔ اور دوبارہ درخت کے نیچے لیٹ گئے۔

کچھ دیر کے بعد ایک لڑکی آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ کہ میرے آبا آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ اُس کے ساتھ ہو لیے اور وہاں جا کر اپنی ساری کہانی اُس کے والد کو سنائی۔ اُس بزرگ نے پہلے اسے ظالموں سے نجات پانے پر مبارک دی اور پھر کہا۔ کہ اگر تم یہاں رہ کر آٹھ سال تک میرے کام کرو گے۔ تو میں اپنی ایک لڑکی تمہارے نکاح میں دے دوں گا۔ جب یہ میعاد گزر گئی۔ تو ایک شام حضرت موسیٰ اپنی زوجہ کو ساتھ لے کر کہیں چل دیئے۔ کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ وادی حوراب کے ایک درخت میں آپ کو آگ نظر آئی۔ اس کے قریب گئے۔ تو آواز آئی :-

اے موسیٰ ! میں تمہارا رب ہوں۔ یہ ایک مقدس وادی ہے جو تمہارے ہم سے کلام کرو۔ ہم نے تمہیں نبوت کے لیے انتخاب کر لیا ہے۔ اس لیے مصر میں جاؤ۔ اور اپنی قوم کو فرعون کی غلامی سے نجات دلاؤ۔

(قصص : ۲۰-۳۲)

ہماری تمام تفسیریں اور تاریخیں اس بات پر متفق ہیں۔ کہ مدین کے اس بزرگ سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام ہیں۔ یہ انہی کی بہشت سالہ تعلیم و تربیت کا اثر تھا۔ کہ موسیٰ منصب نبوت کے قابل بنے۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شہابی سے یکلی دو قدم ہے

(اقبال)

مدین ایک وسیع علاقے کا نام تھا۔ جو خلیج عقبہ کے شرقی کنارے پر پھیلا ہوا تھا۔ اس علاقے کے مرکزی شہر کا نام بھی مدین تھا۔ یہ دراصل حضرت ابراہیمؑ کے ایک فرزند کا نام تھا۔ جو آپ کی ایک بیوی قطورہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ (پیدائش : ۲۵٪) اور اس علاقے میں

آباد ہو گیا تھا۔ یہ حضرت شعیب کی چوتھی پشت میں تھا۔ شعیب بن میکائیل بن یثجر (عزرا) بن مدین بن ابراہیم۔ (الاعلام: ص ۱۲۷)
 حضرت شعیب کی قوم۔ جو مدین اور قریب کے جنگلات (ایکد) میں آباد تھی۔ مشرک اور بددیانت تھی۔ ان کے ہاں لینے کے قول الگ تھے اور دینے کے الگ۔ شعیب علیہ السلام نے انہیں بہتر سمجھایا۔ لیکن یہ نہ مانے۔ اور اللہ نے انہیں ایک زلزلے سے تباہ کر دیا۔

فَاخَذَ لَهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا

فِي دَارِهِمْ جَارِثِينَ۔ (اعراف: ۹۱)

(انہیں بھونچال نے آیا۔ اور صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔)
 بائبل میں شعیب کے دو نام دیئے ہوئے ہیں :-

اول: جتھرو (JETHRO) - دیکھیے :- خروج - ۳/۱

دوہ: رعوایل (REUEL) - ملاحظہ ہو :- گنتی - ۱/۲۹

بعض اسے حوٰباب بھی کہتے ہیں۔ لیکن گنتی (۱/۲۹) کے مطابق حوٰباب رعوایل کا بیٹا تھا۔ جسے حضرت موسیٰ کنعان کے سفر میں مشورے اور رہنمائی کے لیے ساتھ لے گئے تھے۔

حضرت شعیب کی اُس بیٹی کا نام جو حضرت موسیٰ کے نکاح میں آئی تھی۔ صفورہ (ZIPPORAH) تھا۔ اس کے بطن سے دو بچے پیدا ہوئے تھے :-

۱: جَزْثُوْم اور

۲: اَلْيَعْزَر (خروج: ۴-۱)

جب دادی طویٰ میں حضرت موسیٰ کو فرعون کے ہاں جانے کا حکم ملا۔ تو وہ اپنی بیوی بچوں کو حضرت شعیب کے ہاں چھوڑ گئے۔

جب واپسی پر کوہ طور سے الواح لے کر ساتھ کے بیاباں میں خیمہ زن ہوئے تو وہاں حضرت شعیب، صفورہ اور اُس کے بچوں کو ساتھ لے کر آ گئے۔

(خروج: ۱۸/۵)

یہ واقعہ ۱۴۹۱ ق م کا ہے۔ اُس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر اسی برس تھی اور حضرت شعیب کی ایک سو تیس کے قریب۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں چالیس برس رہے تھے۔ (باڈ: ص ۴۸۵) اور جس روز آپ نے لڑکیوں کے ریوڑ کو پانی پلایا تھا۔ ایک لڑکی نے

کہا تھا کہ :

یہاں ریوڑ ہمیں ہی لانا پڑتا ہے۔ کیونکہ :

وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ

ہمارا والد بہت بوڑھا ہو چکا ہے اور وہ یہاں تک نہیں آ سکتا۔
قیاس یہ ہے کہ اُس وقت اُن کی عمر نوے کے قریب ہوگی۔ اور چالیس سال بعد اندازاً
ایک سو تیس سال۔

اُن کی وفات کب ہوئی ؟
تمام تاریخیں بائبل سمیت خاموش ہیں۔

خیال یہی ہے کہ :

طُور سے واپس جانے کے بعد وہ جلد ہی فوت ہو گئے ہوں گے۔

مآخذ :-

۱ : بائبل - خروج - اجار اور گنتی

۲ : عہد بائبل کی کہانی - ص ۲۶

۳ : ڈاٹ - " جھنڈو " اور

" ZIPPORAH "

۴ : کتاب الہدیٰ - ص ۵۰۶

۵ : باڈ - ص ۲۸۵

۶ : قرآن حکیم

۱۲۱ - شہر حرام

لفظی معنی :- عِزَّت والا مہینہ۔

عہدِ رسولؐ میں عرب چار مہینوں کو مقدّس سمجھتے تھے۔ یعنی :-

۱ : ذُو الْقَعْدَةِ ۲ : ذُو الْحِجَّةِ

۳ : مُحَرَّم ۴ : رَجَب

اور ان میں جنگ و جدال کو حرام قرار دیتے تھے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ
إِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ
خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ

حُرْم - (توبہ : ۳۶) .
(اللہ کی کتاب میں، اُس دن سے، جب اللہ نے ارض و سما
کو پیدا کیا تھا۔ مہینوں کی تعداد بارہ رہی ہے۔ ان میں سے
چار حرمت والے ہیں۔)

۱۲۲- شیطان

دیکھیے : ”ابلیس“ شمار - ۵

ص

۱۲۳۔ صابئین

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا
وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا
فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يُخْزَوْنَ۔

(بقرہ : ۶۲)

(مومن ہوں یا یہود، نصاریٰ ہوں یا صابئی۔ ان میں
سے جو بھی خدا و آخرت پہ ایمان لائے کے بعد اچھے کام کرے
گا۔ اُسے اللہ سے اجر ملے گا۔ اور وہ خوف و غم سے محفوظ
رہے گا۔)

صابئی کون تھے ؟

علمائے اس کے مختلف جواب دیے ہیں۔

ایک گروہ کے ہاں یہ عراق کے ان عیسائیوں کا نام تھا۔ جنہوں نے اپنے مذہب میں بعض
یہودی نیز پارسی رسوم و عقائد شامل کر لیے تھے۔ اور حضرت یحییٰ کو حضرت مسیح پہ ترجیح دیتے تھے۔
یہ پہلی صدی میلادی میں ظاہر ہوئے تھے۔ اور ان کے کچھ افراد بعض ممالک میں اب تک موجود ہیں۔
ایک اور گروہ کے ہاں یہ خوزان (شام) کا ایک لاد مذہب فرقہ تھا۔ جو اپنے آپ کو محض اس لیے
صابئی کہتا تھا۔ تاکہ وہ اسلامی سلطنت سے وہی رعایات لے سکے۔ جو یہود و نصاریٰ کو
حاصل تھیں۔ (شاس۔ ص ۷۷)

علامہ شہرستانی کہتے ہیں کہ :

صابئی، صبا سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں :- ایک طرف کو
جھک جانا۔ اور ٹیڑھا ہونا۔ چونکہ یہ لوگ راہِ صداقت کو چھوڑ بیٹھے تھے۔
اس لیے صابئی کے نام سے مشہور ہو گئے۔

(الْمَلَلُ : ج ۲ ، ص ۵)

شہرستانی نے الْمَلَل میں صابئین پر ۳۵ صفحات کا ایک طویل مقالہ لکھا ہے۔
جس کا خلاصہ یہ کہ :-

یہ لوگ رومانی طاقتوں (فرشتے - ارباب) کا احترام عبادت کی حد
تک کیا کرتے تھے۔ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ بندے خدائے مقدس تک،
جو عقل نکل، حتیٰ و قیوم اور عظیم بھی ہے، انہی رومانی طاقتوں کی وساطت سے
پہنچ سکتے ہیں اور اس کی صورت یہ کہ ہم خواہشات کو چلیں۔ گناہوں سے بچیں
اور عبادت سے رُوح کو پاک کر دیں۔ سورج، چاند، ستاروں اور عناصر پر
انہی طاقتوں کی حکومت ہے۔ انہی کی خواہش سے مادہ مختلف صورتیں بدلتا ہے۔
زلزلوں، بحلیوں اور سیلابوں پر انہی کی سلطانی ہے۔ یہ قین نمازیں پڑھتے۔
سُور، کتے، پنوں سے پکڑنے والے پرندوں اور کبوتر کو حرام
سمجھتے تھے۔

چند عباسی خلفائے مامون - العباسیوں اور المصلح نے انہیں مٹانا چاہا۔ لیکن بعض صابئی فضلاء
(جو ان کے درباروں میں تھے) کی سفارش کی وجہ سے ترک ہو گئے۔

(ششاس : ص ۷۷۴)

بغداد کے بیت الحکمت اور عباسی خلفائے درباروں میں متعدد صابئی علماء علمی و طبی خدمات
سرا انجام دیتے رہے۔ ان میں سے قابل ذکر یہ ہیں :-

- ✽ ثابت بن قزح
- ✽ سنان بن ثابت
- ✽ ثابت بن سنان
- ✽ ابراہیم بن سنان
- ✽ ہلال بن المحبت
- ✽ ابراہیم بن ہلال
- ✽ ابواسحاق بن ہلال
- ✽ ابراہیم بن زہرون

✽ ثنابت بن ابراہیم بن زہرون

✽ البستانی

✽ خازن

✽ ابن الوحشیہ

(حکمائے عالم)

قرآن میں صابئہ کا ایک مشہور مقصد تھا۔ جس میں چاند کی پرستش ہوتی تھی۔ اسے مصر کے فاطمیوں نے گرا دیا۔ اور گیارہویں صدی میلادی میں قرآن سے اس فرقے کے آخری آثار مٹ گئے۔ (ثناس : ص ۴۷۷)

یہ صرف دو پیغمبروں پر ایمان رکھتے تھے۔ یعنی :-

✽ ادریس (ہرمس) اور

✽ شیث (عازیمون) - (مطل : ج ۲، ص ۴)

ان کا قبلہ جنوب کی طرف تھا۔ اور ایک روایت کے مطابق یہ دین نوح کے پیرو تھے۔

(ڈاس : ص ۵۵۱)

مآخذ :- ۱ : اَلْمَلِك - ج ۲، ص ۴-۳۹

۲ : ثناس - ص ۴۷۷

۳ : ڈاس - ص ۵۵۱

۴ : قرآن حکیم

۵ : حکمائے عالم

۱۲۴ - صاحب الحوت

دیکھیے :-

۹۹ - "ذَوُ النُّون"

۱۲۵۔ صاحبہ

لفظی معنی :- رسول کا ساتھی۔ مراد ابو بکرؓ۔ ان کا ذکر آیہ ذیل میں ہوا ہے :-

اَلَا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذَا
اٰخَرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِي اَثْنَيْنِ
اِذَا هُمَا فِي الْغَاسِ اِذَا يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ
لَا تَخْزَنِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔

(توبہ : ۴۰)

(اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے۔ تو نہ سہی۔ اللہ نے اُس کی
اُس وقت مدد کی۔ جب کفار نے اُسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اور
وہ دو میں دوسرا تھا۔ جب وہ غارِ ثور میں پناہ گیر ہوئے۔) اور
کسی بات پہ ابو بکر مضطرب ہوئے) تو اپنے رفیق سفر سے کہنے لگے۔
کہ گھبراؤ مت۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔)

ابو بکر عبد اللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب
بن لوی بن غالب بن فہر حضور صلعم سے اندازاً دو سال چھوٹے تھے۔ آپ کی ولادت غالباً ۵۷ھ
میں ہوئی تھی۔ والد نے آپ کا نام عبد الکعب رکھا تھا۔ جسے بعد از بعثت حضورؐ نے عبد اللہ میں بدل دیا
والدہ کا نام اُمّ الخیر سلمیٰ بنت صخر تھا۔ (استیعاب : ج ۱، ص ۲۲۹)

آپ ایک دولت مند تاجر (بزاز) تھے۔ اسلام قبول کرتے وقت آپ کا سراپا چالیس ہزار درہم تھا
آپ نوشہرہ و غواند سے آشنا اور اُنساب کے عالم تھے۔ جاہلیت میں بھی آپ فقراء و مساکین کے
دشگیر، ہمان نواز اور کمزوروں کے مددگار تھے۔ رسالت سے پہلے بھی حضورؐ سے آپ کے تعلقات
نہایت مخلصانہ و برادرانہ تھے۔ یہ ہر روز ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ مردوں میں ابو بکرؓ سب
سے پہلے مسلمان تھے۔ بچوں میں یہ فخر علیؓ کو اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ کو حاصل ہوا۔ آپ کی
اولاد میں سے عبد الرحمن، بدر اور اُمید میں کفار کے ساتھ تھے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ تمام غزوات
میں حضورؐ کے ہمراہ رہے۔ معاہدہ حدیبیہ پر آپ کے دستخط بھی تھے۔ آپ نے حضور صلعم کی
آخری علالت میں فرائض امامت سرانجام دیئے۔

آپ کی پانچ بیویاں تھیں :-

اول : قبیلہ عامر کی قبیلہ بنت عبد العزیٰ - جس سے عبد اللہ و اسماء پیدا ہوئے۔ چونکہ یہ اسلام لانے پہ آمادہ نہیں تھی۔ اس لیے اسے طلاق ہو گئی۔

دوہ : قبیلہ کنانہ کی اُمّ رومان - عائشہ و عبد الرحمن کی ماں۔

سومہ : قبیلہ کلب کی اُمّ بکر - جس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

چہارمہ : قبیلہ خثعم کی اسماء بنت عقیس - جس سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے تھے۔

پنجم : مدینہ میں قبیلہ خزرج کی حبیہ بنت خازمہ جس سے حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد اُمّ کلثوم پیدا ہوئی تھی۔

(دائرة معارف اسلامیہ : ج- ۱، ص ۷۵۰)

خلافت ابوبکر :

آپؐ ۶۳۲ء سے ۶۳۴ء تک دو سال - تین ماہ اور گیارہ دن منہ خلافت پہ متمکن رہے۔ اس عرصے میں آپؐ نے سب سے پہلے اسامہ بن زید کو سرحد شام پر رومیوں کی گوشمالی کے لیے بھیجا پھر جھوٹے نبیوں یعنی یمن کے الا شوزاعی، یمامہ کے مسندہ، قبائل اسد و غطفان کے طلحہ اور تمیم کی کاہنہ سجاح کی سرکوبی کی۔ بعد ازاں زکوٰۃ نہ دینے والے قبائل کے خلاف جوین، ثمان، بحرین اور ساحل قلم مکہ پہلے ہوئے تھے۔ لشکر کشی کی۔ اور ان تمام فتنوں کا سرچند ماہ میں کچل کر ریاست میں امن قائم کر دیا۔

وفات :

آپؐ وفات سے پہلے پندرہ دن بیمار رہے۔ اور ۲۰ یا ۲۲ جمادی الآخرہ ۳۳ھ کو جمعہ یا سوموار یا منگل کے دن اللہ سے جا ملے۔ نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی۔ محلہ میں آپؐ کو حضرت عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ اور عبد الرحمنؓ بن ابوبکرؓ نے اتارا۔ اور حضور صلعم سے بے شمار قرا بتوں کی بنا پر آپؐ حضورؐ ہی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ماخذ :- ۱ : استیعاب - ج- ۱، ص ۳۲۹

۲ : دائرة معارف اسلامیہ - ج- ۱، ص ۷۵۰

۳ : الامامة والسياسة - ج- ۱، ص ۲

۴ : قرآن مقدس

۱۲۶۔ صالح

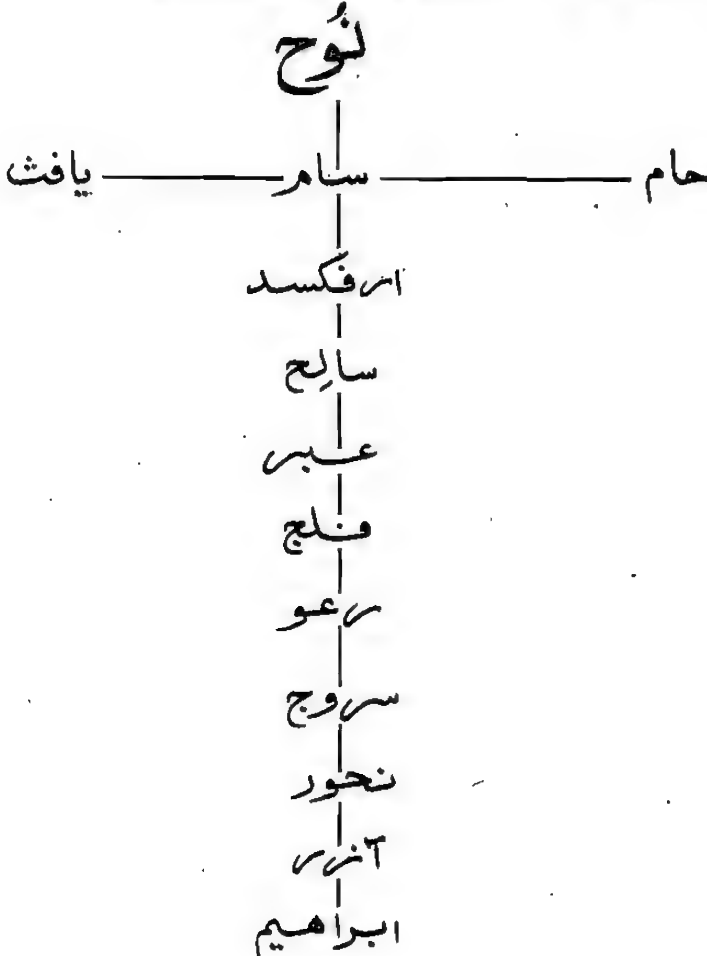
نیز دیکھیے :- ۳۰۔ ”اصحاب الحجر“

اور ۷۹۔ ”ثمود“

حضرت صالح قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ قوم وادی القرئی کے پہاڑوں میں آباد تھی۔ اور انہیں کاٹ کر گھر بناتی تھی۔ یہ پہاڑ اٹالٹ کے نام سے مشہور تھے۔

(منجم : ج ۱۔ ۱)

تورات (پیدائش : ۱۰٪) میں نوح کا نسب نامہ یوں درج ہے :-



یورپ کے ایک محقق بُزیر (BOCHART) کا خیال یہ ہے کہ عرب، عبر کے بیٹے فلج کو صالح کہتے تھے۔ اور ڈ۔ ہربالٹ (D. HERBOLOT) صالح کو صالح سمجھتا ہے۔

(ڈاس : ص ۵۴۲)

ثمود کا زمانہ حضرت ابراہیم (پیدائش : ۱۹۹۴ ق م) سے اندازاً تین سو سال پہلے تھا۔ یہ لوگ بت پرست، بدکار اور آخرت کے منکر تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں راہ راست پر لانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ نہ مانے :

”اللہ کے رسول (صالحؑ) نے اُن سے کہا۔ کہ اللہ کی ناقہ کا خیال رکھو۔ اور اُسے اپنی باری پہ پانی پینے دو۔ لیکن وہ نہ مانے۔ اور ناقہ کو مار ڈالا۔ سو اللہ نے اُن پہ وہ تباہی نازل کی۔ کہ اُن کی بستیاں زمین کے برابر کر دیں۔ اور اللہ کو کسی انتقام کا قطعاً کوئی خوف نہیں ہے۔“ (الشمس : ۱۳-۱۵)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ
فَأَمَّا ثَمُودُ فَاتَّكَمَ بِالطَّاغِيَةِ
وَأَمَّا عَادٌ فَاهْتَكَمُوا بِرِجِّ صَرِيعَاتِيهِ

(الحاقہ : ۴-۶)

(ثمود و عاد نے قیامت کا انکار کر دیا تھا۔ سو ثمود کو ہم نے ایک غوناک چنگھاڑ سے ہلاک کیا۔ اور عاد کو ایک دھارٹی اور گر جتی آدھی سے۔)

مآخذ :- ۱ : قرآن حکیم

۲ : ڈاس - ص ۵۴۲

۳ : شاس - ص ۴۹۹

۴ : کتاب الہدی - ج ۲، ص ۳۴۵

۱۲۷- صُحُفِ اُولٰی

سورۃ اَلْاَعْلٰی کی آخری آیات یہ ہیں :-

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ بَلْ تُؤَثِّرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ حَٰئِرٌ وَّ اَلْبَقٰی اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُولٰی صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوسٰی-

(اعلیٰ : ۱۴-۱۹)

(وہ شخص جیت گیا۔ جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔ اللہ کو یاد کرتا رہا۔ اور نماز کا پابند بن گیا۔ لیکن تم (ان باتوں کو چھوڑ کر) حیاتِ دُنیا کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ حیاتِ اُخروی اس سے بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ یہ باتیں پہلے صحیفوں میں بھی تھیں۔ یعنی ابراہیم و موسیٰ کے صحائف میں۔)

ان آیات میں دو صحائف کا ذکر ہوا ہے :-

۱ : صحیفۂ ابراہیم - اور

۲ : صحیفۂ موسیٰ کا۔

آخر الذکر کی تو پانچ کتابیں موجود ہیں۔ (دیکھیے : ۷۵- توراۃ) لیکن صحیفۂ ابراہیم کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ البتہ قرآن میں ابراہیم علیہ السلام کے کہنے ہی اقوال منقول ہیں۔ مثلاً :-
انھوں نے مکہ کی آسودگی و خوشحالی، اپنی اولاد کے لیے اسلام اور آلِ اسماعیل سے ایک رسول پیدا کرنے کی دعا مانگی تھی۔

(بقرہ : ۱۲۶-۱۲۹)

اپنی اولاد کو اسلام پر متاثر رہنے کی وصیت کی تھی۔

(بقرہ : ۱۳۲)

نمرود سے مناظرہ کرتے وقت کہا تھا۔ کہ اللہ سورج کو مشرق سے

نکال کر مغرب کی طرف لے جاتا ہے۔ تو ذرا اس کے اُلٹ کر دکھا۔ نیز کہا تھا۔ کہ موت و حیات اللہ کے اختیار میں ہے۔

(بقرہ : ۲۵۸)

☆ اپنے والد آزر کو بت پرستی سے روکا تھا۔ غروب ہونے والی اشیاء

کی اور بیت سے انکار کیا تھا۔ (انعام : ۷۵-۸۵)

☆ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے پابندیِ صلوٰۃ۔ اپنے والدین اور اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی۔

(ابراہیم : ۴۱)

☆ اہل بابل کے بت توڑ کر انھیں خدا کے واحد کی پرستش کی طرف

بلا یا تھا۔ (انبیاء : ۵۱-۷۰)

☆ اور اللہ سے اشارہ پا کر بیٹے کی گردن پہ پھری رکھ دی تھی۔

(صافات : ۱۰۲-۱۰۷)

ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں صحیفہ ابراہیم میں بھی موجود ہوں گی۔ ایک مقام پہ اللہ نے صحیفہ ابراہیم کی تعلیمات پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے :-

”کیا اُسے علم نہیں کہ ابراہیمؑ دھوئے کے صحیفوں میں کیا لکھا ہے؟ وہاں درج ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ کہ انسان کو مرث اُس کی کوشش کا پھل ملے گا۔ اُس کی کوشش کا پورا جائزہ لینے کے بعد اُسے پوری جزا ملے گی۔ کہ حیاتِ انسانی کی آخری منزل اللہ ہے۔ وہی جو ہنساتا اور رلاتا۔ مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ جس نے نطفہ سے زود مادہ کے جوڑے پیدا کیے۔ جو موت کے بعد پھر زندہ کرے گا۔ جو کسی کو دولت اور کسی کو قناعت دیتا ہے۔ جو بشری ستارے کا مالک ہے۔ جس نے عادِ اولیٰ، ثمود اور قوم نوح کو اس لیے تباہ کیا تھا۔ کہ وہ لوگ ظالم و سرکش تھے۔ نیز قومِ لوط کی بسلیاں اٹا دی تھیں۔“

(النجم : ۳۴-۵۲)

علامہ شہرستانی فرماتے ہیں :-

فَبَيِّنَ اِنَّ الَّذِي اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

النَّحْفُ هُوَ الَّذِي اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

هَذِهِ السُّورَةُ - (الملل : ج- ۱، ص ۲۳۰)

(ظاہر ہے کہ ابراہیم دسویں کے صحیفوں میں دہی کچ ہے۔
جو سورہ اعلیٰ (نیز دیگر سورتوں) میں بیان ہوا ہے۔)

مأخذ : ۱ : قرآن حکیم

۲ : الملل - ج- ۱، ص ۲۳۰

۱۲۸ - الصَّخْرَةُ

سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ درج ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے ایک خادم کے ہمراہ کسی سفر پر روانہ ہوئے۔ اور کہنے لگے :-

..... لَا أَبْرَحَ حَتَّىٰ أَبْلُغَ

فَجَمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضَىٰ حُقْبًا - فَلَمَّا

بَلَغَا فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا نَسِيًا حَوَتْهُمَا

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا -

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ إِنِّي

غَدَاءٌ نَأْ لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا

نَصْبًا - قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى

الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحَوْتَ وَمَا

أَنْسِيَهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ

وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا

(کھف : ۴۰-۴۳)

(کہ میں دوسندروں کے مقام اتصال تک پہنچنے کے لیے مسلسل چلتا رہوں گا۔ خواہ اس پر کئی برس لگ جائیں۔ جب یہ اُس مقام پہ پہنچے۔ تو اپنی پھلی بھول گئے۔ اور وہ ایک سُرنگ سی بنا کر سمندر میں چلی گئی۔ جب یہ آگے نکل گئے۔ تو حضرت موسیٰ خادم سے کہنے لگے۔ کہ لاؤ ناشتہ۔ آج ہم بہت تھک گئے ہیں۔ وہ بولا۔ کہ دیکھیے۔ جب ہم فلاں چٹان کے پاس ٹھہرے۔ تو مجھے پھلی کا خیال نہ رہا۔ شیطان نے اُسے میرے ذہن سے نکال دیا۔ اور وہ بڑے عجیب طریقے سے سرک کر سمندر میں چلی گئی۔)

اس آیت میں تین باتیں حل طلب ہیں :-

اول : خادم کون تھا ؟

مفسرین نے اس سوال کا ایک ہی جواب دیا ہے۔ کہ اس سے مراد حضرت یوشع ہیں۔ جو مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ آئے تھے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین بنے تھے۔ آپ حضرت یوسفؑ کی پشت سے تھے :-

يُوشَعَ بْنِ نُونٍ ابْنُ اَلْيَسَعَ بْنِ عَمِي هُودَ بْنِ لُحَدَانَ
بَنِي نَحْمَنْ بَنِي تَلَحٍ بَنِي رَفِيحٍ بَنِي بَرِيحٍ بَنِي اِفْرَاطِيمَ بَنِي يُوْسُفَ
بَنِي يَعْقُوبَ -

(۱- توارخ : ۲۰-۲۷)

دوہ : یہ کس زمانے کا واقعہ ہے ؟

اگر خادم سے مراد حضرت یوشع ہیں۔ جو مصر سے آئے تھے اور چالیس برس تک صحرائے تیہ میں حضرت موسیٰ کے ساتھ رہے تھے۔ تو پھر یہ واقعہ صحرائے تیہ کے زمانہ قیام میں پیش آیا ہوگا۔ یہاں یہ ذکر نامناسب نہیں۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے۔ آپ نے ابتدائی چالیس برس مصر میں، اگلے چالیس برس صحرائے تیہ میں اور آخری چالیس برس صحرائے تیہ

میں گزارے۔ (باڈ : ص ۴۸۵)

سومر : مجمع البحرین سے مراد کیا ہے ؟

اس کا ایک جواب تو وہ ہے۔ جو صاحب جلالین نے دیا ہے۔
فرماتے ہیں کہ :

مجمع البحرین سے مراد بحر روم اور بحر ایران کا مقام اتصال ہے۔
جغرافیہ کا ہر طالب العلم جانتا ہے کہ بحر روم افریقہ و یورپ کے درمیان
واقع ہے۔ اور بحر ایران، ایران و عرب کے درمیان۔ ان دونوں میں آٹھ سو میل
کی خطی فاصل ہے۔ اور یہ آج تک کبھی جمع نہیں ہوئے۔ اور نہ آئندہ کوئی
امکان ہے۔

علشیہ پہ صاحب کما لکین لکھتے ہیں کہ :

ممکن ہے۔ اس سے مراد دریائے جاردون اور بحیرہ قلزم کا
مقام اتصال ہو۔

اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں :-

اول : کہ بحر کا اطلاق دریا پہ نہیں بلکہ سمندر پہ ہوتا ہے اور دریا کے نیلے
تین الگ لفظ موجود ہیں :-

۱ : نہم ۲ : وادی، اور ۳ : نہر

دوسرا اعتراض یہ کہ :-

دریائے جاردون شمال سے آتا اور بحیرہ مردار میں جذب ہو جاتا ہے

یہ از ابتداء تا انتہا بحیرہ قلزم سے تیس تا پچاس میل دور بہتا ہے۔

یا قوت حموی (معجم : ج ۵ "معجزہ") لکھتا ہے کہ جن چٹان کے پاس ٹھیل کے سر کرنے کا واقعہ
پیش آیا تھا۔ وہ شیروان میں تھی۔ شیروان رومی آذربائیجان کے شمال اور بحیرہ خزر کے مغرب میں
ایک علاقہ نیز شہر ہے۔ اس کے مشرق میں کچھ دور صرف ایک سمندر (خزر) ہے۔ دوسرا کہیں نظر
نہیں آتا۔ علاوہ ازیں یہ مقام مدین یا صحرائے تہہ سے اندازاً بارہ سو میل دور ہے۔ راستے نہایت
دشوار گزار۔ حضرت موسیٰ کو کیا پڑی تھی کہ وہ سو اچھ لاکھ اسرائیلیوں کو تہہ میں چھوڑ کر خود بارہ سو
میل مشرق میں نکل جائیں۔

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا۔ جب آپ مدین میں حضرت شیب کے
پاس مقیم تھے۔ یہاں آپ کا عرصہ قیام پچاس برس تھا۔ اور مجمع البحرین سے مراد طبع عقبہ کا وہ

حصہ ہے۔ جہاں یہ علیحدہ بحیرہ قلزم میں شامل ہوتی ہے۔ یہ مقام مدین سے ۲۰/۳۰ میل جنوب میں تھا۔ مدین علیحدہ عقبہ کے دونوں کناروں پر واقع تھا۔ اور کوہ حوراب کا شرقی حصہ بھی مدین میں شامل تھا۔

حضرت موسیٰ کو کسی نے بتایا ہو گا۔ کہ مجمع البحرین کے پاس (کوہ طور کے جنوب میں) کوئی خدارسیدہ انسان رہتا ہے۔ چنانچہ یہ کسی خادم کو ساتھ لے کر اُس کی زیارت کو چل دیے۔ اور پھر کشتی بمسکین و جان پاک و دیوار قیم کے واقعات پر پیش آئے۔ ایک اور امکان یہ ہے کہ :-

حضرت موسیٰ قیام طور کے دوران وہاں گئے ہوں۔ کیوں کہ طور سے یہ مقام بہت قریب تھا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ :-

صحرائے تیہ سے گئے ہوں۔

اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں :-

اول : کہ کوہ طور کی مقدس انواع اور صحرائے تیہ کی مقتول شریعت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کسی عابد و عارف سے مزید ہدایات لینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

دوہر : تیہ سے یہ مقام اڑھائی سو میل دور تھا۔ اور راستہ ریگستانوں اور پہاڑوں سے گذرتا تھا۔ تیہ میں خیمہ اندازی کے وقت حضرت موسیٰ کی عمر اکاسی برس کی تھی۔ اکاسی برس کے ایک پیر ناتواں میں یہ ہمت کہاں۔ کہ وہ پانچ سو میل کا سفر کرے۔ اور سو اچھ لاکھ اسرائیلیوں کو ۸۰/۹۰ دن کے لیے تنہا چھوڑ جائے۔

آپ قصۂ طور پر صرف چالیس روز کے لیے گئے تھے۔ اور بعد میں یہ لوگ پھر طے کی پوجا کرنے لگے تھے۔ اگر انہیں ۸۰/۹۰ دن بل جاتے تو نہ جانے کیا کر گذرتے۔

ماخذ :- ۱ : معجم - ج ۵ "صحرو"

۲ : باڈ - ص ۸۵

۳ : جلالین - ص ۲۲۶

۴ : بائبل -

۵ : قرآن حکیم

۱۲۹۔ صفا و مَرَوَۃ

طوافِ کعبہ کے بعد ایک حاجی بابُ الصفا سے نکل کر صفا و مروہ کے درمیان سات دوڑیں لگاتا یا تیز تیز چلتا ہے۔ اور اس طرح ہاجرہ و اسماعیل کے ایک تاریخی واقعہ کو عملہ دہراتا ہے۔ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ جب حضرت ابراہیم ہاجرہ و اسماعیل کو فاران کے ویرانے میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ تو اسماعیل کو اتنی پیاس لگی۔ کہ وہ اڑیاں رگڑنے لگے۔ ہاجرہ مضطرب ہو کر پانی کی تلاش میں نکلی۔ قریب کی دو پہاڑیوں پر سات سات مرتبہ پڑھی۔ کہ شاید کہیں کوئی چشمہ یا مسافر نظر آ جائے۔ لیکن ناکام رہی۔ مایوسی کے اس عالم میں اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور اسماعیل کی اڑیوں کے نیچے سے پانی اُبل پڑا۔ یہ چشمہ آج بھی موجود ہے اور چاہِ زُم زُم کہلاتا ہے۔ یہ دونوں پہاڑیاں کعبہ سے کوئی ایک فرلانگ مشرق کی طرف ہیں۔

♣ شمالی مَرَوَۃ ہے۔ اور

♣ جنوبی صفا۔

ماخذ :-

۱ : شمس - ص ۸۷

۲ : قرآن حکیم

۱۳۰۔ صلوات

قرآن میں ہے :-

وَلَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَّهَدَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ
وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا
اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا۔ (حج : ۴۰)

(اگر اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے نہ روکتا، تو تمام خانقاہیں، گرجے، یہود کی عبادت گاہیں اور مسجدیں،

جہاں اللہ کا بہت ذکر ہوتا ہے۔ تباہ ہو جاتیں)
صَوَامِع: وہ خانقاہیں (یا حجرے) جن میں ایک راہب تنہا یا کسی
ایک آدمہ ساتھی کے ساتھ عبادت کرتا ہے۔

واحد: صَوَامِعَہ۔

بَيْع: گرجے۔ واحد: بَيْعَہ
صَلَوَات: یہودی عبادت گاہیں۔ واحد: صَلَوة

مَأْخَذ: - ۱: جہاں سے۔ ص ۲۸۱

۲: مفتی الارب۔

۳: منہج۔

۱۳۱۔ صوامع

صومعہ کی جمع۔ مراد: وہ خانقاہیں یا حجرے جن میں عیسائی راہب تنہا یا ایک آدمہ
ساتھی کے ساتھ عبادت کیا کرتا تھا۔

(مفتی - ج ۱ - صومعہ)

ض

۱۳۲۔ ضعیف ابراہیم

لفظ ضعیف کے معنی ہیں :- مہمان - یہ مفرد ہے - لیکن جمع و مفرد دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے - قرآن میں مہمانانِ ابراہیم کی کہانی دو جگہ بیان ہوئی ہے - سورہ حجر اور پھر الذاریات میں - جس کا خلاصہ یہ - کہ :-

ایک مرتبہ تین فرشتے نو عمر لڑکوں کی ہیئت میں حضرت ابراہیمؑ کے ہاں فرود کُش ہوئے - جب آپ نے اُن کے سامنے پھڑپھڑے کا بھنا ہوا گوشت رکھا - اور اُنہوں نے کوئی توجہ نہ دی - تو آپ کو اُن سے خوف آنے لگا - وہ بھانپ گئے - اور کہنے لگے - کہ ہم فرشتے ہیں - اور دو باتیں بتانے آئے ہیں :-

اول - کہ آپ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا -
دوم - کہ جلد گوط کی بستیاں زیرِ وزر ہو جائیں گی -
بچے کی بشارت سن کر حضرت سارہ کو سخت حیرت ہوئی اور کہنے لگیں کہ میں بالکل بھول اور میرا شوہر سو برس کا ضعیف - یہ کیسے ممکن ہے ؟
فرمایا - اللہ ہر بات پہ قادر ہے -

باقی تفصیل ۴ - " ابراہیم "

اور ۲۳ - " اسحاق " کے تحت دیکھیے -

ط

۱۳۳- طاعوت

یہ لفظ قرآن میں سات مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اس کا مادہ ”طغی“ ہے۔ جس کا مفہوم ہے :-
بغاوت - سرکشی اور نافرمانی -
طاعوت کے معنی ہیں :- سرکش - اللہ کا باغی - گمراہ - بُت اور شیطان -

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاءُ هُمُ الطَّاعُوتُ
يُخْرِجُونَهُم مِّنَ التَّوْرِ إِلَى الظُّلُمَاتِ -

(بقرہ : ۲۵۷)

(کافروں کی دوستی شیطانوں سے ہے۔ یہ انہیں روشنی سے
نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔)
شیطانوں کے متعلق دیگر تفصیل ۵۔ ”ابلیس“ کے تحت دیکھیے۔

۱۳۴- طاووت (نیز دیکھیے ۸۰- طاووت)

اسرائیل کا پہلا بادشاہ، جس کا انتخاب حضرت یسویٰ کی وساطت سے خود اللہ نے کیا تھا۔
(بقرہ : ۲۴۵) دراز قد - قوی - محبت مند - بہادر - صاحب علم اور خوش صورت طاووت بیت لحم کے
قریب ایک وادی پر یقام کارہنے والا تھا۔ اس کے والد کا نام قیش بن ایل بن ضرور بن بکورت
بن آریغ تھا۔ وہ اپنے قبیلے بن یمن کا ایک فارغ البال اور متمول رئیس تھا۔ اس کے پاس گدھوں
کی بھی خاصی تعداد تھی۔ ایک دن کچھ گدھے پہاڑوں میں پھٹک گئے۔ قیش نے طاووت کو ایک ٹوکڑے
ساتھ ان کی تلاش کے لیے بھیجا۔ یہ چلتے چلتے یسویٰ نبی کے گاؤں میں جا نکلے۔ نبی نے انہیں خوش
آمدید کہا۔ بڑی خاطر ملاقات کی۔ رات کو اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ اور صبح کو اُس کے سر پر مقدس تیل
ڈالی کر کہا۔ کہ تم بہت جلد بادشاہ بن جاؤ گے۔ چند روز بعد، جب قبائل اسرائیل نے ایک بادشاہ کا

مطالبہ کیا۔ تو سیموئل نبی نے روسائے قبائل کی اکٹھی میٹنگ بلائی۔ اور قرعہ ڈالا۔ طاووت کا نام نکلا۔ جس پر لوگوں نے "شاہ زندہ باد" کا پہلی دفعہ نعرہ لگایا اور یہ نعرہ آج تک چل رہا ہے۔ (۱- سیموئل ۴/۱)۔ اس نے بادشاہ بننے کے بعد سب سے پہلے اس فلسطینی ریاست کی خبر لی۔ جو بحر روم کے شرقی ساحل پر قائم تھی۔ اور جس کے بادشاہ بار بار کنعان پر حملے کرتے تھے۔ اس کے بعد دیگر ریاستوں مثلاً: ایڈوم، موآب، عمان اور عمالقہ پر حملہ کیا۔ کچھ عرصے کے بعد طاووت نے سیموئل کو ناراض کر لیا۔ اور وہ طاووت سے الگ ہو گئے۔ اُن کا جانا تھا۔ کہ طاووت پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سب سے پہلے وہ ایک رُوح بد کے پنجے میں پھنس گیا۔ جو نہ صرف اُسے بار بار یاگل بنا دیتی۔ بلکہ اس کا گلا ٹمک داب لیتی۔ اس مصیبت سے نجات پانے کے لیے کسی طبیب نے علاج موسیقی تجویز کیا۔ اُس زمانے میں حضرت داؤد علیہ السلام نے انھیں بلایا۔ اور اُن کی موسیقی سے اُسے شفا ہو گئی۔ لیکن صحابہ فلسطینی پھر ریاست اسرائیل پر چڑھ آئے۔ اور مظالم ڈھانے لگے۔ اس جنگ میں طاووت کے مین بیٹے مارے گئے۔ خود زخمی ہوا۔ اور خود کشی کر لی۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ :

اسی نے ایک عملیتی سپاہی کو گریہ وزاری سے مجبور کیا۔ کہ وہ اسے قتل کر ڈالے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ واقعہ ۱۰۵۵ ق م میں پیش آیا تھا۔ اس کے بعد لوگوں نے حضرت داؤد کو بادشاہ بنالیا اور آپ نے ۱۰۱۵ ق م تک حکومت کی۔

ماخذ :- ۱ : بائبل

۲ : قرآن حکیم

۳ : ڈاب - ص ۴۱۳

۱۳۵- طوئی

کوہ حوراب، جس کی ایک چوٹی کا نام طوڑ ہے۔ غلیج عقبہ و قلمزم کے درمیان شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ اس کا مشرقی دامن مذین کا ایک حصہ تھا۔ انہی دامنوں اور ان کی وادیوں میں حضرت موسیٰ اپنے خسر حضرت شعیب کے ریوڑ چرایا کرتے تھے۔

موسیٰ اپنے خسر یعقوب (شعیب) کی، جو مذین کا کاہن تھا۔

بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن وہ بھیڑ بکریوں کو ہانکتا ہوا بیابان کی پہلی طرف سے خدا کے پہاڑ حوراب کے نزدیک لے گیا۔ وہاں خداوند

کا ایک فرشتہ ایک جھاڑی سے آگ کی صورت میں اُس پر
 نازل ہوا۔ وہ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک جھاڑی میں آگ لگی ہوئی
 ہے۔ اور وہ جھاڑی مجسم نہیں ہوتی..... تب خدا
 نے اُسے جھاڑی میں سے پکارا اور کہا کہ :
 اے موسیٰ..... پاؤں سے جوتا اتار
 کہ جس جگہ تو کھڑا ہے۔ وہ مقدس زمین ہے۔“

(خروج : ۳-۱۱)

یہ آگ والی جھاڑی وادی طویٰ میں تھی۔
 قرآن اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے :-
 ”کیا تمہیں مونے کی وہ کہانی معلوم ہے ؟ جب اُس نے
 آگ دیکھ کر اپنی بی بی سے کہا تھا۔ کہ تم ذرا یہیں ٹھہرو۔
 مجھے آگ نظر آرہی ہے۔ شاید میں تمہارے لیے کوئی دھنکا
 ہوا کوئلہ لے آؤں۔ یا وہاں مجھے کوئی راستہ بتانے والا
 مل جائے۔ جب وہ آگ کے قریب گیا۔ تو آواز آئی :
 اے مونے ! میں تمہارا رب ہوں۔ جوتے اتارو۔
 کہ تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔“

(طہ : ۱۰-۱۲)

ایک اور مقام پر ہے :-
 ”جب موسیٰ آگ کے قریب گیا۔ تو اُسے اس مقدس
 خطے میں ایک درخت سے جو وادی کے دائیں کنارے پہ تھا،
 آواز آئی۔ کہ :
 اے موسیٰ ! میں اللہ ہوں۔ سارے جہانوں
 کا رب !
 (قصص : ۳۰)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ :
 حضرت مونے اپنی اہلیہ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ
 شام کے وقت یہ واقعہ پیش آیا۔

اور بائبل کہتی ہے کہ :

اُس وقت آپ ریورڈ چرارہے تھے۔

چونکہ بائبل کی تمام تاریخی و سوانحی تحریریں انسانی قلم کا نتیجہ ہیں اور قرآن سرتا پا الہام ہے۔ اس لیے قرآن حکیم ہی کا بیان قابل تسلیم ہے۔

مآخذ :- ۱ : بائبل (خروج ۱-۳)

۲ : قرآن حکیم

۱۳۶- طور

(دیکھیے : ۱۱۷- سینا)

ظ

۱۳۷۔ الظِّلَّةُ

قرآن میں ہے کہ :
جب قوم شعیب نے حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا۔ تو :
فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظِّلَّةِ اِنَّهٗ
كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۔

(شُعْرَاء : ۱۸۹)

(انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے آ لیا۔ اور
وہ ایک بڑے دن کا عذاب تھا۔)
تو ایوں کہ :

ہوا بند ہو گئی۔ اور گرمی کی شدت میں اس قدر امانہ ہوا۔
کہ لوگوں کو کہیں چین نہ ملتا۔ نہ سطح زمین پر نہ تر خانوں میں۔ سات
دن کے بعد سیاہ بادل کا ایک ٹکڑا اُن کی بستیوں کی طرف بڑھا۔
لوگ ٹھنڈک کی خاطر اُس کے سایہ میں جمع ہو گئے۔ پہلے وہ گر جا، پھر
اُس سے آگ برسنے لگی اور سب تباہ ہو گئے ۔

(جلالین : ص ۲۱۳)

عربوں میں یہ دن یوم الظِّلَّة کے نام سے مشہور رہا ہے۔

ع

۱۳۸- عاد

عرب کی ایک قدیم قوم، جسے موزنیں نے دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے :-
 * عادِ اَوَّلٰی :

جس کا زمانہ اندازاً ۲۵۰۰ ق م سے ۱۵۰۰ ق م تک تھا۔ اور

* عادِ ثانیہ (ثمود) :

جس کا عہد ۱۵۰۰ (یا ۱۲۰۰) ق م سے اندازاً ۷۰۰ ق م تک تھا۔

تفصیل کے لیے دیکھیے :-

۲۱- ”اِزْمِ ذَاتِ الْعِمَادِ“

اور ۷۹- ”ثمود“

۱۳۹- عِبَادٌ مِّنْ عِبَادِنَا۔

ہم عزراں ۱۲۸- ”الصَّخْرَةَ“ کے تحت لکھ چکے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک سفر پر روانہ ہوئے۔ تو راہ میں ایک چٹان کے پاس غادہم موسیٰ کی ٹھپلی سمندر میں سرک گئی۔ جب غادہم نے یہ واقعہ حضرت موسیٰ کو بتایا۔ تو آپ نے فرمایا:-

قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَأَرْتَدَّا

عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا۔ فَوَجَدَا عَبْدًا

مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ سَرْحَمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔

(کھف : ۴۴-۴۵)

(یہی تو ہماری منزل مقصود تھی۔ چنانچہ وہ اپنے نشانات پا
پے واپس چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو ہمارا ایک ایسا بندہ دیکھا۔ جسے
ہم نے اپنی رحمت اور خاص علم سے نواز رکھا تھا۔)
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کچھ سیکھنے کی استدعا کی۔ تو اس نے کہا۔ کہ تم میرے
علم کا وصلہ و ظرف نہیں رکھتے۔
جب موسیٰ علیہ السلام نے امرار کیا۔ تو وہ موسیٰ کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ اور اُس کے بعد
”کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم“ کے تین واقعات پیش آئے۔
صاحب جلالین صحیح بخاری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ حضرت موسیٰ
(جلالین : ص ۲۴۷)

۱۴۰۔ عجوز (زوجہ لوط)

قرآن حکیم میں یہ لفظ چار مرتبہ آیا ہے۔ دو دفعہ حضرت سارہ (زوجہ ابراہیم) کے لیے اور
دو دفعہ حضرت لوط کی بیوی کے لیے۔

وَإِنَّ لُوطًا لِّمَنِ الْمُرْسَلِينَ
إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ إِلَّا عَجُوزًا
فِي الْغَابِرِينَ۔
(صافات : ۱۳۳-۱۳۵)

(بے شک لوط ہمارا رسول تھا۔ ہم نے اُسے اور اُس کے
اہل و عیال کو عذاب سے بچا لیا۔ لیکن ایک بڑھیا (اُن کی زوجہ)
اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے پیچھے رہ گئی اور تباہ ہو گئی۔)
”تب خداوند نے سدوم اور عموره پر گدھک اور آگ
برساتی اور اُس نے اُن شہروں، اُن کے باشندوں اور اُس سب کچھ
کو جو زمین سے اُٹھا تھا تباہ کر دیا اور اُس کی بیوی
نک کا ایک ستون بن گئی۔“
(پیدائش : ۲۴۷-۱۹)

طبری لکھتا ہے (بحوالہ شاس : ص ۲۹۰) کہ :-

اس کا نام واعلہ ہلسا کا تھا۔

ماخذ :- ۱ : بائبل

۲ : قرآن شریف

۳ : شاس - ص ۲۹۰

۱۲۱۔ عبری (لسان)

وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مَبِينٌ

(نحل : ۱۰۳)

(اور یہ (قرآن کی زبان) روشن عربی زبان ہے)

عربی زبان کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی ؟

مختلف علماء نے اس سوال کے مختلف جواب دیے ہیں۔ ہشام کلبی کی رائے یہ ہے۔ کہ عربی خط کے مؤجد چھ افراد تھے۔ یعنی :-

۱ : ابو جاد ۲ : ہواز

۳ : حطی ۴ : کلمون

۵ : صحفص ۶ : قریسات

یہ عرب تھے۔ جو مدین میں آباد ہو گئے تھے۔ اور یوم الظلّہ (شمار : ۱۳۷) کی زد میں آ گئے تھے۔

ابن عباسؓ (۶۸ھ) کی رائے یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے عربی لکھنے والے قبیلہ بولان (انبار - عراق) کے تین آدمی تھے۔ یعنی :-

۱ : مرمر بن مڑہ

۲ : عامر بن جدرہ

۳ : اسلم بن سدرہ اور

عام عربوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضرت اسماعیلؑ (تقریباً ۲۰۰۰ ق م) کی زبان عربی تھی۔ نیز

۱۔ المنذر ہشام بن محمد بن ماسک الکلبی (۲۰۶ھ) انساب و اخبار کا عالم،

بلند پایہ مؤرخ اور پورے دو سو کتابوں کا مصنف تھا۔

قدیم عرب قبائل مثلاً طسم - جدیس اور عادِ اُولی (۲۵۰۰-۱۵۰۰ ق م) بھی عربی بولتے تھے۔

(ابن ندیم : الفہرست - ص ۱۲)

صاحب فقہ اللسان اپنی کتاب کے مقدمہ (ص ۳) میں جلائل ثابت کرتے ہیں کہ عربی یا تو سامی زبانوں یعنی عبرانی - آرامی - فنیقی - اشوری وغیرہ کی ماں بھتی اور یا کسی مجہول الاسم ماں کی پہلی بیٹی۔

پروفیسر نکلسن کی "تاریخ ادبِ عربی" نیز انسائیکلو پیڈیا برطانیکا میں "سامی زبانیں" اور انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں عنوان "عربیتہ" کے تحت عربی زبان پر طویل اور مفصل مقالات ملتے ہیں۔ جن کی بعض تفصیل ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔ لیکن بعض میں وہ متفق ہیں۔

آخر الذکر کا مفصل یہ کہ عربی، سامی زبانوں میں سے ایک ہے۔ ان زبانوں میں قدیم ترین عبرانی تھی۔ جو ۱۶۰۰ ق م سے ولادتِ مسیح تک عرب کے بعض حصوں میں رائج رہی۔ پھر جنوبی عربی جس کے متعلق کتبات بتاتے ہیں کہ یہ مسیح سے آٹھ سو سال پہلے بھی استعمال ہو رہی تھی۔ یہی کیفیت فنیقی و آرامی زبانوں کی تھی۔

تفہیم کی خاطر ہم عربی کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں :-

- ۱ : قدیم عربی
- ۲ : کلاسیکی عربی - اور
- ۳ : موجودہ عربی

قدیم عربی :

اس سے مراد وہ عربی ہے۔ جو حضرت اسماعیلؑ کے سسرال بنو جرہم نیز طسم - جدیس اور عادِ اُولی بولتے تھے۔

کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ پہلے گذرے تھے، کی عبرانی کتاب (بائبل میں شامل) میں عربی کے الفاظ کثرت سے تھے۔

دشقی اور حلب کے نواح سے یورپ کے ایک مستشرق T.H. ROSMARIN کو عربی کے کچھ ایسے کتبات ملے ہیں۔ جن کا تعلق ۸۵۳ - ۶۲۶ ق م سے تھا۔ اور جن پر اشوری اثرات غالب تھے۔ اس کے بعد حمّاز وغیرہ سے چند کتبات ملے ہیں۔ جن میں سے آخری کا تعلق ۲۰۰ ق م سے تھا۔

ساحل بحرین سے بھی بنو لحیان کے چند کتبات دستیاب ہوئے۔ جن پر نبطی و آرامی زبانوں کے اثرات زیادہ تھے۔

کلاسیکی عربی :

مختلف بولیوں اور قبیلوں کے اختلاط سے عربی کی ہیئت بدلتی گئی۔ چوتھی صدی میلادی میں اس کی شکل و صورت بڑی حد تک متعین ہو گئی۔ اور اس میں اتنی وسعت پیدا ہوئی کہ میں سے جارڈنی اور عراق تک ایک ہی زبان بولی جانے لگی۔ جسے ہم کلاسیکی عربی کہتے ہیں۔ اس کی تعمیر میں دربارِ حیرہ کے بعض عیسائیوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ ان میں سے زید بن حماد (۵۰۰ء) اور اس کا شاعر بیٹا عبدی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

☆ امرؤ القیس	☆ طرفة
☆ زہیر	☆ عمرو بن قہیہ
☆ قیس بن الخطیم	☆ عمرو بن کلثوم
☆ عنترہ	☆ لبید
☆ نابغہ	☆ اعشى

اور دیگر ہزاروں شعرائے ہاہلیت نے کلاسیکی عربی ہی میں شاعری کی تھی۔ قرآن و حدیث کی زبان بھی یہی تھی۔ اس زبان کے کچھ کتبے جنوبی عرب میں بھی چند مندرقین کو ملے ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں :-

۱ : کارسٹن پہلا آدمی ہے۔ جس نے یمن کے ایک شہر ظفار کے کچھ کتبوں کو پڑھنے کی کوشش کی۔

ب : اس کے بعد یورج جاسپر URICH JOSPER کو ۱۸۱۱ء میں ظفار ہی سے کچھ کتبے ملے۔ جنہیں وہ صحیح طریقے سے نہ پڑھ سکا۔

ج : ایک دفعہ انگلستان کی ایک ٹیم عرب کے جنوبی و غربی ساحل کے رقبے کے لیے یمن میں پہنچی۔ تو ایک صاحبِ قلم جے۔ آر۔ ڈیل سٹڈ بھی اس کے ساتھ تھا۔ یہ وہاں سے کچھ کتبے لے آیا۔ اور اپنی کتاب TRAVELS IN ARABIA میں انہیں شامل کر دیا۔

د : ۱۸۴۱ء اور ۱۸۴۲ء میں ان کتبوں کا وسیع پیمانے پر مطالعہ شروع ہوا۔ اور مسٹر آرنلڈ نے ۱۸۴۳ء میں تارب کے ۵/۶ کتبے پڑھ ڈالے۔

۴ : ۱۸۴۶ء میں ایک باہمت انگریز سیکری (HALERY) یمن سے سات سو کتبوں کی نقول و تصاویر ساتھ لے گیا۔

و : اس کے بعد دو اور انگریز :- ای۔ جی۔ گلنر اور جولیسن نے بھی

کئی کتبہ ماحل کیے۔

ان کتبوں سے کلاسیکی عربی کے عہد بعد ارتقا پر کافی روشنی پڑتی ہے۔
(انسائیکلو پیڈیا آف اسلام : ج-۱، ص ۵۶۱)

جدید عربی :

گو اس صدی (بیسویں) کے اوائل تک عرب، عراق، شام، جارجیا اور شمالی افریقہ میں کلاسیکی عربی کا تسلط رہا۔ لیکن پچھلے ستر برس سے ماحلی شہروں، بستیوں اور ریاستوں میں اس کی ہیئت کسی حد تک بدل رہی ہے۔ بائیں ہمہ بڑے بڑے شہروں مثلاً مکہ، مدینہ، ریاض، بغداد، دمشق اور قاہرہ کی علمی زبان بدستور کلاسیکی ہے۔

مأخذ :- ۱ : الفہرست - ص ۱۲

۲ : مقدمہ فقہ اللسان - ص ۳

۳ : انسائیکلو پیڈیا - اسلام - ج-۱، ص ۵۶۱

۴ : " " برطانیکا - ماحلی زبانیں

۵ : نکلسن - تاریخ ادب عربی

۶ : ڈاس - ص ۲۰

۱۲۲- عَرَبِي (عرب کا اسم نسبت)

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا

لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ءَ أَعْجَمِيٌّ

وَعَرَبِيٌّ - (حمہ سجدة : ۴۴)

(اگر ہم یہ قرآن عربی کے سوا کسی اور زبان میں نازل کرتے۔

تو یہ لوگ اعتراض اٹھاتے۔ کہ اس کی آیات ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔

رسول عربی جو اہل قرآن عجیبی۔ یہ بات چھٹی نہیں۔)

عرب ایک وسیع و عریض ملک ہے۔ جو کئی ریاستوں پر مشتمل ہے۔ حضور صلعم کے زمانے

میں عراق، شام، جاردن اور فلسطین کی زبان عربی نہیں تھی۔ اس لیے وہ عرب کے حصے نہیں سمجھے جاتے تھے۔ لیکن اب حالات بدل گئے ہیں۔ عربی زبان عراق سے متراکش تک پھیل گئی ہے۔ اور آج کل مصر، لیبیا، تیونس، الجزائر اور متراکش بھی عرب ممالک تصور ہوتے ہیں۔ طویل بیان سے بچنے کے لیے میں اپنی تصریحات جزیرہ نمائے عرب تک محدود رکھوں گا۔
عرب کے تمام حصوں کا رقبہ اور آبادی حسب ذیل ہے :-

شمار	نام	رقبہ - مربع میل میں	آبادی ۱۹۶۴ء میں	ریادک
۱	سعودی عرب	۹۶۰۴۰۰	۴۶۰۲۰۰۰۰	جغرافیہ نگاروں میں
۲	عمان و مسقط	۸۵۰۰	۷۵۰۰۰۰	عرب کے رقبہ کے متعلق
۳	کویت	۴۲۱۴	۴۸۰۰۰۰	کافی اختلاف پایا جاتا ہے
۴	یمن	۷۸۰۰۰	۵۰۰۰۰۰۰	میں نے مختلف ماخذ سے
۵	عراق اور دیگر ریاستیں	۱۰۸۰۰۰	۱۲۵۰۰۰۰۰	وہ اعداد لیے ہیں جن پر کم از کم دو مآخذ کا
۶	بحرین	۲۴۰	۱۰۸۲۰۰۰	جڑی یا کھلی اتفاق تھا۔
۷	قطر - وغیرہ	۴۳۵۴	۵۵۰۰۰	
۸	دبئی وغیرہ	۳۳۴۵۵	۱۱۰۰۰۰	
	میزان :-	۱۱,۹۹,۱۴۵	۱۲۴,۳۴,۲۰۰	

عربستان کی تاریخ ایک ہزار سال قبل مسیح سے آگے نہیں جاتی۔ اگر جاتی بھی ہے۔ تو قیاس و تخمین کے دائرے سے باہر نہیں نکلتی۔ گو مورخین نے عمار - نمود - اہل مدین اور علاقہ کے کچھ حالات قلمبند کیے ہیں۔ لیکن ان کی بنا تخمین و ظن پر ہے۔ ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ کہ شمالی عرب کے قدیم باشندے اودومی، موآبی، اہل مدین، آل اسماعیل اور علاقہ تھے۔ جب ۵۸۰ ق م میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑا اسرائیل کے ہمراہ سینا سے آگے نکلے۔ تو انہیں مشرق میں ایک ہموار ریگستان نظر آیا۔ جسے انھوں نے زمین مشرق (پیدائش : ۲۵/۴) کے نام سے یاد کیا۔ لیکن ۲۔ تو تاریخ ۹/۱، یسعیاہ ۲۱/۳ اور جرمیاہ ۲۵/۲ میں اسے عرب (ریگستان) کہا گیا ہے۔ آغاز میں صرف شمالی صحرا کا نام عرب تھا۔ بعد میں یہ سارے ملک کا نام بن گیا۔ مغربی عرب (جس میں سینا بھی شامل ہے) میں حضرت یعقوب کے ایک بھائی عیسوی اولاد (علاقہ وغیرہ) آباد تھی۔

جنوبی عرب (یمن، سبا، حضرموت وغیرہ) میں آل قحطان رہتی تھی۔ جنہوں نے یمن میں ایک چھوٹی سی حکومت قائم کر لی۔ اس سلطنت کا بانی یعرب بن قحطان تھا۔ یہ سبا کے نام سے مشہور تھی۔ سبا کے ایک فرزند جمہیر کی اولاد کی سلطنت کافی بعد میں قائم ہوئی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ۱۱۲ - سبا)۔ اسے ابرہہ نے ختم کیا تھا۔

آل قحطان کی ایک اور سلطنت یعرب کے ایک بھائی جرہم کی اولاد نے حجاز میں قائم کی تھی۔ جس کا پائے تخت مکہ تھا۔

حضرت صلعم کے زمانے میں عرب کے اہم حصے یہ تھے :-

- ✽ شمال میں حجاز، نجدین - وادی القرین - تبوک اور نفود۔
- ✽ وسط میں نجد و یامہ۔
- ✽ مغربی ساحل پر حجاز و تہامہ۔
- ✽ مشرقی ساحل پر کویت - بصرہ اور دیگر ریاستیں۔
- ✽ جنوب میں یمن - حضرموت - عمان اور مسقط۔
- مزید تفصیل کے لیے ارض القرآن کی جلد اول دیکھیے۔

ماخذ : ۱ : انسائیکلو پیڈیا آف اسلام - ج- ۱، ص ۵۳۳

۲ : ذاب - ص ۴۶

۳ : ارض - ج- ۱، ص ۵۷

۴ : بائبل

۵ : ڈاکس - ص ۱۷

۱۴۳ - عرفات

مکہ کے مشرق میں ۱۳ میل دُور ایک درسونٹ اونچی پہاڑی، جسے جبل الرحمہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے جنوب میں سات میل لمبا اور چار میل چوڑا ایک کھلا میدان ہے۔ جس میں نویں ذی الحجہ کو تمام حاجی جمع ہوتے اور غروب آفتاب تک ذکر و تلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔ اس پہاڑی پر چڑھنے کے لیے پتھروں کا ایک زینہ ہے۔ جو اتنا بک زنگی کے وزیر جمال الدین نے بنوایا تھا۔ اس کے ساٹھویں زینے پر ایک چوترہ اور منبر ہے۔ جس پر کھڑے ہو کر امام خطبہ حج دیتا ہے۔

عرفات کا مادہ عرف ہے۔

عَرَفَ يَعْرِفُ عَرَفَةٌ وَعِرْفَانًا وَمَعْرِفَةٌ - معنی ہیں :-

جاننا - پہچاننا -

اس کے متعلق دو روایات ہیں :-

اول : کہ یہاں جبریلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو حج کے طریقے سے روشناس کرایا تھا۔

دوم : جب اللہ نے آدمؑ و حواؑ کو جنت سے نکالا۔ تو آدمؑ کو سراندیپ (لنکا)، حواؑ کو عرفات - شیطان کو سینتان - مور کو کابل اور سانپ کو اصفہان میں بھیج دیا تھا۔ حضرت آدمؑ حواؑ کی تلاش میں نکل پڑے۔ دو سو برس کے بعد مکہ کے قریب ایک پہاڑی پہ پہنچے۔ وہاں ایک عورت کو دیکھا۔ جبریلؑ نے آواز دی کہ یہ تو ہے چنانچہ یہ ایک دوسرے کو پہچان گئے۔

اسی واقعہ کی وجہ سے یہ پہاڑی جبل عرفہ (شاخست کی پہاڑی) کہلانے لگی۔ اور آجکل یہ عرفات کے نام سے مشہور ہے۔

ماخذ :-

۱ : انسائیکلو پیڈیا آف اسلام :-

ج- ۱، ص ۴۰۲

۲ : ڈاس - ص ۲۱

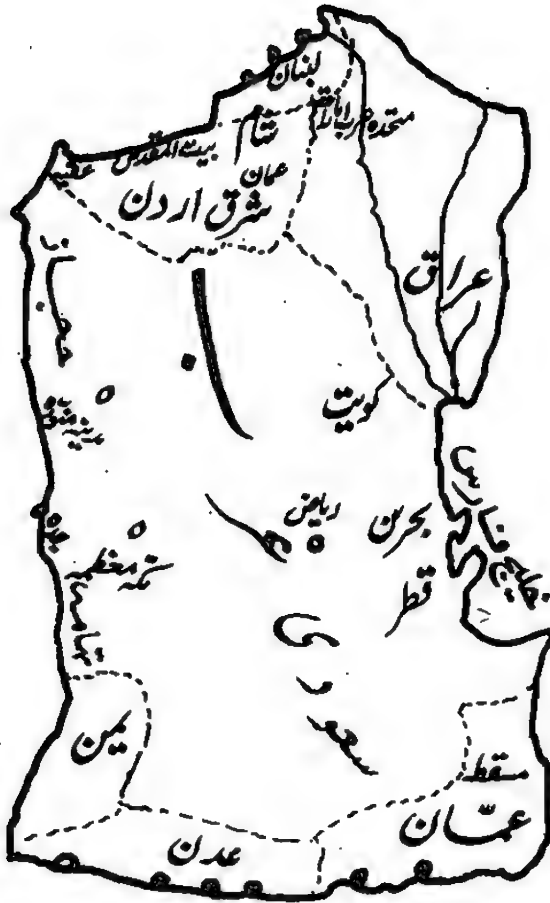
۳ : شاس - ص ۴۴

۱۴۴- عرم

مکہ کی ایک وادی۔

تفصیل :- ۱۱۴- ”سیلِ عرم“

کے تحت دیکھیے۔





۱۴۵۔ عَزَّى

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ
الثَّالِثَةَ الْآخَرَىٰ أَلَكُمُ الذَّكْرُ
وَلَهُ الْأُنثَىٰ تِلْكَ إِذَا قَسَمَةٌ ضِيزَىٰ۔

(نجم : ۱۹-۲۲)

(کیا تم نے لات، عَزَّى اور قیسے بنت منات کو دیکھا ہے؟) عرب
انہیں خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے (تم اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہو۔ اور خدا کی
طرف بیٹیاں منسوب کرتے ہو۔ یہ کس قدر بھونڈی تقسیم ہے۔)
آغاز میں عَزَّى بنو غطفان کا بت تھا۔ جو طائف و مکہ کی راہ پر ایک وادی نخلة الشامیہ میں
نصب تھا۔ بعد میں اس کی پرستش قریش، خزاعہ، کنانہ، ثقیف اور بنو غنم میں بھی ہونے لگی۔ اس کے
قریب غبغب نامی ایک غلہ تھا۔ جس میں قربانی کے جانوروں کا لٹو گرایا جاتا تھا۔
عربوں نے لات۔ منات اور عَزَّى کی ایک تثلیث قائم کر رکھی تھی۔ جن میں عَزَّى عمر میں چھوٹا اور
احرام میں سب سے بڑا تھا۔

عرب کا ایک شاعر زید بن عَمْرٍو عَزَّى کو ماں اور باقی دو کو اس کی بیٹیاں قرار دیتا ہے۔
اس کی پرستش حیرہ میں بھی ہوتی تھی۔ حیرہ کا ایک بادشاہ منذر۔ چہارم اس کی قسمیں کھایا کرتا تھا۔
(اغانی : ج ۲، ص ۲۱)

ایک مرتبہ منذر نے چار سو اسیران جنگ کو اس کے سامنے وضع کیا۔ اور اس عمل کو
قربانی کا نام دیا۔

بعض عرب اپنے بچوں کے نام ان بتوں کے نام پر رکھتے تھے۔ مثلاً :-

❖ زید منات بن تميم
❖ تميم اللات بن رفيدة اور
❖ عبد العزى بن كعب

کعبہ کا طواف کرتے وقت بھی ان اصنام کو پکارتے تھے شام میں بھی ان کی پرستش ہوتی تھی۔

شاس (ص: ۶۱۷) نے اس کے لفظی معنی طاقتور بنائے ہیں۔

یا قوت (معجم: ج ۴ "عزّی") کہتا ہے۔ کہ :

عزّی دراصل ایک درخت کا نام تھا۔ جس کے نیچے عزّی نصب تھا۔ بعد میں یہی نام اس بُت کو مل گیا۔ اس کا پہلا پرستار بنو غطفان کا ایک سردار ظالم بن اشعث تھا۔

فتح مکہ کے بعد حضور مسلم نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ عزّی اور اس کے معبد کو تباہ کر دے۔ اُفح بن نصر اس کا آخری پروہت (نکران - متولی) تھا۔

مأخذ :- ۱ : شاس - ص ۶۱۷

۲ : ڈاس - ص ۶۵۸

۳ : معجم - جلد ۴

۱۴۶ - عزیز

دیکھیے :- ۴۷ - "الذی مرّ علی قریة"

۱۴۷ - عزیز (مصر)

عزیز کے لفظی معنی ہیں :- شریف - قوی - غالب اور صاحبِ بقوت۔ یہ اللہ کا ایک نام بھی ہے۔

اور دربارِ فرعون کا ایک منصب دار بھی۔

سورۃ یوسف میں یہ لفظ دوسرے استعمال ہوا ہے۔ پہلی دفعہ جب :-

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ

ثَرَاوَدَ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ - (یوسف : ۳۰)

(شہر کی کچھ عورتوں میں یہ چرچا ہوا۔ کہ عزیز کی بیوی اپنے نوجوان (یوسف) کو کھینچ کر اپنی ناجائز خواہش کو پورا کرنا چاہتی ہے۔)
اور دوسری دفعہ جب :-

سرکاری پیمانہ بن یا میں کے بوسے سے برآمد ہوا۔ اور اُسے یوسف نے اپنے ہاں روک لیا۔ تو دوسرے بھائیوں نے کہا :

يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا
كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ - إِنَّا نُرَاكَ
مِنَ الْمُحْسِنِينَ - (یوسف : ۷۸)

(اے عزیز ! اس لڑکے کا والد بہت ضعیف ہے۔ (وہ اس غم کی تاب نہ لاسکے گا۔) اس لیے اُس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجیے۔ کہ ہمیں آپ شریف اور ہمدرد نظر آتے ہیں۔)

ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ عزیز کسی شخص کا نام نہیں تھا۔ بلکہ یہ ایک منصب تھا۔ جس پر پہلے زلیخا کا شوہر فائز تھا۔ اور بعد میں یوسف۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فرعون کے ہاں کئی عزیز ہوں۔ جو مختلف فرائض سرانجام دے رہے ہوں۔ حضرت یوسف وزارت مالیات پہ فائز تھے۔ زلیخا کا شوہر شاہی باڈی گارڈز کا سردار تھا۔ اور اس کا نام کوٹلی فار تھا۔

"وہ لوگ یوسف کو مصر میں لائے اور فوطی فار مصری نے جو فرعون کا ایک حاکم اور مہواروں کا سردار تھا۔ اُس کو اسماعیلیوں کے ہاتھ سے خرید لیا۔"
(پیدائش : ۳۹)

یوسف کو اسی نے زمانا میں ڈالا تھا۔ اس اقدام کے بعد بائبل اس کا ذکر نہیں کرتی۔ اور نہ قرآن اس کے متعلق کچھ اور بتاتا ہے۔
مزید تفصیل کے لیے دیکھیے :- ۵۰۔ "امراة العزيز"

مآخذ :- ۱ : بائبل

۲ : قرآن شریف

۳ : ڈاب۔ ص ۴۴

۴ : اعلام۔ ص ۱۴۱

۱۲۸۔ عمران

قرآن میں دو عمرانوں کا ذکر ہوا ہے :-
 اوّل: حضرت مریم کے والد، جن کے متعلق بعض تفاسیر نے مرث اتنا ہی لکھنے پہ
 اکتفا کیا ہے کہ اُن کے والد کا نام ماٹان تھا۔

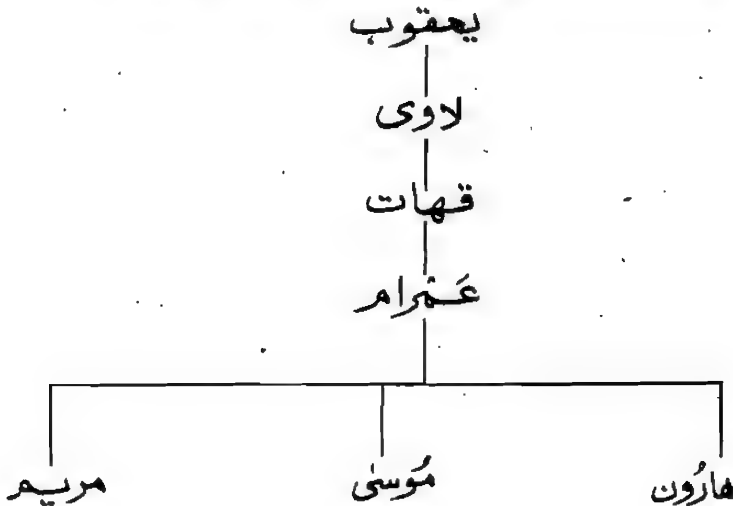
اذْكَالَتْ اِمْرَاۃُ عِمْرَانَ (عمران : ۳۵)

اس آیت کا ترجمہ ۵۱۔ ”اِمْرَاۃُ عِمْرَانَ“ کے تحت دیکھیے۔
 دوسرے: حضرت موسیٰ کے والد۔ جن کا ذکر آیہ ذیل میں ہوا ہے :-

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓ اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ
 اِبْرٰهٖمَ وَّ اٰلَ عِمْرَانَ عَلٰی الْعَالَمِیْنَ۔
 (عمران : ۳۳)

(اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو دُنیا
 میں سے چُن لیا ہے۔)

یہاں آل عمران سے مراد ہارون و موسیٰ کی اولاد ہے۔ بائبل میں عمران کو عزام کہا گیا ہے۔ یہ
 حضرت یعقوب کے ایک فرزند لاوی کی پشت سے تھا۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے :-



بائبل کا یہ نسب نامہ صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ (ولادت ۸۳۶ ق م) اور حضرت موسیٰؑ (ولادت ۱۵۷۱ ق م) میں اندازاً تین سو سال کا زمانہ حاصل تھا۔ جس میں کم از کم دس گیارہ پشتیں گزری ہوں گی۔ لیکن یہاں صرف چار دی ہوئی ہیں۔ یسوعؑ حضرت موسیٰؑ کے ہم عصر اور جانشین تھے۔ ان کے شجرہ نسب میں حضرت یسوعؑ سے حضرت یعقوبؑ تک سترہ پشتوں کا ذکر ہے۔ (۱- تواریخ ۲-۲۸)۔ اتنی ہی حضرت موسیٰؑ و حضرت یعقوبؑ کے درمیان بھی ہوئی چاہئیں۔

شاس (ص ۱۶۸) لکھتا ہے۔ کہ :

ولادت موسیٰ کے وقت عمران کی عمر ستر برس تھی۔ اور وفات کے وقت ۱۳۷ برس۔ اس کا مطلب یہ کہ آپؑ ۱۶۴ ق م میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۵۰ ق م میں وفات پائی۔ آپؑ فرعون کے وزیر اور محافظ خاص بھی تھے۔

ماخذ :- ۱ : شاس - ص ۱۶۸

۲ : ڈاب - ص ۳۶

۳ : ہائل (۱- تواریخ)

۴ : قرآن حکیم (عمران)

۱۴۹- عیسیٰ

”عیسیٰ“ ”یسوع“ ہی کی عربی صورت ہے۔ معنی ہیں :- نجات دہندہ۔ قرآن میں آپؑ کو مسیح اور ابن مریم بھی کہا گیا ہے۔ یہود کے ہاں یہ رسم تھی۔ کہ جب ان کے بادشاہ اور پادری اپنے مناصب سنبھالنے لگتے تھے۔ تو ملک کا مقدس ترین آدمی ان کے سر پر مقدس تیل ڈالتا تھا اور اس کے بعد وہ مسیح کہلاتے تھے۔ (ڈاب - ص ۴۰۵)

ولادت :

حضرت مسیحؑ باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ اور آپؑ کی ولادت انسانی تاریخ کا سب سے بڑا اعجاز تھا۔ یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے۔ کہ عیسوی سمت کا آغاز ولادت مسیحؑ سے چار سال بعد ہوا تھا۔

۱ : کمپنین - ص ۱۸۲

۲ : حضرت موسیٰؑ کا سال ولادت ۱۵۷۱ ق م تھا۔ ستر برس اور ماضی کی طرف جانیے۔

تو ۱۶۴ ق م بنتا ہے۔ اس سے ۱۳۷ نکالے تو ۱۵۰ رہ جاتا ہے۔

اس حساب سے عیسائی سکہ قبل مسیح میں پیدا ہوئے تھے اور بیت لحم (یروشلم سے دس میل جنوب میں ایک بستی) آپ کا مولد تھا۔ آپ کی والدہ مریم گیلیلی (شمالی فلسطین کا ایک ضلع) کی ایک بستی "ناصرہ" میں رہتی تھی۔ جس کی نسبت سے مسیح، نامری کہلاتے تھے۔ کسی کام کے لیے مریم کو اپنے منگیتر یوسف کے ہمراہ بیت لحم جانا پڑا۔ اور وہیں مسیح کی ولادت ہوئی۔ چونکہ مریم کے پاس کوئی پنگھوڑا وغیرہ نہیں تھا۔ اس لیے نومولود کو ایک کھڑی میں لٹا دیا۔ (یہ کھڑی آج تک محفوظ ہے۔)

اُسی رات آسمان سے آواز آئی :

”عظیم خدا کی تعریف کرو۔ جس نے زمین کو امن اور انسان کو

پیامِ رحمت دیا ہے۔“ (لوقا : ۲-۸)

اُسی رات آسمان پر ایک عجیب ستارہ نمودار ہوا۔ جو باہر سے آنے والے زائرین کی رہنمائی کرتا۔ اور مریم کے مسکن پر آکر رُک جاتا تھا۔ اس نچے کی برکت کا اس قدر چرچا ہوا۔ کہ یہوداہ کا رومی گورنر ہیرودے کا نپ اُٹھا۔ اور اُس نے تمام بچوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ یوسف، خواب میں اشارہ پا کر مسیح و مریم کو مصر لے گیا۔ جب ۱۱ ماہ کے بعد ہیرودے مر گیا۔ تو یوسف لوٹ آیا۔ اور ناصرہ میں رہنے لگا۔

عیسائی کا بچپن کیسے گزرا، ہم نہیں جانتے۔

لوقا (۴-۵۲) نے اتنا ہی بتایا ہے۔ کہ :

جب وہ بارہ برس کا تھا۔ تو مسجد اقصیٰ میں عموماً جاتا۔ اور علماء کے وعظ سُننا تھا۔ تیس سال کی عمر (۲۴-۲۷) میں آپ کو نبوت ملی۔ جو

۱۔ : سکہ تم میں جو لیس سیزر نے ہیرودے (ایک ادومی یہودی) کو یہوداہ کا گورنر لگا دیا تھا۔ سکہ تم میں اس پر پارٹیا (ایران) نے حملہ کر دیا اور یہ روم کی طرف بھاگ گیا۔ اُس وقت روم پر اٹھنی کی حکومت تھی۔ اُس نے اسے یہوداہ کا ہلاکتاہ بنا دیا۔ سکہ تم میں اس نے یروشلم پر قبضہ کر لیا۔ گو یہ اس کے بعد بیرونی حملوں سے محفوظ رہا۔ لیکن داخلی رقابتوں اور سازشوں نے اسے آخر تک چینی نہ لینے دیا۔ اس نے اطفالی یہود کو قتل کرنے کا حکم آخری مرض میں دیا تھا۔ اس نے ایک ہی نیکی کا کام کیا۔ کہ مسجد اقصیٰ کو از سر نو تعمیر کرایا۔ اور اس میں شاندار اضافے کیے۔

(ڈاب - ص ۲۳۷)

اس کا خاندان سکہ دیکھ کر ان رہا۔

تقریباً تین سال جاری رہی۔ اس عرصے میں آپ گلیلی اور یروشلم کی گلی گلی میں گھومے۔ بھٹکتی ہوئی انسانیت کو راہِ صداقت دکھائی۔ اندھوں، بہروں، اور فالج وغیرہ کے مریضوں کو شفا دی۔ کئی جگہ مردوں کو زندہ کیا اور اس طرح مسیح عوام کا مرجع و مامی بن گیا۔ یہ چیز حکومت وقت کو پسند نہ آئی، اس لئے قوم کے تمام سردار، کانفانامی سردار کاہن کے دیویں خانہ میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا۔ کہ یسوع کو فریب سے پکڑ کر قتل کر دیں۔

(متی : ۲۶/۳)

اس سازش میں ایک حواری، یہوداہ بھی شامل تھا۔ جب سردار کاہن کے آدمی اسے پکڑنے آئے تو :

”سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔“

(متی : ۲۶/۵۶)

ان لوگوں نے اسے کاہن کے سامنے پیش کیا۔ وہ ان کاہن کے ماسخہ نشینوں نے :

”اُس کے منہ پہ تھوکا۔ اُسے مٹکے مارے اور بعض نے ٹلانچے مار کر کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا۔ کہ تجھے کس نے مارا ہے۔“

(متی : ۲۶/۶۸)

اُس وقت حواری اول پطرس باہر صحن میں بیٹھا تھا۔ اُس سے آگے پیچھے تین آدمیوں نے پوچھا کہ کیا تو بھی مسیح کے ساتھ تھا۔ تو :

”اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا۔ کہ میں مسیح کو نہیں مانتا۔ عین اُس وقت مَرُغ نے بانگ دی۔ اور جٹ پطرس کو حضرت مسیح کی بات یاد آ گئی۔ کہ اے پطرس ! تو مَرُغ کی بانگ سے پہلے تین مرتبہ میرا انکار کرے گا۔“

(متی : ۲۶/۷۳ — ۷۵)

بالآخر حضرت مسیح کو رومی گورنر پیلات کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ گورنر نے کئی سوال پوچھے۔ لیکن آپ خاموش رہے۔ اس پر گورنر نے پہلے آپ کو کوڑے لگائے اور پھر حوالہ دار کر دیا۔

(متی : ۲۶/۲۴)

سپاہیوں نے اُن کے کپڑے اتار کر انہیں ایک قرمزی چٹن پہنایا۔ پھر کانٹوں کا تاج اُن کے سر پر رکھا۔ ایک سرکٹا عصا اُن کی جگہ اُن کے ہاتھ میں دے کر مزاحمت کئے گئے۔ کہ اے یہودیوں کے بادشاہ ! آداب۔

اس کے بعد اُسی سرکنڈے سے انہیں پیٹنے لگے۔ پھر پیپ اور شراب پیئے
 کو دی۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ چند لمحے بعد آپ کو دو چوروں کے درمیان
 صلیب پہنکا دیا گیا۔ بعد از مرگ انہیں ایک قبر میں گاڑ دیا گیا۔ تین دن کے
 بعد آپ زندہ ہو کر قبر سے نکل گئے۔ اور اپنے تمام شاگردوں کو یوروشلم اور
 گلیل میں نظر آئے۔ (متی : ۲۸-۱۷)

یہ تھی مسیح علیہ السلام کی داستان انجیل کی کڑے۔ قرآن واقعہ صلیب کا منکر ہے :

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ
 وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ۔

(نساء : ۱۵۷-۱۵۸)

(اُن لوگوں نے نہ تو مسیح کو قتل کیا۔ اور نہ صلیب پہ چڑھایا۔ بلکہ
 اُن میں سے کسی ایک کو مسیح کی صورت دے دی گئی تھی۔) (اور یہی مصنوعی
 مسیح سپردِ دار ہوا تھا)۔..... اُن لوگوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا۔
 بلکہ اللہ نے اُسے اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔)

اللہ انہیں اٹھا کر کہاں لے گیا ہے ؟ اس کا ہمیں علم نہیں۔ انسان خلائی گروں کی چھان چٹنگ
 میں سرگرم ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے متلاشی راکٹ کل کسی ایسے ستارے پہ جا پہنچیں۔ جہاں حضرت
 مسیح علیہ السلام قیام پذیر ہیں۔

حضرت مسیح کے متعلق چند اور آیات ملاحظہ ہوں :-

ا : مسیح بن مریم بے شک اللہ کا رسول اور اُس کا ایک کلمہ ہے۔ جو اُس نے مریم
 پہ پھینکا تھا۔ نیز اللہ کی رُوح ہے۔ (نساء : ۱۷۱)

ب : مسیح نے بنو اسرائیل سے کہا۔ کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا اور تمہارا رب
 ہے اور یاد رکھو۔ کہ مُشرک پہ جنت حرام ہے۔ (مائده : ۷۲)

ج : ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات دیئے۔ اور رُوح القدس سے اُنس کی
 مدد کی۔ (بقرة : ۸۷)

د : فرشتوں نے مریم سے کہا۔ کہ اللہ تجھے ایک کلمہ (فرزند) کی بشارت دیتا ہے
 جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ جو دنیا و آخرت ہر دو میں صاحبِ عزت
 ہوگا۔ جو لوگوں سے جہد میں اور پھر کہولت (بعد از نزول) میں باتیں کرے گا اور
 صالح ہوگا..... وہ بنو اسرائیل کی طرف رسول بن کر جائے گا۔ اور انہیں
 کہے گا۔ کہ میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں۔ کہ میں بیٹا

کے کھلونے میں پھونک ماروں گا اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن کر اڑ جائے گا۔ میں اندھے کو نظر اور کوڑھی کو شفا دوں گا۔ اللہ کی اجازت سے مردوں کو زندہ کروں گا۔ اور یہ بھی بتاؤں گا۔ کہ تم نے کیا کھایا اور گھر میں کیا کچھ رکھا ہوا ہے۔ (عمران : ۴۵-۴۹)

۴ : عیسیٰ نے کہا۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب دی۔ نبی بنایا۔ جہاں بھی رہوں مبارک کیا۔ زندگی بھر صلوة و زکوٰۃ ادا کرنے کی وصیت کی۔ نیز ہدایت کی۔ کہ میں اپنی ماں کی خدمت کروں۔ اُس نے مجھے سنگِ دل اور ظالم نہیں بنایا۔ (مریم : ۳۰-۳۲)

تو یہ سچی عیسیٰ علیہ السلام کی قرآنی تصویر۔

وفات :

ہم کہہ چکے ہیں۔ کہ مسیح کی ولادت ۳۳۰ء میں ہوئی تھی۔ ۲۶-۲۷ء میں نبوت ملی، ۳۰ء کو واقعہ صلیب پیش آیا۔ اور ۹ اپریل ۳۳۰ء کو آپؑ بہ روایت انجیل دوبارہ زندہ ہو کر بلندیوں کی طرف پرواز کر گئے۔

ماخذ :- ۱ : شاس۔ ص ۱۷۳

۲ : قرآن حکیم

۳ : بائبل

۴ : ڈاب۔ ص ۲۹۱

۵ : سپلز - "JESUS"

غ

۱۵۰۔ الغار

اس سے مراد جبل ثور کی وہ غار ہے۔ جس میں حضور صلعم اپنے رفیق حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ تین دن رہے تھے۔ یہ پہاڑ مکہ سے تین چار میل مشرق کی طرف ہے۔ غار تک راستہ اس قدر پتھر پلا تھا کہ حضورؐ کو چلنے میں بڑی دشواری پیش آئی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کو کندھوں پہ اٹھالیا۔

چوتھی رات حضرت ابوبکرؓ کے گھر سے دواؤں لائیں آ گئیں۔ جن پر یہ سوار ہو کر مدینہ کو چل دیئے۔

ماخذ :-

رحمۃ للعالمین - ج ۱، ص ۱۰۸

ف

۱۵۱- فتاہ

لفظی معنی: اپنے خادم۔ اپنے جوان۔ یہ حضرت موسیٰ کا وہی خادم ہے۔ جس کی پھلی دریا میں سرک گئی تھی۔ ملاحظہ ہو: ۱۲۸- "الصفرۃ"۔ بیشتر مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ اس سے مراد حضرت یوشع ہیں۔ جو حضرت موسیٰ کے معاصی ہی تھے اور اُن کے جانشین بھی۔ آپ حضرت یوسفؑ کے ایک فرزند افرائیم کی پشت سے تھے۔ جب اسرائیلی مصر سے نکلے تو اس وقت آپ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ جب حضرت موسیٰؑ طور پر چڑھے۔ تو کچھ اُردو پنک یہ ساتھ گئے اور واپسی پر بھی اُن کے استقبال کو وہیں پہنچے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد آپ سرزمین کنعان میں داخل ہو گئے اور چھ برس میں اسے قاطبتہ مسخر کر لیا۔ آپ کی وفات ۱۲۲۹ء ق م میں ہوئی تھی۔ اُس وقت آپ کی عمر ۱۱۰ سال تھی۔

ماخذ :

۱۔ بائبل

۲۔ ڈاب ۳۱۶

۱۵۲- فتاہا

زلیخا کا نو جوان۔ مراد حضرت یوسف علیہ السلام۔

دیکھیے : ۱۹۹- "یوسف"

۱۵۳- فرعون

لفظ ”فرعون“ کے معنی ہیں فرزند آفتاب۔ اہل مصر سورج کی پرستش کیا کرتے تھے، اور فرعون کو سورج دیوتا کا زمینی منظر سمجھتے تھے۔

فرعون کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں تھا۔ بلکہ یہ قدیم سلاطین مصر کا عمومی لقب تھا۔ ہم ان کی تعداد۔ ان کے اسماء اور رہنیں سے نا آشنا ہیں۔ مصر کی کہانیوں۔ پرانی یادگاروں اور تحریروں سے ہمیں اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ ان بادشاہوں کے تین سلسلے تھے۔ ہر سلسلہ تقریباً دس دس خاندانوں پر مشتمل اور صدیوں پہ پہلا ہوا تھا۔

پہلے سلسلے کے تیسرے خاندان کا ایک فرعون مین (MENES) نیم تاریخی شخصیت ہے۔ اس کی قبر ایڈن (ABYDOS) میں ہے۔ بنفس اس کا دار الحکومت تھا۔ یہ چھوٹے سینا سے تانبہ نکالتا اور بیرونی ممالک سے تجارت کیا کرتا تھا۔

چوتھے خاندان کی شہرت تعمیر اہرام کی وجہ سے ہے۔ اس کا دوسرا بادشاہ چوفو (CHUFU) سب سے بڑے ہرم کا بانی تھا۔ اس پر ایک لاکھ مزدوروں نے بیس سال کام کیا تھا۔ اس فرعون کا عہد سلطنت ۴۳ برس تھا۔ اس کے جانشین چفرن (CHEPHREN) نے ۶۶ سال حکومت کی۔ اور اہرام میں ایک کا اضافہ کیا تھا۔ اس کا جانشین مائی گریننس (MYKRINUS) بھی ایک ہرم کا بانی تھا۔ ابو الہول (ایک مہیب تعمیر جس کا سر عورت کا تھا اور دم شیر فی کا) اسی خاندان نے تعمیر کرائے تھے۔ اس خاندان کا بانی سنفر (SNEFERU) تھا۔ اس سلسلے کے باقی خاندان غیر معروف تھے اور ہم ان سے نا آشنا ہیں۔

دوسرا سلسلہ چھ سو برس تک قائم رہا۔ اس کا دار الخلافہ تھینس (THEBES) تھا۔ جنیل کے دونوں کناروں پہ واقع تھا۔ اٹھارواں خاندان ۱۵۸۷ء سے ۱۲۰۰ء تک برسر اقتدار رہا۔ یہ دور فتوحات کا دور تھا۔ اس خاندان کا تیسرا بادشاہ تھا تھمس اول (THOTHMES) اور چھٹا تھا تھمس سوم دونوں بڑی قوت و عظمت کے مالک تھے۔ ثانی الذکر کی سلطنت نیل سے فرات تک تھی۔ امانوفس (AMENOPHIS) بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا دار الحکومت تھمس اور تھینس کے درمیان ایک اور شہر ملٹا (TELL-E-AMARNA) تھا۔ اس کی وفات ۱۳۷۰ء میں ہوئی۔ اس خاندان کے قتبہ ۱۸۸۷ء میں نیل سے فرات تک برآمد ہوئے ہیں۔

رامسس دوم (۱۲۷۷ء — ۱۲۱۳ء) اور رامسس سوم (۱۲۲۰ء — ۱۱۹۰ء) کا تعلق انیسویں خاندان سے تھا۔ یہ سلسلے آٹھویں صدی قبل مسیح تک چلتے رہے۔ اور ۷۲۸ء ق م میں مشہ نے مصر کو فتح کر لیا۔ کچھ دیر بعد فرعون پھر ابھرے۔ لیکن مصر کئی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم ہو گیا۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال

بعد اس انتشار سے ایران نے فائدہ اٹھایا۔ اور سائرس - عظیم کے فرزند کمبیسس (CAMBYSES) نے ۵۲۵ ق۔م میں مصر پر قبضہ کر لیا۔ جو ایک سو برس تک باقی رہا۔ اس کے بعد فرامین کا ایک اور سلسلہ برسرِ اقتدار آیا۔ جسے اسکندر اعظم نے ۳۳۱ ق۔م میں ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ آخری فرعون کا نام نکپٹین یوس دوم (II - NECTANEBUS) تھا۔ جو اکتیسویں خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ۳۲۳ ق۔م میں بطالسمہ برسرِ اقتدار آ گئے۔ جن کے چودہ بادشاہوں نے ۳۲۳ سے ۳۰ ق۔م تک ۲۹ سال حکومت کی۔ قلوبطرہ (۴۴ ق۔م) اس سلسلے کی آخری فرماں روا تھی۔

(پپیلز : ص ۲۳۹)

انبیاء و فرامین

کچھ ایسے فرعون بھی تھے، جن کا واسطہ بعض انبیا سے پڑا تھا۔ مثلاً :

۱ : سلاطیس (SALATIS) - جسے فرعون ابراہیم بھی کہتے ہیں۔ اس کا تعلق

پندرھویں خاندان سے تھا۔ جب حضرت ابراہیمؑ سارہ کے ہمراہ مصر میں پہنچے، اور فرعون کے شر سے بچنے کے لیے سارہ کو اپنی بہن بتایا۔ تو فرعون اسے اپنے گھر لے گیا۔ جب سارہ نے اُسے حقیقت بتائی۔ تو اُس نے سارہ کو بہن چھوٹے ابراہیم کے پاس واپس بھیج دیا اور دونوں کو مصر سے نکال دیا۔

۲ : فرعون یوسف - کا نام آسرٹین (OSIRTESEN - III) تھا۔ اس کا پالنے تخت نفیس تھا۔ اس نے ۲۶ سال حکومت کی تھی۔

۳ : فرعون یعقوب - جب حضرت یعقوبؑ مصر میں پہنچے۔ تو اُس وقت ایورس کی حکومت تھی۔ یہ پندرھویں خاندان کا چھٹا بادشاہ تھا۔ اور اس کا عرصہ حکومت ۱۸۷۴ سے ۱۸۵۰ ق۔م تک تھا۔

۴ : فرعون ستمگر - جو ولادت موسیٰ (۱۵۷۱ ق۔م) سے قدرے پہلے منڈنشین ہوا تھا۔ قتل اطفال کا مجرم تھا۔ حضرت موسیٰؑ اسی کے محل میں پلے تھے۔ اس کے نام کے متعلق اختلاف ہے۔ کوئی پٹامین (PTHAMEN) بتاتا ہے۔ کوئی اموسس (AMOSIS) اور کوئی رامیسس - سوم۔

۵ : فرعون خردوج - یعنی وہ فرعون جس کے زمانے میں بنو اسرائیل مصر سے نکلے

۱ : بروایت اس فرعون کا نام ایورس (APOPHIS) تھا۔

(ڈاب : ص ۵۲)

تھے۔ (سال خروج ۱۳۹۱-قم)۔ اس کا نام معلوم نہیں۔ یہ ۱۴۹۳-قم میں مسند نشین ہوا تھا۔

۴: فرعون داؤد و سلیمان۔ جس نے اپنی ایک بیٹی حضرت سلیمان کے نکاح میں دے دی تھی۔ یہ اکیسویں خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کا نام سوزینس۔ اول (FSUSE NNEI) تھا۔

۷: فرامین بابل۔ یعنی وہ فرعون جن کے نام بابل میں آئے ہیں۔ یہ مرت دو ہیں : اول : نیشو (NECHO) جس کا تعلق چھبیسویں خاندان سے تھا۔ اس نے سولہ سال حکومت کی تھی۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ ایک نہر تھی۔ جو اس نے نیل سے کاٹ کر بحیرہ قلزم میں ڈال دی تھی۔

دوم : ہومسہ (HOPHRA) جو ۵۸۹ سے ۵۷۰-قم تک حکمران رہا۔ (ڈاب : ص ۵۲)

قرآن میں ستر مرتبہ فرعون کا ذکر آیا ہے۔ ان تمام مقامات کے مطالعہ سے فرعون کا تصور یہ قائم ہوتا ہے کہ وہ مغرور، سرکش، غافل، انسان دشمن، بدکار، سنگدل اور خدا سے گریزاں تھا۔

ماخذ :-

- ۱: قرآن ۔
- ۲: بابل ۔
- ۳: ڈاب ۔ ص ۵۲ ۔
- ۴: پیپلز ص ۲۳۹ ، ۸۵۳ ۔
- ۵: کتاب الہدیٰ ۔ ص ۵۷۶ ۔
- ۶: ڈاس ۔ ص ۴۵۲ ۔
- ۷: شاس ۔ ص ۱۰۷ ۔

۱۵۴۔ فرقان

یہ لفظ ”فرق“ سے مشتق ہے۔ جس کا ایک مفہوم امتیاز کرنا اور دو چیزوں کو الگ الگ کرنا ہے۔ المکجد نے الفرقان کی وضاحت یوں کی ہے :-

كُلُّ مَا فُرِّقَ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ - الْفَرْقَانِ ۔

(ہر وہ چیز فرقان ہے جس سے حق و باطل میں تمیز کی جاسکے۔
 نیز بُرہان -)
 اللہ نے قرآن کو بھی فرقان کہا ہے :

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ
 لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا - (فرقان - ۱)

(مبارک ہے وہ رب جس نے اپنے بندے پر قرآن (فرقان) نازل
 کیا۔ تاکہ وہ دنیا کو ڈراتے)۔

تفصیل کے لیے دیکھیے : ”قرآن“۔

ق

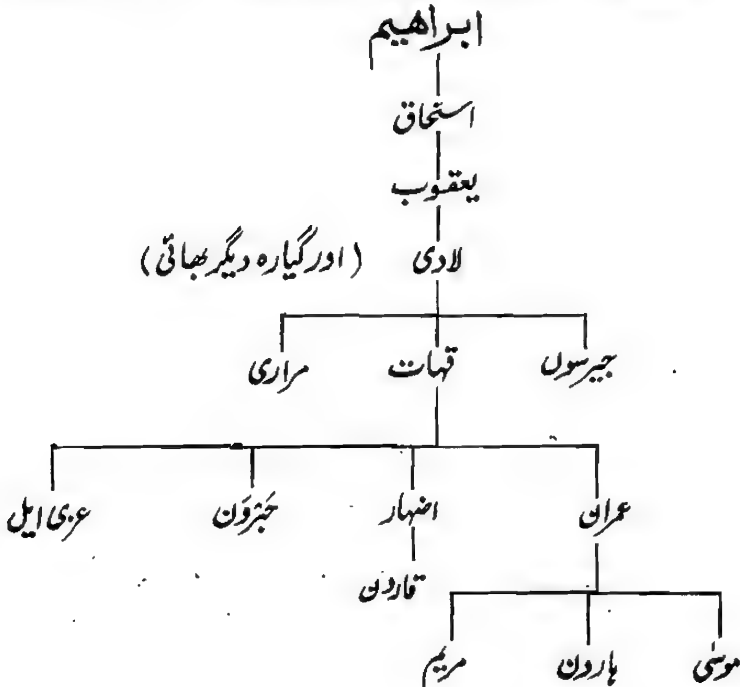
۱۵۵- قارون

قارون کے متعلق قرآن کی کہانی یہ ہے :-

کہ وہ ایک دولت مند اسرائیلی تھا۔ جس کے خزانوں کی کنجیاں اٹھانے کے لیے کئی مزدوروں کی ضرورت پڑتی تھی۔ اس نے حضرت موسیٰ اور اپنی قوم کے خلاف بغاوت کر دی۔ قوم نے اُسے کہا کہ اپنی دولت پر مت اتراؤ۔ اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ دُنیا سے نیکی کرو اور فساد سے بچو۔ لیکن اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب وہ بن عسٹن کر باہر نکلتا۔ تو کئی طالبان دُنیا کہتے کہ کاش ہم کو بھی یہی شان و شوکت نصیب ہوتی۔ بالآخر اللہ نے اُسے اُس کے گھر سمیت زمین میں غرق کر دیا۔ اور اُس کی امداد کو کوئی نہ پہنچا۔

(قصص ۷۶-۸۱)

بائبل کی رُوسے قارون، حضرت موسیٰ کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس کا شجرہ نسب یہ ہے :-



جب بنو اسرائیل صحرائے تیہ میں مقیم تھے تو قارون نے حضرت موسیٰؑ کے خلاف تحریک چلا دی اور تقریباً اڑھائی سو چیدہ آدمیوں کو ساتھ ملا کر موسیٰؑ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ جب ساری قوم کا ہر فرد مقدس ہے تو تمہیں سیادت و قیادت کا حق کہاں سے مل گیا۔

یہ سن کر حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سجدے میں گر گئے اور اللہ سے اشارہ پا کر قارون سے کہنے لگے کہ کل صبح تم سب میرے پاس آؤ۔ اپنے بخوروان ساتھ لاؤ۔ اُن میں آگ بھرو۔ پھر بخور جلاؤ۔ تب خداوند جیسے چُن لے وہی مقدس ٹھہرے گا۔

دوسرے دن یہ سب لوگ ایک وسیع خیمے میں جمع ہو گئے۔

حضرت موسیٰؑ نے بلند آواز سے کہا کہ تمام غیر متعلق لوگ اس خیمے سے دُور ہٹ جائیں۔ لوگوں نے تعمیل کی۔

اُس کے بعد زمین پھٹ گئی۔ قارون کو سب اہل و عیال اور مال و دولت سمیت نکل گئی۔ پھر اوپر سے بل گئی۔ اور ساتھ ہی زمین سے ایک آگ نکلی۔ جس نے قارون کے اڑھائی سو آدمیوں کو بھسم کر ڈالا۔

(گنتی : $\frac{14}{35}$)

مآخذ :-

- ۱ : قرآن حکیم۔
- ۲ : بائبل (گنتی)
- ۳ : پیپلز۔ ص ۶۲۶
- ۴ : ڈاب۔ ص ۳۳۲

۱۵۶۔ قرآن مُقدس

قرآن کے بہت سے پہلو و صاحت طلب ہیں۔ مثلاً :-

- ا : کہ اس کے نزول کا آغاز کب ہوا ؟
- ب : اسے موجودہ ترتیب کس نے دی ؟
- ج : اس کی حفاظت کا انتظام کیا تھا ؟
- د : سورتیں کس ترتیب سے نازل ہوئیں ؟
- ه : اس کے وحی ہونے کا ثبوت کیا ہے ؟

و : کیا اس کی زبان معجزانہ ہے ؟

ذ : اعراب کس نے لگائے ؟

وغیرہ وغیرہ -

یہاں ان تمام مطالب کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے میں اپنی معروضات کو چند مسائل تک محدود رکھوں گا۔

جمع و شران :

سنن ترمذی، مسند امام احمد اور مشکوٰۃ میں یہ حدیث موجود ہے کہ :-

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... : اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ
شَيْءٌ دَعَا بَعْضُ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُولُ ضَعُوا
هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ فِي السُّورَةِ الَّتِي يَذْكُرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا.

(جب رسول اکرم صلعم پر کوئی چیز نازل ہوتی۔ تو آپ کسی کاتب وحی کو بلانے اور فرماتے۔ کہ ان آیات کو لکھ کر فلاں فلاں سورتوں میں رکھ دو)
عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں حضور صلعم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ناگاہ آپ نے آنکھیں جھکا لیں۔ قریب تھا کہ آپ کا سر اقدس زمین کو چھو لینا۔ پھر آپ نے آنکھ اٹھائی اور فرمایا :-

اَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَأْمُرُنِي أَنْ
أَضَعَ هَذِهِ الْآيَةَ بِهَذَا الْمَوْضِعِ مِنْ
هَذِهِ السُّورَةِ اِنَّ اللَّهَ يَا مَرْبَا الْعَدَلِ.

(مسند امام احمد - ج ۴، ص ۲۱۸)
(میرے پاس جبریل آیا تھا۔ اُس نے مجھے ہدایت کی۔ کہ میں اس آیت (اِنَّ اللَّهَ يَا مَرْبَا الْعَدَلِ.....) کو فلاں سورہ کے فلاں مقام پر رکھ دوں)

اس نوع کی احادیث اور بھی ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلعم نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں قرآن کو ایک خاص ترتیب دے دی تھی۔ یہ قرآن کاغذوں، پتوں، ٹھیکروں اور چٹروں پہ لکھا ہوا تھا۔ اور حضرت عائشہؓ کے ہاں ایک صندوق میں رکھا تھا۔
روایات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ چند دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی قرآن کے نسخے تیار

کیے تھے۔ مثلاً :-

۱: محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ :

جمع القرآن علی عهد رسول اللہ خمسۃ

من الانصار۔ (سنن ابی داؤد)

(کہ حیات رسول میں پانچ انصار نے قرآن جمع کیا تھا)

ب: آپ نے وہ مشہور کہانی تو سنی ہی ہوگی کہ جب عمر بن خطاب ہاتھ میں تلوار لیے حضور کو قتل کرنے کے لیے گھر سے نکلے تو راہ میں کسی نے کہا کہ پہلے اپنے بہنوئی کی خبر تو لو۔ وہاں پہنچے۔ تو ان کے بہنوئی نے وہ اجزاء جن پر قرآن لکھا ہوا تھا۔ ادھر ادھر چھپا دیے۔
ج: عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ :

جمعت القرآن فقراءت بہ کل لیلۃ۔ فبلغ

النبی صلعم فقال اقراء فی شہر۔

(سنن ترمذی)

(کہ میں نے بھی قرآن جمع کیا تھا۔ جسے ہر رات ختم کر ڈالتا تھا۔ حضور تک یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ ایک ختم ایک ماہ میں کیا کرو۔)
د: "عمر الشیخی سے روایت ہے کہ حضور کی زندگی میں معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابوالدرداء، ابو زید اور سعید بن جید نے قرآن جمع کیا تھا۔"

(بحوالہ تاریخ القرآن - ص ۴۵)

۵: "ابو عمر اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ حیات رسول میں عثمان - علیؓ - عبداللہ بن مسعود اور حذیفہ کے مولیٰ سالم نے بھی قرآن جمع کیا تھا۔"

(ایضاً - ص ۴۵)

۶: چند ایسی امادیں اور بھی ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن جمع کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد کم از کم اتنیس تھی۔

(ایضاً - ص ۴۴)

حفاظتِ قرآن :

قرآن کی حفاظت کے لیے حضورؐ نے دو قدم اٹھائے تھے :

اول : لکھے پڑھے صحابہ کو قرآن کھنے کی ترغیب دی۔

دوم : ہزار ہا صحابہ نے قرآن کو یاد کر لیا۔

رحلتِ رسولؐ کے وقت صحابہ کی تعداد چھ لاکھ کے قریب تھی۔ آخری حج میں سو لاکھ صحابہ شامل ہوئے تھے۔ یہ لوگ خدا و رسول اور قرآن پہ جان چھڑکتے تھے۔ قرآن تیس برس میں دھیرے دھیرے نازل ہوا تھا۔ ان صحابہ کے لیے ہر روز ایک دو آیات یاد کر لینا مشکل نہ تھا۔ اس لیے قیاس یہ ہے کہ تمام صحابہ قرآن کے حافظ ہوں گے۔ لیکن اگر ہم ان کا تناسب پانچ فیصد ہی فرض کر لیں۔ تب بھی یہ تعداد بیس ہزار تک جا پہنچتی ہے۔ ان لوگوں نے برسوں حضورؐ سے قرآن سنا اور انہیں سنا یا۔ پھر اسے اصلی صورت میں کسی تبدیلی کے بغیر اگلی نسل تک پہنچایا اور یہ سلسلہ ہم تک آپہنچا۔

اللہ نے اس کی حفاظت کا ایک اور انتظام یہ کیا کہ اسے معجزانہ زبان میں نازل فرمایا۔ یعنی اسے فصاحت و بلاغت کے اُس مقام تک پہنچا دیا کہ بڑے سے بڑا ادیب، شاعر اور عالم قرآن کے اسلوب میں ایک جملہ تک نہ لکھ سکے۔

مصحف ابو بکرؓ :

جب جنگِ یمامہ (۱۱ھ) میں سینکڑوں محافظ شہید ہو گئے۔ تو حضرت مدینؓ نے حضورؐ کا مصحف جو اینٹوں، چمڑے کے ٹکڑوں وغیرہ پہ لکھا ہوا تھا۔ اپنی بیٹی عائشہؓ کے گھر سے منگوا یا اور زید بن ثابتؓ کی نگرانی میں ایک مکمل نسخہ تیار کر لیا۔

ابن حزم کتاب الفصل میں لکھتے ہیں، کہ عمرؓ بن خطاب کی وفات کے وقت اس نسخے کی ایک لاکھ نقول تک کے طول و عرض میں موجود تھیں۔ حضرت عثمانؓ نے ان میں مزید اضافہ کیا اور اس طرح قرآن پوری طرح محفوظ ہو گیا۔

سات ترا تین :

حدیث میں ہے، کہ حضورؐ نے سات قبائل یعنی قریش، طے، ہوازن، اہل یمن، ثقیف، ہذیل اور تمیم کو مقامی تلفظ میں قرآن پڑھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

اہل یمن الناس کو التات اور کلام کو شلام پڑھتے تھے۔

ارض ہذیل میں ح غائب تھی۔ وہ حق کو عقی اور حاکم کو عاکم کہتے تھے۔ اس

قسم کا اختلاف برصغیر میں بھی موجود ہے۔ دہلی والے قلم بولتے ہیں۔ اہل پنجاب کلم اور حیدر آباد دکن والے غلم۔ ذراؤت کے یہ اختلافات عہد عثمان تک چلتے رہے۔ جب حضرت عثمانؓ نے لغت قریش کی بنیادوں پر مصحف تیار کرایا تو یہ تمام اختلافات خود بخود ختم ہو گئے۔

تاریخ نزول وحی :

قاضی سلیمان منصوری، پوری تحقیق کے بعد لکھتے ہیں کہ :

” ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسم بہار میں دو شنبہ کے دن ۹ ربیع الاول ۱۰ھ عام الفیل، مطابق ۲۲ اپریل ۶۱۰ء۔ مطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ھ بمکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیشہ عالمتاب پیدا ہوئے۔“

(رحمة العالمین۔ ج ۱، ص : ۲۲)

نزول وحی کے متعلق فرماتے ہیں :

”جب آں حضرت صلعم کی عمر کے چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا۔ تو ۹ ربیع الاول ۱۰ھ میلادی۔ (مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء) کو بروز دو شنبہ روح الامیں خدا کا حکم نبوت لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔

(ایضاً۔ ص ۵۲)

شمسی سالوں کے حساب سے نزول وحی کے وقت حضور صلعم کی عمر ۲۸ سال۔ ۹ ماہ اور ۲۰ دن مٹی۔ چونکہ حضور کی رحلت ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ (اور بروایت ۱۳ ربیع الاول) مطابق ۸ جون ۶۳۲ء ہوئی مٹی۔ اس لیے شمسی لحاظ سے آپ کی عمر ۶۱ سال، ایک ماہ ۱۴ یوم اور نزول وحی کا زمانہ ۲۲ سال ۳ ماہ اور ۲۴ دن تھا۔

اعراب :

روایت ہے کہ اعراب ابو الاسود دؤلی بصری (۶۹ھ) کی ایجاد ہے۔ ہوائیوں کہ اُس نے ایک

۱۔ حضرت عثمانؓ نے چار آدمیوں کو نیا نسخہ تیار کرنے پر لگایا تھا۔ زید بن ثابت، عبد اللہ

بن زبیر، سعید بن حاص اور عبدالرحمن بن حارث۔ (ڈاس : ص ۴۸۳)

۲۔ یہاں مصنف سے سہو ہو گیا ہے۔ ۱۰ھ عام الفیل چاہیے تھا۔

۳۔ کنازہ کی ایک شاخ دُئل بن بکر کی طرف منسوب۔ حضرت علیؓ کا مصاحب۔

- (۱) زبر کے لیے حرف کے اُدپر ایک نقطہ ۔
 (ب) زیر " " " پیچھے " " "
 (ج) پیش " " " آگے " " "
 (د) تنوین کے لیے ایک نقطہ کی جگہ دو نقطہ۔

کچھ عرصہ بعد خلیفہ عبد الملک نے عجل بن یوسف ثقفی کو قرآن پر اعراب لگانے کا حکم دیا۔ اُس نے اس مقصد کے لیے حسن بصری، مالک بن دینار، یحییٰ بن یعفر، عاصم بن میمون الجعدی اور دو دیگر علماء کی ایک مجلس ترتیب دی۔ یحییٰ بن یعفر نے نقطے (ب ت ث وغیرہ) ایجاد کیے اور دیگر ارکان نے سکون، تنوین، تشدید اور حرکات کو ایک معین صورت دی۔
(تاریخ القرآن : ص ۱۳۰)

اللہ نے قرآن کے لیے کچھ صفاتی نام بھی استعمال کیے ہیں۔ مثلاً :-

البرهان	✽	الكتاب	✽	الفرقان	✽
الترجمت	✽	الہدی	✽	النور	✽
بیان	✽	احسن الحديث	✽	الشفاء	✽
تذکرہ	✽	بُشرے	✽	العلم	✽
ذکر کرے	✽	موعظہ	✽	حکمت	✽
الروح	✽	بصائر	✽	القول الفصل	✽
				السبلاغ - وغیرہ	✽

ابتداء میں کچھ عرصہ تک تعدادِ آیات میں اختلاف رہا۔ اُس کی وجہ یہ کہ بعض کاتبوں نے لمبی آیات کو دو حصوں میں بانٹ دیا تھا۔

یہ جدول ملاحظہ ہو :-

- ۴۲۰۴ : تعداد آیات اہل بصرہ کے ہاں
۴۲۱۱ : تعداد آیات اہل مدینہ کے ہاں
۴۲۱۹ : تعداد آیات اہل مکہ کے ہاں

تعداد آیات اہل شام کے ہاں : ۶۲۲۵

تعداد آیات اہل کوفہ کے ہاں : ۶۲۳۹

رفتہ رفتہ یہ اختلاف ختم ہو گیا اور اب آیات کی تعداد بسم اللہ کے بغیر ۶۲۲۷ ہے۔ سورتوں کی تعداد ۱۱۴ ہے۔ جن میں سے ۸۶ مکی ہیں اور ۲۸ مدنی۔

(ڈاکس : ص ۴۸۹)

ترتیب نزول :

سورتیں کس ترتیب سے نازل ہوئیں۔ اس میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس موضوع پر مسلم علماء کے علاوہ چند مستشرقین نے بھی تحقیق کی تھی۔ ہم جدول ذیل میں صرف کچھ سورتوں کی ترتیب بتائیں گے کہ طویل بحث کی گنجائش نہیں ہے۔

شمار	ابن عباس	جلال الدین سیوطی	سروشم میوز	پادری جے ایم۔ راڈویل
پہلی سورت	علق	علق	والعصر	علق
دوسری	ن	قلہ	والعادیات	مَدِّثَر
تیسری	مَزْمَل	مَزْمَل	زُلْزَلہ	مزمل
چوتھی	مَدِّثَر	مَدِّثَر	الشمس	الطہی
پانچویں	بُولہب	بُولہب	قریش	إِشْرَاح
چھٹی	تکویر	تکویر	-	فلق
ساتویں	اعلیٰ	اعلیٰ	قارعہ	الناس
آٹھویں	لَیل	لَیل	الباقین	فَاحِجہ
نویں	فَجہ	فَجہ	تَکَاثُر	کوثر
دسویں	صَحْی	صَحْی	ہُمَزہ	إِخْلَاص
گیارہویں	إِشْرَاح	إِشْرَاح	إِنْفِطَار	ابولہب
بارہویں	عصر	عصر	لَیل	کَافِرُون
تیرہویں	عادیات	عادیات	فیل	ہُمَزہ
چودھویں	کوثر	کوثر	فَجہ	تَکَاثُر
پندرہویں	تَکَاثُر	تَکَاثُر	بَلَد	مَاعُون

شمار	ابن عباس	جلال الدین سیوطی	سر و نیم میوز	پاری جے ایم۔ راڈ ویل
سولہویں سورت	ماعُون	ماعُون	ضَحٰی	لیل
سترہویں	کَافِرُون	کَافِرُون	اِنشَاح	قلم
اٹھارہویں	فیل	فیل	کُوْشَر	بلد
انیسویں	فلق	فلق	علق	فیل
بیسویں	ناس	ناس	اِخْلَاص	قریش
ایکسویں	اِخْلَاص	اِخْلَاص	مَدَّ ثَر	بیّنہ
بائیسویں	نجم	نجم	الولہب	طارق
تیسویں	عَبَسَ	عَبَسَ	اعلٰی	شمس
چوبیسویں	القدر	القدر	قدر	عَبَسَ
پچیسویں	شمس	شمس	غاشبہ	اعلٰی

(ڈاس : ص ۴۹۰)

ماخذ :- ۱: قرآن حکیم

۲: ڈاس - ص ۲۷۳

۳: ڈاس - ص ۲۸۳

۴: تاریخ القرآن - ص ۴۸، ۵۸، ۱۲۸

۱۵۷- الْقَرْيَةِ الَّتِي أَمْطَرَتْ مَطَرًا سَوًّا

پوری آیت یوں ہے :-

وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أَمْطَرَتْ
مَطَرًا سَوًّا فَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنها بَلْ كَانُوا لَا
يَرْجُونَ نُشُورًا . (الفرقان : ۴۰)

(اہل مکہ خصوصاً اُن کے تاجر) اُس بستی سے ہوتے ہیں۔
جس پر پتھروں کی بارشیں برسی تھی۔ کیا انھوں نے اُسے نہیں دیکھا؟
(لیکن انھوں نے اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ کیونکہ) انھیں مرنے
کے بعد جی اٹھنے کی اُمید نہیں ہے۔)

اس بستی سے مراد سُدوم ہے۔ جو قوم لوط کی سب سے بڑی بستی تھی۔ اس کے قریب
تین بستیاں اور بھی تھیں، یعنی عَمُورہ، اُفْمہ اور زُبَاتِیم (ڈاب : ص ۴۵۹)۔ سب کی سب بارڈن
کی ایک سرسبز وادی میں واقع تھیں۔ جو بحیرہ مُردار کے جنوب میں تھی۔ قُرُون وسطیٰ کے تاریخ نگاروں
کا خیال یہ تھا کہ یہ بستیاں بحیرہ مُردار میں ڈوب چکی ہیں۔ لیکن موجودہ تاریخ نگار اس سے متفق نہیں ہیں۔
ان کی رائے یہ ہے کہ ان کے آثار آج بھی اس بحیرہ کے جنوب (اور بقول بائبل، شمال) میں نظر
آتے ہیں۔

لفظ سُدوم کے معنی ہیں ”جلنا“۔ چونکہ یہ شہر گندھک اور آگ کی بارش سے تباہ
ہوا تھا۔ اس لیے سُدوم کہلایا۔ (ڈاب : ص ۴۶۰)

اس کو جیہہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بائبل کے مطابق اس شہر کا نام اُس وقت بھی
سُدوم تھا۔ جب لوط علیہ السلام نے وہاں سکونت اختیار کی تھی۔

”لوط نے ترائی کے شہروں میں سکونت اختیار کی اور سُدوم کی
طرف اپنا ڈیرہ لگایا۔“ (پیدائش ۱۳/۱۳)

اس علاقے کی تباہی یوں ہوئی :

”تب خداوند نے اپنی طرف سے سُدوم اور عَمُورہ پر آسمان سے
گندھک اور آگ برسائی اور اُن شہروں، اُس وادی اور اُن شہروں کے
رہنے والوں کو زمین کی پیداوار سمیت تباہ کر دیا۔“

(پیدائش ۱۹/۱۵)

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا
وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَابًا مِّنْ سَجَّيِلٍ مِّنْ مَّنْضُودٍ
مَّسْومَةٍ عِنْدَ رَبِّكَ۔

(هُود : ۸۲)

(پھر جب ہمارا حکم ہوا۔ تو ہم نے اُن بستیوں کو تہہ و بالا کر دیا۔ اُن پر آتش دیدہ مٹی کے ایسے گولے مسلسل برساتے۔ جن پر اللہ نے نشان لگا رکھے تھے)۔

مآخذ :-

۱: قرآن حکیم

۲: ہاتل - باب ۱۹

۳: ڈاب - ص ۴۵۹

۱۵۸- الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ

قرآن نے ایک ایسی بستی کی داستان بیان کی ہے۔ جس کے باشندوں کو اللہ نے سبت کے دن مچھلی کے شکار سے روک دیا تھا۔ پھر ہوا یوں کہ سبت کے دن مچھلیاں زیادہ ہو جاتیں اور باقی دنوں میں گھٹ جاتیں۔

وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي
كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي
السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِثَّائُهُمْ يَوْمَ
سَبْتِهِمْ شُرْعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ
لَا تَأْتِيهِمْ كَذَلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا
كَانُوا يَفْسُقُونَ -

(اعراف - ۱۴۳)

(ذرا ان سے اُس بستی کا حال تو پوچھو۔ جو سمندر کے کنارے
پہ واقع تھی اور اُس کے باشندے سبت کا احترام نہیں کرتے تھے۔
اتفاق یہ کہ سبت کے دن مچھلیاں کافی تعداد میں سطح آب پہ آ جاتیں۔
اور باقی دنوں میں غائب ہو جاتیں۔ دراصل ہم نے انھیں ان کی بدکاری

کی وجہ سے ابتلا میں ڈال رکھا تھا)۔
 یہ غالباً اُن دنوں کا ذکر ہے۔ جب ساڑھے چھ لاکھ اسرائیلی بیابانِ تیہہ میں نیمہ زن تھے،
 اور اُن کے کچھ گروہ خلیج عقبہ کے قریب سکونت پذیر تھے۔
 تفسیر ابن عباس میں اس آیت کے نیچے مرقوم ہے کہ :
 اس سے مراد قرین ہے۔ لیکن صاحبِ جلالین اس سے اُنیلہ مراد
 لیتے ہیں۔ جو عقبہ ہی کا ایک ساحلی قصبہ تھا۔

ماخذ :-

۱ : جلالین

۲ : تفسیر ابن عباس

۱۵۹- الْقَرْيَتَيْنِ (دوبتیاں)

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى
 رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ

(زُحُرُف : ۳۱)

(وہ بولے کہ یہ قرآن ان دوبتوں کے کسی بڑے آدمی پر

کیوں نازل نہیں کیا گیا۔)

دوبتوں سے مراد مکہ و طائف ہیں۔ اُس وقت مکہ کا متمول ترین اور بااثر رئیس ولید بن

مغیرہ تھا، اور طائف کا عروہ بن مسعود ثقفی۔

ملاحظہ ہوں :-

۱ : جلالین - ص ۴۰۵

۲ : ترجمہ مولانا احمد رضا خان - ص ۷۱۱

۱۶۰۔ قریش :

قرآن حکیم کی ایک سو چھٹی سورت کا نام ہی قریش ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا قُرَيْشٌ - الخ
باعتبار اشتقاق قریش قریش کی تغیر ہے۔ جس کے ایک معنی ہیں : جمع کرنا۔
کہتے ہیں کہ :

جب پانچویں صدی کے آخر میں قریش کے ایک سردار قُصَی نے خُزَاعَہ سے کعبہ کی نظامت چینی۔ تو تمام قبائل قریش کو، جو نواح مکہ کے پہاڑوں میں غربت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور ان کا گذارہ تجارتی قافلوں کی باربرداری و مزدوری پر تھا۔ مکہ میں جمع کر لیا۔ اور اس اجتماع کی وجہ سے وہ قریش کہلانے لگے۔

قریش کا ایک اور مفہوم کسب اور کمائی ہے۔
ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ لوگ عموماً قافلوں کا بوجھ اٹھانے تھے اور ان میں سے کچھ تجارت بھی کرتے تھے۔

”قریش“ اُس مچھلی کو بھی کہتے ہیں۔ جو چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے۔ چونکہ یہ قبائل بڑے بہادر، جنگجو اور متحد تھے۔ اس لیے یہ قریش کے نام سے مشہور ہو گئے۔

(معجم : ج ۷، ص ۷۱)

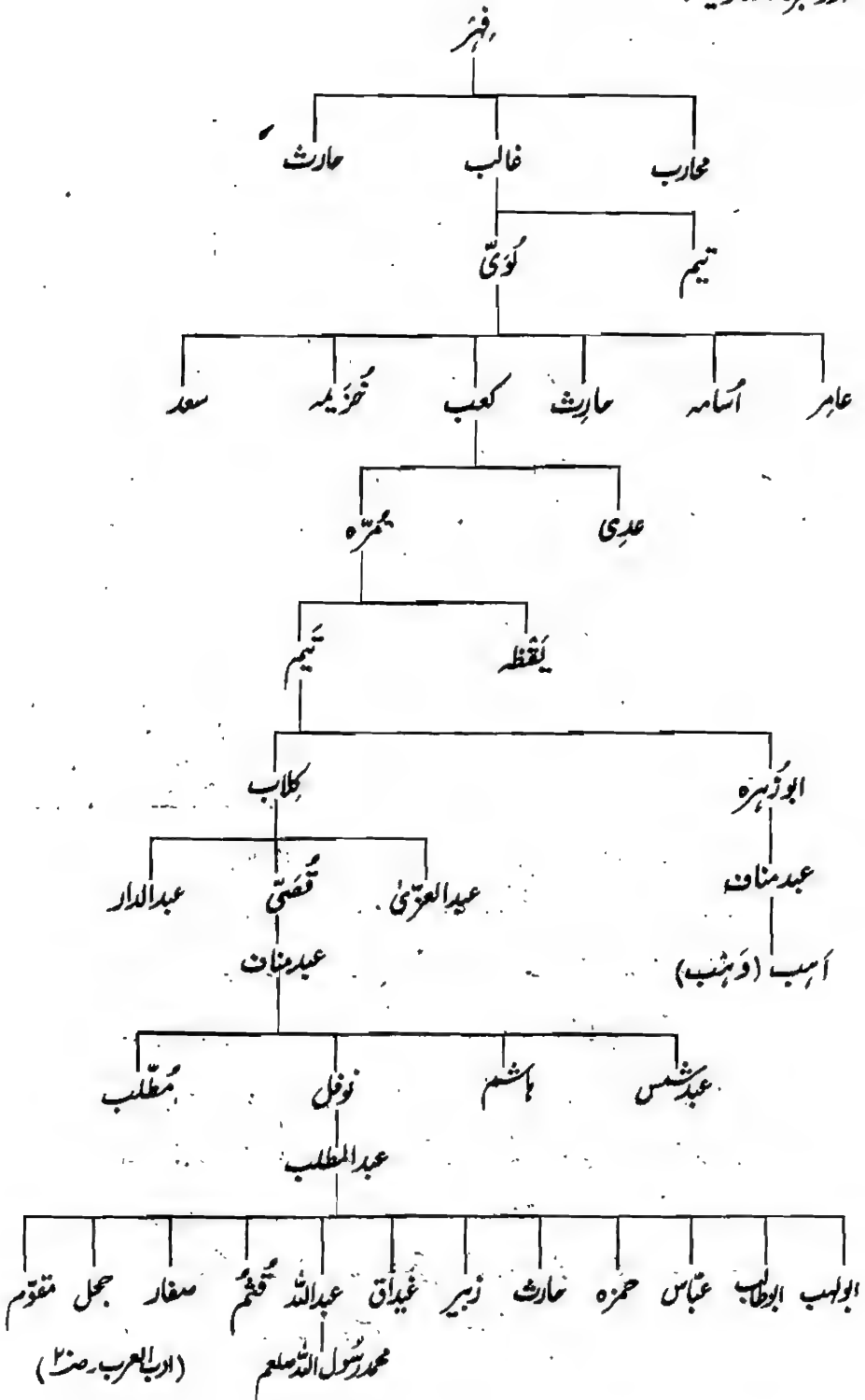
بیشتر علمائے انساب کی رائے یہ ہے کہ قریش ان قبائل کے ایک جد کا نام تھا۔ جو
فرہ بھی کہلاتا تھا۔

اس کا شجرہ اعداد یہ ہے :

فرہ	بن مالک	بن نضر	بن کنانہ	بن خزیمہ
بن مذکرہ	بن ابی اس	بن مضر	بن نزار	
بن سعد	بن عدنان	بن اذ	بن اؤد	
بن تیمع	بن سلامی	بن ثابت	بن قیدار	
بن اسماعیل	بن ابراہیم			

(نسب نامہ رسول : ص ۷)

اور شجرۂ اولادیہ :-



جب قصّی نے اپنے قبائل کو کعبہ میں جمع کیا۔ تو چند ممتاز شاخوں، یعنی : زُہرہ - اسد - تیم - مخزوم - عدی - مجاح اور سہم وغیرہ کو جو اُر کعبہ میں بسایا، اور یہ اب بھی کہلاتے گئے۔
مولانا معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ :

فاروق اعظمؓ کا تعلق عدی سے -
حضرت اُمّ الدیْنہ الکُبْرٰی کا اسد سے -
خالد بن ولید کا مخزوم سے -
عمر بن عاص کا سہم سے -
اور سعد بن ابی وقاص کا زُہرہ سے تھا۔

(مہاجرین : ج-۱، ص ۱۴)

قریش کے باقی قبائل مکہ کے کناروں پر آباد ہو گئے اور یہ قریش الظواہر کہلاتے تھے۔ سپاہی اور غازی انہی سے نکلتے تھے۔

(شاکس : ۳۶۸)

کعبہ اور قصّی :

قصّی کا اصلی نام زید تھا۔ یہ مکہ میں پیدا ہوا اور جلد یتیم ہو گیا۔ اسے اس کی ماں شام کی طرف لے گئی۔ وہاں سے یہ جوانی میں واپس آیا۔ اور کعبہ کے متولی (از خزانہ) نے اسے اپنا داماد بنالیا۔ جب یہ متولی مر گیا۔ تو قصّی نے کعبہ کی نظامت از خود سنبھال لی۔ بخزانہ نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا۔ تو اس نے اکنافِ مکہ سے اپنے تمام قبائل بلا لیے۔ اور یہ متحد ہونے کی وجہ سے قریش کہلانے لگے۔ جنگ میں خزیہ کو شکست ہوئی۔
نیز ایک ثالث نے قصّی کے حق میں فیصلہ بھی دے دیا۔
اور اس طرح نظامتِ کعبہ قصّی کے حوالے ہو گئی۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ :

متولی کی وفات کے بعد کعبہ کی چابیاں ابو غبشان (غشان) نزاری
(متولی کا مختار کار) کے حوالے ہوئیں۔ وہ ایک بدتماش شرابی تھا۔
ایک دن قصی نے اسے شراب پلا کر چابیاں خرید لیں۔ اور یوں
ابو غبشان حماقت میں ضرب المثل بن گیا۔

(کانس : ص ۴۳۳)

۱ : شاس - ص ۳۶۸

۲ : کانس - ص ۴۴۳

۳ : ادب العرب - ص ۲۰

۴ : تبعم - ج ۱، ص ۷۱

۵ : نسب نامہ رسول - ص ۸

۶ : ہاجرین - ج ۱، ص ۱۶

ک

۱۶۱۔ کعبہ :

(نیز دیکھیے : بیت الحرام)

کعبہ ایک چوکور سی عمارت ہے۔ جس کی موجودہ بلندی پچاس فٹ، لمبائی چالیس، اور چوڑائی پینتیس فٹ ہے۔

مولانا محمد مالک کاندھلوی، جو حرمین میں مدتوں رہے۔ اپنی کتاب تاریخ الحرمین (طبع ٹنڈوالہیار، ۱۳۹۰ھ، ص ۵۲) میں لکھتے ہیں، کہ :

کعبہ کا موجودہ طویل و عرض یہ ہے :-

۱ : طویل شمالاً جنوباً ۳۶ فٹ

۲ : عرض ۳۳ فٹ

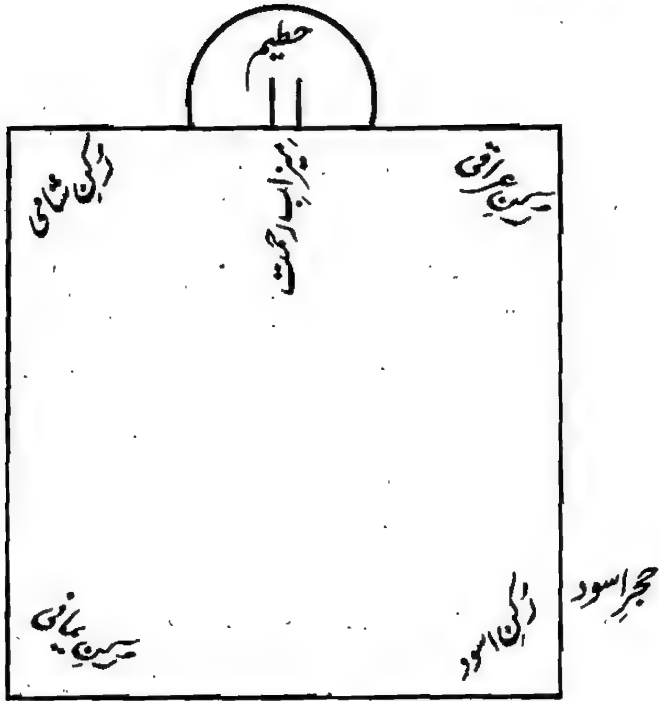
۳ : اونچائی ۴۵ فٹ ہے۔

دونوں بیانات میں کوئی نمایاں تضاد نہیں۔ پہلے مؤرخین ذراع سے ماپتے تھے، اور مولانا محمد مالک نے انگریزی گز اور فٹ سے کام لیا ہے۔ ذراع کو کوئی ۱۸، کوئی ۲۲ اور کوئی ۲۴ ہج کا بتاتا ہے۔ اور یہ اختلاف اسی بنا پر ہے۔

یہ خاکستری رنگ کے پتھروں سے تعمیر ہوئی تھی۔ جو قریب کے پہاڑوں سے نکالے گئے تھے۔ اس کی کُرسی ایک فٹ تک سب مرمَر کی ہے۔ اس کے کونے رُکن

لے : اس عنوان کی بیشتر تفصیل ”بیت الحرام“ میں آچکی تھیں۔ لیکن انہیں کچھ اضافوں کے ساتھ یہاں دہرایا گیا ہے۔

کہلاتے ہیں۔ اور مختلف ناموں سے مشہور ہیں۔
یہ خاکہ ملاحظہ ہو :-



اندوتین ستون، کئی جھاڑ۔ نیز سونے اور چاندی کے چراغ دان ہیں۔ فرش سنگ مرمر کا ہے۔ حجر اسود کئی چھوٹے چھوٹے پتھروں کا مجموعہ ہے۔ اس کے گرد پہلے سرخ پتھر اور پھر چاندی کا حاشیہ ہے۔ کعبے کا سنہری پر نالہ میزاب رحمت کہلاتا ہے۔ یہ جحید الحطیم میں گرتا ہے۔

حطیم

کعبہ کی شمالی دیوار کے ساتھ ایک نیم قوسی دائرہ حطیم کہلاتا ہے۔ اس کی دیوار تین فٹ اونچی اور پانچ فٹ چوڑی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ و اسماعیل کو اسی مقام پر بسایا تھا۔ اور وہ یہیں دفن ہوئے تھے۔ اس کی دیوار حطیم کہلاتی ہے اور گھری ہوئی جگہ حجر۔ در کعبہ کے قریب آج بھی ایک نشیب موجود ہے۔ جہاں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام گارا بناتے تھے۔ رکن عراقی کے قریب ایک چھوٹے سے گنبد کے نیچے وہ پتھر رکھا ہے،

جس پہ کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام دیوار کعبہ اٹھایا کرتے تھے۔ اس پتھر پر اُن کے آثار قدم آج بھی نظر آتے ہیں۔ مقام ابراہیم اسی کا نام ہے۔

(شاس : ص ۱۹۲)

تاریخ کعبہ :

بطلمیوس اپنے جغرافیہ (حوالہ شاس ص ۱۹۳) میں جنوبی عرب کے ایک شہر مکرؤبہ کا ذکر کرتا ہے۔

جرمنی کا ایک جغرافیہ نگار گلیر (GLASER) اپنی کتاب ”جغرافیہ عرب“ (طبع برلن ۱۸۹۰ء، ج ۲، ص ۲۳۵) میں لکھتا ہے کہ ”مکرؤبہ“ سے مراد غالباً مکہ ہے۔ یہ حبشی زبان کے ایک لفظ ”مکزاب“ (معبد - مندر) کی تحریف ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کعبہ بطلمیوس کے زمانے (دوسری صدی عیسوی) میں موجود تھا۔

(شاس : ص ۱۹۳)

تعمیر کعبہ میں تبدیلیاں :

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کعبہ صرف ایک قدر آدم اُونچا تھا اور اُس پر چھت نہیں تھی۔ نیچے کرسی بھی نہیں تھی۔ نتیجہ یہ کہ بارش کا پانی بار بار کعبے میں گھس آتا۔ اور عمارت گر جاتی۔ جب حضرت خلیل کا کعبہ گر گیا۔ تو اسے بنو جرہم نے بنایا۔ دوبارہ مسمار ہوا۔ تو عمالقہ نے تعمیر کیا۔

عمالقہ کے بعد دو ہزار برس تک بیت اللہ پہ کیا جیتی۔ تاریخ خاموش ہے۔

جب پانچویں صدی میلادی کے آخر میں کعبہ کی نظامت قصی بن کلاب (دیکھیے :- ۱۴۰- قریش) کے حوالے ہوئی۔ تو اُس نے کعبہ کو از سر نو بنایا۔ دیواریں اونچی کیں۔ لیکن پیسے ختم ہو جانے کی وجہ سے کعبہ کا ایک حصہ بے تعمیر رہنے دیا۔ حطیم اسی حصے کا نام ہے۔ قصی کے بعد اُس کا بھائی عبدالدار اس خدمت پہ مقرر ہوا۔ لیکن قصی کی اولاد اسے اپنا حق سمجھتی تھی۔ اس لیے کش مکش شروع ہو گئی۔ بالآخر شاہنشاہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ :

کلید کعبہ اور وارا الندوہ آل عبدالدار کے پاس رہے۔
اور حجاج کی مہمانی۔ مگرانی اور آب رسانی عبدالمنان بن قصی کے سپرد ہو۔

چنانچہ عبد مناف کے بعد ہاشم - پھر عبد المطلب اور بعد ازاں عبد اللہ ان خدمات کو سرانجام دیتے رہے۔

تعمیرِ شریف :

یہ غالباً ۵۹۵ھ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت کعبہ کے اندر بخور جلا رہی تھی کہ غلاف کعبہ کو آگ لگ گئی۔ اور سب کچھ جل گیا۔ قریش نے اسے از سر نو تعمیر کیا۔ جب حجر اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ یہ اعزاز حاصل کرنا چاہتا تھا۔

بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ :

جو شخص سب سے پہلے باپ صفا سے حرم میں داخل ہو۔
اُسے ثالث بنایا جائے۔

اتفاقاً وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس تھی۔ آپ نے ایک چادر منگوائی۔ اُس میں حجر اسود رکھا۔ اور تمام قبائل کے نمائندوں سے کہا کہ چادر کو مل کر اُپر اٹھاؤ۔ جب حجر اسود اپنے مقام تک پہنچا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نکال کر دست مبارک سے نصب کر دیا۔

عرب کے ایک مشہور شاعر ہمیرہ بن وہب حذرمی نے اس واقعہ پر ایک قصیدہ لکھا۔

امیر معاویہ کے بعد جب یزید مند نشین ہوا۔ تو اُس نے حضرت عبد اللہ بن زبیر کو گرفتار کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا۔ عبد اللہ کعبہ میں پناہ گیر ہو گئے۔ لیکن لشکر کے قائد حصین بن عمر نے حرم کا احترام نہ کیا۔ اور منجلیق سے اتنے پتھر پھینکے کہ کعبہ کی دیواریں بیٹ گئیں۔ چھت کے کچھ بالے ٹوٹ گئے۔ اور ساتھ ہی یزید کا چراغ حیات گل ہو گیا۔ جب یہ خبر حصین تک پہنچی۔ تو وہ واپس چلا گیا۔

بعد میں حضرت عبد اللہ نے ۶۳ھ میں بیت اللہ کو از سر نو بنایا۔ بعد از تکمیل اس پر ریشمی غلاف چڑھایا۔ ستونوں کو سونے کے پتروں سے سجایا۔ اور سونے کی کھچیاں بنوائیں۔

بعد میں عبد الملک (۴۵-۸۴ھ) نے حجاج کو حکم دیا۔ کہ شمالی دیوار گرا کر حطیم کو کعبہ سے نکال دے۔ اور اُس نے تعمیل کی۔

(خلاصہ تواریخ مکہ - ص ۳)

۳۹ھ میں سیلاب کی وجہ سے حرم پھر گر گیا۔ اُس وقت سلطان مراد خان (ترکی میں) برسرِ اقتدار تھا۔ اُس نے اسے ایک دفعہ اور تعمیر کرایا۔

آرائشِ کعبہ :

حرم کی آرائش میں مختلف اشخاص نے حصہ لیا۔ مثلاً :-

۱: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب (۶۵۷ھ) نے

کعبہ میں سونے کے دو ہرن رکھ دیے۔ جو کسی وقت ساسانی

خاندان کے جدِ اکبر ساسان (۲۲۶ھ) نے بھیجے تھے۔

۲: سونے کا پرنا ۹۸۱ھ میں سلیم ثانی عثمانی (۹۸۲ھ) نے پیش

کیا تھا۔ (۱۳۱ھ : ۲۵۷ھ)

۳: خلیفہ ولید (۸۶-۹۶ھ) نے تیس ہزار دینار کے صرف سے

ستونوں اور دروازوں پر بھی سونے کے پترے لگوائے۔

۴: امین بن ہارون عباسی (۱۹۳-۱۹۸ھ) نے مزید اٹھارہ ہزار

دینار خرچ کر کے سونے کے پتروں میں اضافہ کیا۔

۵: مقتدر عباسی (۲۹۵-۳۲۰ھ) کی والدہ نے ستونوں

پر سونے کے غول چڑھاتے۔

۶: مصر کے ایک والی ملک ناصر ایوبی (۵۴۲-۵۸۹ھ) نیز

ہند، ترکی اور یمن کے کئی سلاطین نے اس کے شبن میں اضافہ کیا۔

(خلاصہ توارخ مکہ : ص ۳-۳۲)

غلافِ کعبہ :

یمن کے ایک شیخ ابو کرب اسعد (۴۰۰-۶۲۵ھ) نے سب سے پہلے کعبہ کو یمنی چادر

کا ایک غلاف پہنایا۔ حضورؐ بھی انہی چادروں کا غلاف تیار کراتے تھے۔ فاروقِ اعظمؓ نے مصری

۱: یا قوت حموی معجم۔ ج، ”کعبہ“ کے تحت لکھنا ہے کہ غلاف چڑھانے والے

شیخ کا نام مالک بن عجلان تھا۔

کپڑے کو ترجیح دی۔ امیر معاویہ نے دریا کو انتخاب کیا۔ اس کے بعد ہر سال دریا کا غلات آتا رہا۔ جب خلافت عباسیہ کو زوال آیا۔ تو غلات کبھی مصر اور کبھی یمن سے آنے لگا۔ اس کے بعد سلاطین عثمان نے یہ کام اپنے ذمے لے لیا۔

سلیمان دوم عثمانی (۱۰۹۹ھ — ۱۱۰۲ھ) کے زمانے میں غلات مصر سے جانے لگا۔ اور یہ سلسلہ آج تک قائم ہے۔
۱۹۶۲ء میں غلات پاکستان نے بھیجا تھا۔

ماخذ :-

۱: خلاصہ تواریح مکہ - ص ۲۴-۳۴

۲: طبقات سلاطین اسلام - متفرق

۳: ڈاس - ص ۲۵۷

۴: شناس - ص ۳-۱۹۲

ل

۱۶۲- لات :

(نیز دیکھیے : ۱۴۵- ”عربی“)

یا قوت صوی لکھتا ہے (معجم - ج ۷، ص ۱۱۸) کہ لات بنو ثقیف کے ایک قیاض، بہادر اور مہمان نواز آدمی کا نام تھا۔ جب وہ مر گیا۔ تو قبیلے کو بہت صدمہ پہنچا۔ اس پر بنو خزاعہ (جو بنو جرہم کو شکست دے کر کعبہ کے متولی بن گئے تھے) کے ایک قیاض سردار عمرو بن لُحی نے اعلان کیا کہ مرحوم کی رُوح فلاں چٹان میں داخل ہو گئی ہے۔

روایت ہے کہ :

طائف کا ایک آدمی طائف میں ایک چٹان پہ بیٹھ کر حاجیوں پہ لگی اور دُودھ پیچا کرتا تھا۔ عمرو کا اشارہ اسی چٹان کی طرف تھا۔ لوگوں نے اس چٹان کا طواف شروع کر دیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس پر ایک صنم نصب ہو گیا، اس پر چھت ڈال دی گئی اور اس کا نام اللات رکھ دیا گیا۔ شروع میں تمام عرب اس کی عبادت کرتے تھے۔ بعد میں یہ صرغ ہوازن کے لیے مخصوص ہو گیا۔ لوگ اس کی قسمیں کھاتے اور اس کی طفر فسوب ہونے پہ ناز کرتے تھے۔

لات ان کے نام کا بھی جزو بن گیا تھا۔ مثلاً :

❖ زید اللات

❖ نسیم اللات اور

❖ حارث اللات

شاس (ص ۲۸۷) سے اَلْاِلَٰهَات (سورج دیوتا) کی تخریص سمجھتا ہے۔ فتح مکہ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان بن خزیمہ اور مغیرہ بن شعبہ

کولادت کی تباہی کا حکم دیا۔ انھوں نے تعمیل کی، اور جہاں لادت گرا تھا۔ وہاں جلد ہی ایک مسجد بن گئی۔

ماخذ :-

۱: منہج - ج ۷، "اللغات"

۲: شمس - ص ۲۸۷

۳: ڈاس - ص ۲۸۵

۱۶۳- لُقْمَان :

قرآن میں اللہ نے لقمان کے متعلق صرف اتنا ہی کہا ہے کہ :

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ (لقمان)

"ہم نے لقمان کو حکمت (دانش - فلسفہ - علم) سے نوازا تھا۔"
اور یہ نہیں بتایا کہ وہ کون - کیا - کہاں کا رہنے والا اور کس زمانے سے متعلق رکھتا تھا؟
اس کے متعلق علمائے اسلام نیز محققین یورپ نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ مثلاً :-

علمائے اسلام کی تصریحات :

محمد ابن اسحاق مدنی (۱۵۰ھ) کی رائے یہ ہے کہ :
لقمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بمائے ناخوڑ کا پوتا اور
باخوڑ کا فرزند تھا۔ لقمان بن باخوڑ بن ناخوڑ بن آزر۔
وسب بن وسب بن کثیر القرشی المدنی (۲۰۰ھ) کا خیال ہے
کہ یہ حضرت ایوب کا بھانجا تھا۔
مقاتل بن سلیمان ازدی خراسانی (۱۰۵ھ) اسے حضرت ایوب
کا خالہ زاد بھائی قرار دیتا ہے۔
(جلالین - ص ۳۲۲)

مدینہ کے ایک مورخ واقفی (۱۳۰-۲۰۷ھ) کی رائے
میں آپ بنو اسرائیل کے قاضی تھے۔

یہ بھی روایت ہے۔ کہ :

آپ کی عمر ایک ہزار برس تھی۔ اور آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے معاصر بھی رہے۔

(ترجمہ مولانا احمد رضا خان - حاشیہ صفحہ ۵۹)

کتاب الہدی کے مصنف مولانا یعقوب الحسن نے شعرائے جاہلی کے کلام سے لقمان جمہیری کا سراغ لگایا ہے۔ اس کے متعلق عاوث ثانیہ کے ایک سردار سمیدع بن زبیری لکھ کر ماری نے اپنے قبیلہ کے لوگوں سے کہا تھا کہ :

سَيُرَوْنَ بَنَا إِلَى هَذَا الْمَلِكِ الْحَمِيرِي
لَقَمَانِ بْنِ عَادٍ فَإِنَّ عِنْدَهُ رَشْدًا وَسِدَادًا
وَصَلَحًا لِلْعِبَادِ -

(آؤ ہم اس جمہیری بادشاہ لقمان بن عاد کے یہاں چلیں۔
کہ اُس سے ہدایت - راستی اور بندوں کی بہبود کا سبق ملتا ہے۔)
اسی کے متعلق ایک اور شاعر نے کہا تھا :-

قَدْ قَامَ مِنْ حَمِيرٍ ذُو الرِّشَادِ
لَقَمَانُهَا فَقَدْ هَدَاهُ الْهَادِي
فَخَيْرَ الْمُنْكَرِ بِالْإِسْدَادِ -

(جمہیر میں ایک صاحب ہدایت پیدا ہوا ہے۔ جسے اللہ
نے ہدایت دی ہے۔ اور اُس نے بدی کو نیکی سے بدل دیا ہے)

کہتے ہیں کہ یمن کے قبیلہ بنو لقمان کا بڑا اول یہی تھا۔ سلمیٰ بن ربیعہ کے ایک قصیدے
میں اسی قبیلے کا ذکر ہے۔

و اهل جاش و مارب

و حق لقمان و التقون

(اہل جاش و مارب - قبیلہ لقمان اور تیر انداز قبائل)

سب کے سب مٹ گئے ہیں۔
(کتاب الہدی - ص ۳۷۹)

علمائے یورپ کی رائے :

علمائے یورپ کے ایک گروہ اور خصوصاً سیل کا خیال یہ ہے کہ :
لقمان سے مراد یونان کا ایک فلسفی ایسپ (AESOP) ہے۔
جو بعض روایات کے مطابق ایک نہایت بد صورت کبوتر غلام تھا جسے
لوگ اپنے شریر بچوں کو ڈرانے کے لیے خرید کرتے تھے۔ اس کے
آخری آقا نے اس کے امثال و مواعظ سے متاثر ہو کر اسے آزاد کر دیا۔
اور لیڈیا (ترکی کا جنوب - مغربی کونہ) کے ایک بادشاہ کراسس
(CROESUS) نے اسے اپنے ہاں بلا لیا۔ اور کچھ عرصے کے بعد اسے
اپنے افکار کی تبلیغ کے لیے اپالو کے معبد میں بھیج دیا۔ اپالو یونانیوں کا
ایک دیوتا تھا۔ جو خدا سے نور کے نام سے مشہور تھا۔ اس کا مندر یونان
کے ایک شہر ڈلفی (DELPHI) میں تھا۔ وہاں اپالو کے پجاریوں
نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی ولادت ۶۲۰ ق م اور وفات ۵۴۰ ق م میں
ہوئی تھی۔
(کمپٹن انسائیکلو پیڈیا - ج ۱، ص ۳۰)

اس کی امثال انگلستان کے ایک فاضل BORRIS ARTZY BASHEFF
نے ۱۹۴۸ء میں ایڈٹ کی تھیں۔

پروفیسر گب نے مختلف مآخذ مثلاً :-

ابن اثیر : الکامل -

ثعلبی : قصص الانبیاء -

جنگل : WAS THAT MOHAMMAD ?

جے - واکر : NOT THE QURANIC WORD. وغیرہ کی بنا

پر لقمان کے متعلق ایک خاصہ علمی مقالہ لکھا ہے۔

جس کا ملخص یہ کہ :

لقمان کی داستان تین مراحل سے گزری ہے۔

پہلا مرحلہ :

پہلا مرحلہ روایات قبل از اسلام کا تھا۔ جن میں لقمان کو ایک طویل العمر بزرگ، حکیم اور بہادر کی حیثیت سے پیش کیا گیا تھا۔

ابو حاتم سجستانی اپنی تصنیف کتاب المعمرین میں لکھتا ہے کہ :
خضر علیہ السلام کے بعد لقمان کی عمر سب سے لمبی تھی۔ اور یہ
ہزار برس تک زندہ رہا۔

سٹر آر۔ بیسٹ (R. BASSET) نے لقمان پر ایک کتاب لکھی تھی۔ جو پیرس سے
۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی۔ اس میں اُس نے اُن شعراء کا ذکر کیا ہے۔ جو یا تو عہد جاہلیت سے
تعلق رکھتے تھے۔ اور یا اوائل اسلام سے۔ مثلاً :

طَرْفَه

لبید

أَلَا عَشِي

إِمْرَأَةُ الْقَيْسِ

لبید اور اِمْرَأَةُ الْقَيْسِ اسے عاد کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ طَرْفَه کے ہاں وہ قمار باز
بھی تھا۔ لیکن یہ ایک ایسا الزام ہے۔ جس کی تائید کہیں سے نہیں ہوتی۔
روایات عرب کے مطابق لقمان پہلا مُتَّقِن ہے۔ جس نے چوری کی سزا قطع یز (ہاتھ
کاٹنا) اور زنا کی رجم (سنگسار کرنا) تجویز کی تھی۔ اس نے اپنی فاحشہ بیوی کو رجم ہی سے
ہلاک کیا تھا۔

طَبْرِي (۳۱۰ھ) اور أَبُو الْفَدَا (۷۳۲ھ) کا خیال ہے کہ یہ یمن کا بادشاہ تھا۔

دوسرا مرحلہ :

دوسرے مرحلے پر لقمان کو اُمثال کا خالق قرار دیا گیا۔
قرآن نے بھی اُس کی چند اُمثال کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً :

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاعْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ

(لقمان - ۱۹)

(چال درمیانی اور آواز کو دھیمارکھ۔ کہ گدھے کی آواز
سب سے بُری ہوتی ہے۔)

کیمبرج کے ایک پروفیسر ریچرڈ ہینریس (۱۸۵۲ — ۱۹۴۱ء) نے ایک اور روایتی
حکیم و فلسفی "اخیتار" کی داستان (STORY OF AKHIKAR) لکھی تھی۔ اس میں وہ
اس بات پر کئی دلائل دیتا ہے کہ اخیتار ہی قرآن کا لقمان تھا۔ اس سلسلے وہ اخیتار کے کئی ایسے
اقوال پیش کرتا ہے۔ جو قرآن سے ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً :-

"سر جھکا کے چلو۔ دھیمی آواز میں بولو۔ کیونکہ اگر بلند آواز
سے گھر بن سکتا۔ تو گدھا ہر روز دو گھر بنا لیتا۔"

(شاس - ص ۲۸۹)

مسلمانوں میں کہتے ہی مصنفین ہیں۔ جنہوں نے اُشال (اقوال زریں) جمع کیں۔ اور جس
قول کو چاہا لقمان کی طرف منسوب کر دیا۔

دہب بن منبہ (۳۴۰ — ۴۱۱ھ) منشاء (یمن) میں قاضی تھا۔ اور اُسے ہزار بار روایات
(عربی۔ اسرائیلی وغیرہ) ازبڑ تھیں۔ اُس کی طرف یہ مبالغہ آمیز دعویٰ منسوب ہے کہ :-
"میں نے اُشال لقمان کے دس ہزار ابواب پڑھے ہیں"

(شاس - ص ۲۸۹)

ثعلبی نیشاپوری (۴۲۷ھ) کی "مجالس" میں ایک باب حکمت لقمان پر ہے۔ اس کی چند
اُشال ملاحظہ فرمائیے :-

- ۱ : اپنے بچے کو معاف نہ کرو۔ اُس کے لیے بید کی ضربیں اتنی
ہی مفید ہیں۔ جتنی باغ کے لیے کھا دیا بیج کے لیے پانی۔
- ۲ : دوست سے دوستی اتنی حد تک نبھاؤ۔ کہ اللہ ناراض نہ
ہوئے پلٹے۔

۳ : بیمار ہونے سے پہلے طبیب سے مشورہ کرو۔

کہتے ہیں کہ لقمان حضرت داؤد علیہ السلام (۱۰۱۵ — تم) کا وزیر تھا۔ اور تین سو سال
بعد تک زندہ رہا۔

تیسرا مرحلہ :

تیسرے مرحلے پر لقمان پہلے اُشال طراز اور پھر اُشال نگار کی حیثیت سے ہمارے سامنے

آتا ہے۔

جب یونانی ایسٹ کی دانش مشرق میں پھیلی۔ تو اس کی کئی حکایات و امثال لقمان کی طرف منسوب ہو گئیں۔ قدیم عربی روایات کی رو سے لقمان ایک حکیم و فلسفی تھا۔ لیکن بعد کی روایات میں بعض نے اسے ایک بد صورت یونانی یا حبشی غلام بنا دیا۔ اور کسی نے اسے ترکھان۔ درزی اور گڈر یا کہہ دیا۔ قدیم عرب اسے صرف امثال طراز سمجھتے تھے۔ لیکن قرون وسطیٰ میں جانوروں کی زبانی حکایات FABLES بھی اس کی طرف منسوب ہو گئیں۔ پہلے وہ امثال کا قوی مصنف تھا۔ لیکن بعد میں اسے امثال نگار بنا دیا گیا۔

آج سے ۷۵۸ برس پہلے ایسٹ کی اکتالیس کہانیاں۔ ایک فرانسیسی پروفیسر ڈیرن برگ DEREN BOURG (۱۸۴۴-۱۹۰۸) نے پیرس سے شائع کی تھیں۔ ان کا مخطوطہ ۱۲۹۹ء سے تعلق رکھتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ کہانیاں صدیوں سے دنیا میں رائج ہوں گی جب یہ تعلبی، میدانی اور دیگر مسلم امثال نگاروں تک پہنچیں۔ تو انھوں نے ایسٹ کو لقمان سمجھ کر کئی حکایات اس کی طرف منسوب کر دیں۔ بعض مفسرین نے لقمان کو عہد موسیٰ کا بلغم باعور قرار دیا ہے۔

چند محققین مغرب مثلاً :-

ڈیرن برگ، ایڈورڈ میئر اور بیٹھٹ (شاس ص ۲۹) کی رائے بھی یہی ہے۔ بلغم عراق میں پیدا ہوا، اور مدین میں جا بسا۔ وہاں ایک روایت کے مطابق یہ بادشاہ بن گیا۔ (گنتی ۳۱/۸)

اسے اللہ نے پیش بینی و پیش گوئی کی طاقت سے نواز رکھا تھا۔ (گنتی ۲۲/۵)

اور انبیاء میں شمار ہوتا تھا۔

جب بنو اسرائیل مواب (بحیرہ مراد کے مشرقی ساحل پہ ایک ضلع) کے میدان میں خیمہ آرا ہوئے۔ تو شاہ مواب نے بلغم کو بلایا کہ وہ بنو اسرائیل کے لیے بددعا کرے۔ پہلے تو اس نے دودھ انکار کیا۔ لیکن تیسری مرتبہ چل پڑا۔ اور شاہ مواب کو مشورہ دیا۔ کہ وہ عورتوں کو اسرائیلی خیموں میں کام کاج کی اجازت دے دے۔ ہو سکتا ہے کہ اسرائیلیوں کی ایک خاصی تعداد ان پہ مائل ہو کر بدکاری کی طرف راغب ہو جائے اور پٹ جائے۔

یہ حکیم کامیاب رہی۔ انھوں نے بدکاری کی۔ اللہ کا غضب ان پہ بھڑکا۔ چنانچہ ان میں ایک وبا پھوٹ پڑی اور چوبیس ہزار

اسرائیلی ہلاک ہو گئے۔
(گنتی - ۲۵)

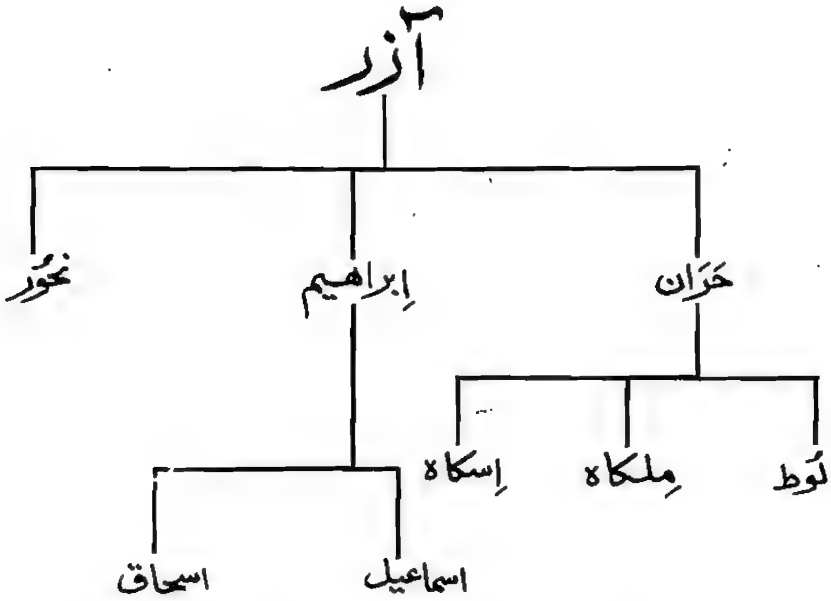
اس حرکت کا انتقام لینے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ندین پر حملہ کیا اور
بنعم اس جنگ میں ہلاک ہو گیا۔

ماخذ :-

- ۱: تفسیر طبری، طبع قاہرہ ۱۳۲۱ھ،
- ج - ۲۱، ص ۳۹ - ۵۰
- ۲: تعلی: قصص الانبیاء - طبع قاہرہ ۱۳۲۵ھ،
- ص ۲۲۰ - ۲۲۲
- ۳: شاس - ص ۲۸۹
- ۴: جلالین - ص ۳۴۴
- ۵: ترجمہ فترآن - احمد رضا خان - حاشیہ صفحہ ۵۹
- ۶: کتاب الہدی - ص ۳۷۹
- ۷: ڈاب - ص ۷۱
- ۸: ڈاس - ص ۳۹۱
- ۹: قرآن شریف
- ۱۰: بائبل
- ۱۱: کامپٹن - انسائیکلو پیڈیا۔

۱۶۴- لوطؑ

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں اٹھائیس دفعہ آیا ہے۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔
شجرہ یہ ہے :-



آپ کی دو بہنیں تھیں۔ ملکاہ اور اسکاہ۔ دونوں کی شادیاں اپنے حقیقی چچوں سے ہوئی تھیں۔
(دین ابراہیمؑ میں یہ چیز جائز تھی)۔

ملکاہ کا نکاح نحور سے ہوا۔ اور اسکاہ (جسے اکثر شارحین تورات سارہ کا مترادف سمجھتے ہیں) کا حضرت ابراہیمؑ سے۔

ابھی آزر کا خاندان اُور (بابل۔ عراق) ہی میں تھا۔ کہ لوط کے والد فوت ہو گئے اور لوط کو دادے نے اپنی تربیت میں لے لیا۔ جب بابل میں چاند کی پرستش ختم ہو گئی۔ تو آزر اپنے سارے خاندان کو لے کر شام کے ایک شہر حزران (آج کل ترکی میں ہے) میں چلا گیا۔ جہاں چاند۔ دیوی کا بہت بڑا معبد تھا۔ (پیدائش : اسم)

آزر کی وفات کے بعد لوط و ابراہیم علیہما السلام کنعان کی طرف نکل گئے اور وہاں بیت ایل

(یوروشلم سے دس میل شمال مشرق کی طرف) میں جا بھڑے۔

(پیدائش : ۱۲/۸)

کچھ عرصہ بعد وہاں کال پڑ گیا۔ اور یہ دونوں مصر کو روانہ ہو گئے۔ جب کال ختم ہو گیا تو یہ کنعان میں واپس آ گئے۔ چونکہ ان کے پاس سیم وزر کے علاوہ بڑے بڑے روٹ بھی تھے اور بیت ایل کے نواح میں اتنا چارہ نہ تھا۔ نیز ان کے چرواہے آپس میں جھگڑتے رہتے تھے۔ اس لیے ان دونوں نے طے کیا کہ ابراہیم علیہ السلام تو خبروں میں رہیں، اور ٹوٹ اُردن کی ایک سرسبز وادی میں چلے جائیں۔ جہاں کے مشہور گاؤں سدوم اور عمورہ تھے۔

(پیدائش : ۱۲/۱۱)

یہ علاقہ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ ان کے والی ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے جب حضرت ٹوٹ علیہ السلام وہاں مقیم ہوئے تو ایسا ہی ایک معرکہ پیش آیا۔ ایک طرف سدوم اور نواحی علاقے کے پانچ بادشاہ تھے۔ اور دوسری طرف عیلام۔ جو تیم وغیرہ کے چار حملہ آور۔ سدوم کو شکست ہوئی اور حملہ آور بے شمار مال و اسباب، روٹ اور قیدی لے کر واپس چل پڑے۔ ان قیدیوں میں حضرت ٹوٹ بھی شامل تھے۔ جب یہ خبر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچی۔ تو آپ نے ۳۱۸ مشاق اور بہادر خانہ زادوں (پیدائش : ۱۲/۱۴) کے ساتھ حملہ آوروں کا تعاقب کیا اور دمشق کے قریب خوبہ (بسی) میں انہیں جالیا۔ اُن سے ٹوٹ کا مال بھی چھینا۔ اور حضرت ٹوٹ علیہ السلام کو بھی چھڑا لائے۔

(پیدائش : ۱۲/۱۴)

چونکہ سدوم کے لوگ نہایت بدکار تھے۔ اور کوئی بات سُنے کے لیے آمادہ نہ تھے۔ اس لیے اللہ نے ٹوٹ کی طرف دو فرشتے بے این پیغام بھیجے کہ اس بستی کو فوراً خالی کر دو، کہ میں اسے تباہ کرنے والا ہوں۔

جب یہ وہاں سے نکل کر قریب کی ایک بستی صُغریٰ میں پہنچے۔ تو سدوم اور عمورہ وغیرہ پر آگ اور گندھک برسنے لگی۔ اور سب کچھ تباہ ہو گیا۔

(پیدائش : ۱۹/۲۵)

پیلز انسائیکلو پیڈیا (۶۵۶) میں اسے ۲۲۵۰ ق م کا واقعہ بتایا گیا ہے۔ لیکن کمپینین (۱۸۲) اسے دو سو سال بعد کا حادثہ قرار دیتا ہے۔

طبری نے زوجہ ٹوٹ کا نام و اعلہ یا ہلسا کا بتایا ہے۔ بڑی بیٹی کا ریش۔ چھوٹی کا راریہ یا صُغریٰ یا رواہ لکھا ہے۔

(شاس : ۲۹ ص)

مسکن لوطؑ :

ساحل قلزم کے ساتھ ساتھ حجاز سے شام جاتے ہوئے سب سے پہلے حجر آتنا ہے۔ جسے آج کل مرائن صالح کہتے ہیں۔ آگے ایک جنگل ہے جو ایکہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے پاس ہی تبوک ہے۔ اور اوپر اندازاً اڑھائی سو میل شمال میں بحیرہ مُردار۔ جس کے جنوبی ساحل پر سدوم کی وادی تھی۔ اس کی چار بستیاں یعنی : سدوم - عمُورہ - اذمہ اور زیبا شیم باران آتش سے تباہ ہو گئی تھیں۔ قرآن نے اس شاہراہ کو جو مین سے حلب تک باقی ہے۔ ”امامہ مبین“ (بڑی شاہراہ) کہا ہے۔ (ہجر : ۷۹)۔

اسی شاہراہ پر حجاز ریلوے تعمیر ہوئی تھی۔ جو مدینہ سے نکل کر پہلے حجر پھر تبوک، اور بعد ازاں دمشق کو جاتی تھی۔ (کتاب الہدیٰ : ۴۲۲)

وَلَوْطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ
مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ
إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسْقِيْنَ۔

(انبیاء - ۷۴)

(ہم نے لوط کو علم و دانش سے نوازا اور اُسے ایک نجیب بستی سے نجات دی۔ اس بستی کے لوگ فاسق و بدکار تھے۔)

مآخذ :-

- ۱ : مائیل
- ۲ : پیپلز : ص ۷۵۶
- ۳ : کپینین : ص ۱۸۲
- ۴ : شاس : ص ۲۹۰
- ۵ : کتاب الہدیٰ : ص ۴۲۲
- ۶ : ڈائمن : ص ۲۹۹
- ۷ : قرآن شریف

۱۶۵۔ لَيْلَةُ الْقَدَرِ :

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدَرِ

(قدر - ۱)

(ہم نے نزولِ قرآن کا آغاز لَيْلَةُ الْقَدَرِ میں کیا۔)

اس آیت کے تحت مصر کے مشہور فاضل و محقق علامہ جوہری طنطاوی (۱۹۴۰ء) لکھتے ہیں کہ :

قدر کے معنی تعین۔ اندازہ اور عظمت ہیں۔ چونکہ قرآن حکیم اُن اصولوں کی وضاحت کرتا ہے۔ جن کا لازمی نتیجہ انسانی عظمت۔ فلاح۔ آسودگی اور سکونِ قلب ہے اور اُن منازلِ رفیعہ کا پتہ دیتا ہے۔ جو حیاتِ انسانی کا نصب العین ہیں۔ اس لیے وہ رات بہت بڑی رات ہے جس میں نزولِ قرآن کی ابتدا ہوئی تھی۔
ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ :

ہر شب، شبِ قدر بن سکتی ہے۔ اگر اسے عبادت (ذکر و تسبیح) میں بسر کیا جائے۔

(الجواہر: ج ۲۵، ص ۲۴۷)

لَيْلَةُ الْقَدَرِ کا موصوع اتنا اہم ہے کہ حدیث کے تقریباً ہر مجموعے میں

اس پر متعدد احادیث ملتی ہیں۔

چند ایک یہ ہیں :-

۱ : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لَيْلَةُ الْقَدَرِ کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق تاریخوں (۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹) میں تلاش کرو۔ (بخاری)

۲ : فرمایا : میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اور اس نے بتایا کہ لَيْلَةُ الْقَدَرِ رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔

(بخاری و مسلم)

۳ : فرمایا : جو شخص ہر رات عبادت کرے۔ وہ شب قدر کو پالے گا۔ (مسلم)

۴ : ایک دن حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ : اگر میں شب قدر کو پاؤں۔ تو کون سی دعا مانگوں۔
فرمایا : اس وقت کہو :-

”اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے۔ پس مجھے معاف کر۔“

(ابن ماجہ - ترمذی - احمد بن حنبل)

۵ : فرمایا : جب لیلة القدر کا ظہور ہوتا ہے۔ تو حضرت جبریل تمام فرشتوں کے ساتھ مل کر ہر اس شخص کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں جو رات کو عبادت کرتا ہے۔ (بیہقی)

(بحوالہ مشکوٰۃ - اردو ترجمہ - ص ۸-۲۷۷)

ایک واقعہ :

فیوضِ سیلۃ القدر کی زندہ و متحرک مثال پاکستان کے ایک دراز عمر بزرگ مولانا عبدالمجید ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۸۲۲ء میں ہوئی تھی اور آج تک زندہ ہیں۔ آپ ۱۹۶۵ء تک ۵۵ حج کر چکے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادی میں انگریزوں کے خلاف لڑے۔ دیوبند کے دارالعلوم میں برسوں درس دیتے رہے اور مولانا امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی، اور مولانا محمود الحسن کے ہمراہ برسوں رہے۔ آپ کی بیٹائی بالکل درست ہے۔ دانت تین دفعہ گر کر پھر نکلے۔ بال کبھی سفید ہو جاتے ہیں اور کبھی سیاہ۔ نورانی چہرہ۔ روشن آنکھیں۔ کمر سیدھی۔ قد پانچ فٹ نو انچ۔ آج سے ایک سو پچاس سال پہلے (۱۸۲۲ء) عراق کے مشہور شہر موصل میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والدین ہندوستان میں آ گئے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد آپ مدینہ منورہ میں چلے گئے۔ وہاں تیس سال رہے۔ وہاں سے واپس آئے تو ہمالہ کی ایک دور افتادہ ریاست ہنزہ میں رہنے لگے اور آج تک وہیں ہیں۔

جب ۱۹۶۵ء میں آپ ۵۵ ویں حج سے لوٹے اور ۲۰ رجون کو لاہور سٹیشن سے گزرے، تو لاہور کے تمام علماء آپ کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے۔

آپ درازی عمر کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ رمضان کے آخری عشرہ میں محو اعتکاف تھے کہ لیلة القدر کے جلووں سے طلعتیں کانپ اٹھیں۔ آپ نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور گھبراہٹ میں رازی عمر کی اسندہ عاودی اور وہ دعا قبول ہو گئی۔

ایک دفعہ فرشتے آپ کی رُوح قبض کر کے آسمانوں پر پہنچے تو تیسرے آسمان کے ایک بڑے فرشتے نے کہا کہ ان کی عمر بڑھادی گئی ہے۔ اس لیے انہیں واپس لے جاؤ۔ جب میری رُوح دوبارہ میرے جسم میں داخل ہوئی۔ تو میرا گھر جو پہلے ماتم خانہ بنا ہوا تھا۔ ایک طرب خانہ بن گیا۔

(چٹان - اشاعت ۲۶ جولائی ۱۹۶۵ء)

ص : ۱۲ - ۱۴)

مآخذ :-

- ۱ : تفسیر الجواہر - ص ۲۲۷
- ۲ : مشکوٰۃ (ارو) ص ۲۲۷
- ۳ : چٹان ۲۶ - جولائی ۱۹۶۵ء

م

۱۶۶- مابوج (یابوج- مابوج)

یابوج مابوج کے متعلق بیشتر مفسرین نے اتنا ہی لکھا ہے کہ یہ وحشی ٹرک قبائل تھے۔ جو ہمسایہ ریاستوں پہ حملے کیا کرتے تھے۔
 مولانا ابوالکلام آزاد وہ واحد مفسر ہیں جنہوں نے یابوج - مابوج بہ ایک محققانہ مقالہ لکھا ہے۔ یہاں اسی کا اختصار پیش کیا جاتا ہے۔
 فرماتے ہیں کہ جز قبیل نبی کی کتاب (باب ۳۹) میں ایک پیش گوئی اس مفہوم کی ملتی ہے :-

” خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ اے جوج ! ابے بیشک اور
 تو بال (وحشی ٹرک قبائل) کے شاہزادے ! میں تیرا مخالفت ہوں۔ میں
 تجھے شکست دوں گا۔ تیرے چھ آدمیوں میں سے پانچ کو ہلاک کر ڈالوں گا۔
 وہاں تیری کمان تیرے بائیں ہاتھ سے چھین کر پرے پھینک دوں گا۔ اور
 تیرے تیر تیرے دائیں ہاتھ سے گر پڑیں گے..... میں مابوج نیز
 اُن لوگوں پر جو جزائر میں آباد ہیں۔ آگ بھیجوں گا۔“

(جزقی ایل : ۳۹/۷)

ایک اور پیش گوئی بکاشفہ یوحنا میں ہے :
 ” جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے آزاد
 کر دیا جائے گا۔ وہ زمین کے چاروں طرف رہنے والی قوموں ، یعنی
 یابوج — مابوج کو گمراہ کر کے لڑائی کے لیے جمع کرے گا۔ اُن کا

شمار سمندر کی ریت کے برابر ہو گا۔“

(مکاشفۃ یوحنا : ۲۰/۴)

ان اقتباسات سے چند باتیں واضح ہیں :-

اول : کہ یا جرج - ماجرج شمال کی طرف سے آئیں گے۔

دوم : ماجرج نیز اہل جزائر پہ تباہی آئے گی۔

سوم : یوحنا سے ہزار سال بعد شیطان چند اقوام کو گمراہ کر کے کسی سے لڑا دے گا۔

تاریخ ثابت ہے۔ کہ یورپ اور ایشیا کے حملہ آور ہمیشہ شمال کی طرف سے آتے رہے۔ یہ لوگ منگولیا، ترکستان اور شمال مشرقی یورپ میں آبلو تھے۔ یہ منگول، شیخین، وینڈل، گاتھ، اور تاتاری کہلاتے تھے۔

وینڈل پانچویں صدی عیسوی میں جرمنی کے شمال - مشرق سے اٹھ کر پہلے فرانس پھر سپین اور بعد ازاں شمالی افریقہ میں لیبیا تک نکل گئے۔

گاتھ بالکان کے جنوبی کنارے سے اٹھ کر تیسری صدی عیسوی میں جنوب کی طرف بڑھے، اور رفتہ رفتہ فرانس، سپین اور اٹلی میں حکومتیں قائم کر لیں۔

تیسری صدی میں تاتاری سیلاب کی طرح ایران، عراق، شام اور نیشاپور کی حکومتوں کو بہا لے گئے۔

آریوں کے جو قافلے ۲۰۰۰ قبل مسیح میں ایران و ہند کی طرف بڑھے تھے۔ وہ بھی وسطی ایشیا کی وحشی اقوام سے تعلق رکھتے تھے۔

اسی طرح وہ قبائل بھی - جنہیں روکنے کے لیے چین کے ایک بادشاہ شیہن ہوانگ ٹی نے ۲۱۴ ق م میں پندرہ سو میل لمبی دیوار تعمیر کی تھی۔

ان حملہ آوروں کے کئی دور تھے :-

پہلا دور : تاریخ سے پہلے کا ہے۔ جب وحشی قبائل شمال مشرق سے وسط ایشیا کی طرف منتقل ہو رہے تھے۔

دوسرا دور : (۳۰۰۰) تین ہزار ق م سے (۱۵۰۰) - پندرہ سو ق م تک کا تھا۔ جب یہ قبائل وسط ایشیا سے بحر اسود تک پھیل گئے تھے۔

تیسرا دور: ۱۵۰۰-ق م سے ۵۵۰ ق م تک کا ہے۔ اس زمانے میں سٹھینز بار بار شمالی پہاڑوں سے نکل کر اشوریوں (نینوی پائے حکومت) پہ حملے کرتے تھے۔ ۹۳۰-ق م میں یہ ایران کی طرف بڑھے۔ اور اور اُس کے مغربی اضلاع کو تباہ کر گئے۔

چوتھا دور: سائرس کا عہد ہے۔ (دیکھیے ذوالقرنین)۔ کوہ قاف کے ایک درے میں اسی نے دیوار بنائی تھی۔ اور بحیرہ خزر کے مغربی ساحل پر تیس میل لمبی دیوار بھی اسی نے تعمیر کی تھی۔ ان دیواروں سے غرض سٹھینز کے حملوں کو روکنا تھا۔

پانچویں دور میں منگولوں کا ایک نیا سیلاب اٹھا، جو چین کے شہروں کو بار بار لوٹتا اور تباہ کرتا تھا۔ انہی حملوں کو روکنے کے لیے ۲۴۰-ق م میں شین ہوانگ ٹی نے ڈیڑھ ہزار میل لمبی دیوار بنائی۔ یہ حملہ آور شروع میں یانگ نو (HIUNG-NU) کہلاتے تھے اور بعد میں ہنز کے نام سے مشہور ہو گئے۔

چھٹا دور: تیسری صدی عیسوی کا ہے۔ جب ان میں سے بعض قبائل نے رومی سلطنت کو سخت نقصان پہنچایا۔

ساتواں دور: چنگیز کا دور تھا۔ جب اس نے خوارزم، ایران، عراق اور شام میں داخل ہو کر اسلامی ریاستوں کو کا بلا تباہ کر دیا تھا۔ یہ واقعہ یوہنا کے مکاشفہ (۱۲۹۰ء) سے اندازاً گیارہ سو سال بعد پیش آیا تھا۔ گو مکاشفہ میں ہزار سال کا ذکر تھا۔ لیکن اولیا کی پیشگوئیوں میں سو۔ پچاس سال کا فرق ہوتا ہی ہے۔

بیشتر مورخین کی رائے یہ ہے کہ دنیا کی موجودہ اقوام حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں یعنی سام، حام اور یافث کی اولاد ہیں۔ پہلے یہ تینوں دجلہ و فرات کے دو آبے میں رہتے تھے۔ لیکن جب چند صدیوں کے بعد یہ بڑھے، پھلے اور پھیلے، تو ان کے مختلف گروہ مختلف سمتوں کو نکل گئے۔

✽ مسامر کی اولاد عراق۔ شام۔ عرب اور شمالی ایران میں آباد ہو گئی۔

✽ آل حام افریقہ کی طرف نکل گئی۔

✽ اور فرزندان یافث نے ترکستان، منگولیا اور روس کا رخ کر لیا۔ یافث کے فرزندوں میں ایک ماجوج بھی تھا۔

بنی یا فثیہ ہیں :-

✽ جَمَر ✽ مَاجُوج
✽ مادی ✽ جَاوان
✽ ثُوْبَال ✽ مِسْک
اور ✽ بَیْتِیْرَاس

(پیدائش : ۱/۲)

(اصحابِ کہف : ص ۱۱۰-۱۲۰)

اس سلسلے میں دیکھیے : ۹۷- "ذوالقرنین"

مسٹر سمتھ ڈاب (ص ۲۶۲) میں لکھتے ہیں کہ :
ماجوج شمالی خطوں میں رہتے تھے۔ ان کے پاس گھوڑے بھی تھے
اور تیرکان بھی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سٹیفینز یہی تھے۔
جز قبیل کی پیشگوئی میں جزائر پر آگ بھیجنے کی دھمکی بھی تھی۔
ابراہیم احمد بوانی اپنی کتاب "یاجوج - ماجوج" (ص ۳-۵) میں لکھتا ہے کہ :
یاجوج - ماجوج سے مراد وہ وحشی قبائل ہیں جنہوں نے
ولادتِ مسیح سے پہلے اور بعدِ برطانوی جزائر پہ حملہ کیا تھا۔ پہلے حملہ آؤر
سٹلٹس (CELTS) تھے۔ اور بعد کے آئنگلز، سیکسنز اور جوٹس۔ جو
مشرقی جرمنی سے آئے تھے۔

دوسری جنگِ عالمگیر (۱۹۳۹-۱۹۴۵ء) میں مسٹر چرچل انگلستان کے وزیرِ اعظم تھے
آپ بہت بڑے ادیب اور مورخ بھی تھے۔ جب خاتمہِ جنگ کے بعد روس کی روش معاندانہ ہو گئی تو
آپ نے ۹- نومبر ۱۹۴۵ء کو ایک ضیافتی اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا :-
"اس وقت ایک طرف یاجوج (روس) صفت آ رہا ہے
اور دوسری طرف ماجوج (یورپ)۔ اگر ان کا آپس میں تصادم ہو گیا۔
تو یہ پاش پاش ہو جائیں گے۔" (یاجوج - ماجوج - ص ۵)

اس تقریر سے واضح ہے کہ مسٹر چرچل تمام شر پسند اور مفید اقوام کو یاجوج -
ماجوج سمجھتے تھے۔

عصر حاضر کا مشہور پیش گو، مسٹر کیرو (CHEIRO) اپنی کتاب ”وِزلڈ پیریڈکشنز“ (منٹ) میں لکھتا ہے :

”لنڈن کے معنی ہیں :- سورج کا شہر۔ یہ نام اس شہر کے لیے فیثقیون نے تجویز کیا تھا۔ وہ لوگ جوش میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے سورج کا ایک مندر ایک ایسے خطے میں بنایا تھا۔ جس پر دو ستاروں (کاسٹرو اور پوگلنس) کا براہ راست اثر پڑتا تھا۔ ان ستاروں کو یا جوج و ما جوج بھی کہتے تھے۔ یہی ستارے لنڈن پر بھی اثر انداز تھے۔“

(بحوالہ یا جوج - ما جوج - ص ۵۷)
اسی کتاب میں ذرا آگے چل کر یہ واضح کیا ہے کہ یا جوج - ما جوج (ستاروں) کا اثر زمین پر اچھا نہیں تھا۔
ان تصریحات کا حاصل یہ کہ یا جوج - ما جوج شرافساد اور بدی کی علامت بن گئے تھے۔

مآخذ :-

- ۱ : اصحاب کہف - ص ۱۱۰-۱۲۰
- ۲ : یا جوج - ما جوج - ص ۱-۲۱
- ۳ : کتاب الہدی - ص ۶۳
- ۴ : بابتیل .
- ۵ : قرآن شریف

۱۶۷- ماروت (ہاروت)

یہود کے متعلق اللہ فرماتا ہے :-

وَاتَّبِعُوا مَا تَشَاءُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مَلِكٍ

سَلِيمَانَ وَمَا كَفَرَ سَلِيمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينِ

كَفَرُوا يَعْلَمُونَ السَّحَرَاءُ وَمَا أُنْزِلَ
عَلَى الْمَلَائِكَةِ بِبَابِلَ هَارُوتَ و
مَارُوتَ - وَمَا يَعْلَمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى
يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ
فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ
بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ -

(بقرہ - ۱۰۲)

(کہ انھوں نے اُس علم کو اپنا لیا۔ جسے سلیمان کے زمانے
میں شیاطین نے فروغ دیا تھا۔ اللہ کی نافرمانی سلیمان نے نہیں،
بلکہ شیاطین نے کی۔ کہ وہ لوگوں کو جادو نیز وہ علم سکھاتے تھے۔
جو بابل میں دو فرشتوں یعنی ہاروت و ماروت پہ نازل ہوا تھا۔ یہ
فرشتے جب بھی اپنا علم کسی کو سکھاتے تو ساتھ ہی ممتنبہ کر دیتے۔
کہ ہم اور ہمارا علم ایک امتحان ہے۔ کہیں اس کے غلط استعمال
سے ایمان نہ کھو بیٹھنا۔ وہ لوگ اُن فرشتوں سے صرف وہی طریقے
سیکھتے۔ کہ جن سے وہ زن و شوہر میں جدائی ڈال سکیں)۔

یہ آیت دو باتوں پہ روشنی ڈالتی ہے :-

اول : کہ حضرت سلیمان کے زمانے میں شیاطین لوگوں کو جادو
کی تعلیم دے کر ارتکابِ کفر کرتے تھے۔

دوم : کہ ایک علم بابل کے دو فرشتوں یعنی ہاروت - ماروت
پر بھی نازل ہوا تھا۔ جس سے نائدہ بھی پہنچ سکتا تھا۔
اور نقصان بھی۔ لیکن یہود اسے صرف نقصان کے لیے
استعمال کرتے رہے۔

جادو کا مقصد ہے کسی کو نقصان پہنچانا۔ عداوت ڈالنا اور بیمار کرنا۔ چونکہ یہ اعمال
کافرانہ ہیں۔ اس لیے اللہ نے جادو کو کفر کہا ہے۔ دوسری طرف ہاروت و ماروت کے علم کی

نوعیت جدا گانہ تھی۔ وہ غالباً عبادت۔ راست بازی۔ تفریح اور چند دیگر مشقوں سے روح میں ایسی طاقت پیدا کر دیتے تھے۔ جس سے فائدہ و نقصان دونوں پہنچ سکتے تھے۔ لیکن یہود اس طاقت کو تخریب کے لیے استعمال کرتے تھے۔

ابن ندیم نے ”الفہرست“ (باب التین) میں سحر پر ایک طویل مقالہ لکھا ہے۔ جس میں بتایا ہے۔ کہ جادوگر بعض غیر شرعی اعمال و حرکات سے کسی جن کو قابو کر کے اُس سے مختلف کام لیتے ہیں۔ کچھ ایسے جادوگر بھی ہیں۔ جو یہ طاقت اللہ سے حاصل کرتے اور لوگوں کے فائدے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ الطریقتۃ المحمودۃ کہلاتے ہیں۔ اور پہلا الطریقتۃ المذمومۃ۔

ابن ندیم نے مصر، ہند اور چین کے ساحروں اور اُن کے طریقوں پر بھی بحث کی ہے اور بتایا ہے۔ کہ سب سے پہلے جنات کو حضرت سلیمانؑ نے مسخر کیا تھا۔

اس موضوع (سحر) پر دمیری نے حیات الجنان (طبع قاہرہ۔ ۱۳۱۳ھ ص ۱) میں،
قزوینی نے عجائب المخلوقات (تدوین دوسن فیلڈ۔ ص ۲۷) میں،
ابن خلدون نے مقدمہ (ایڈیشن QUATREMER ص ۱۹۱) میں،
غزالی نے احیاء العلوم میں،

اور فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر (بقرہ۔ ۱۰۲) میں بحث کی ہے۔

علامہ طنطاوی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں (الجواہر)۔ کہ مسمریزم، ہینا، نزم و تنویم (کسی عمل سے سلا نایا بے ہوش کر دینا) بھی سحری کی صورتیں ہیں۔

میرا مشاہدہ :

میں ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۹ء تک گورنمنٹ کالج ہوشیار پور میں رہا۔ ایک دفعہ وہاں ایک بنگالی ساہوکار آگیا۔ اُس نے ایک نوعمر لڑکی کو اسٹول پر کھڑا کیا۔ اُس پر پانچ چھ مرتبہ ہاتھ پھیرا۔ اور وہ سو گئی۔ اُس کے بعد اس کے پاؤں کے نیچے سے اسٹول کھینچ لیا۔ اور وہ ہوا میں ٹلک گئی۔ پھر اُس نے انگلی کے اشارے سے اسے پیسے کی طرح گھومتے کا حکم دیا اور اس نے تعمیل کی۔

ایسے کئی اور مناظر بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

ہاروت ماروت :

مولانا عبدالحق دہلوی اپنی تفسیر حقانی (ج ۲، ص ۲۹۹) میں لکھتے ہیں کہ ہاروت و ماروت دو بندے تھے۔ جو فرشتوں کی طرح مقدس تھے۔

لیکن بیشتر مفتنون کی رائے یہ ہے کہ :

یہ فرشتے تھے، جو بابل میں انسانی رُوح کو قوی، مؤثر اور فعال بنانے کے لیے نازل ہوئے تھے۔ یہ ایک صینہ کے عشق میں پھنس گئے اللہ نے انھیں کسی کو تیں یا غار میں قیامت تک قید کر دیا۔ اور وہ آج تک وہیں مجبوس ہیں۔

یہاں سوال یہ ہے کہ کیا اس کہانی کی تائید کسی اور مآخذ سے بھی ہوتی ہے ؟

حضرت مسیح کا مقرب ترین حواری دوسرے عام خط^۲ میں لکھتا ہے :

”جس طرح اس اُمت میں جھوٹے نبی تھے۔ اسی طرح تم میں جھوٹے استاد بھی ہوں گے۔ جو بدعتیں ایجاد کریں گے۔ اُس مالک کا انکار کریں گے جس نے انھیں پیدا کیا تھا..... اُن کی سزا یقینی ہے..... کیونکہ جس خدا نے گناہ کرنے والے فرشتوں (غالباً ہاروت - ماروت) کو جہنم کی تاریک غاروں میں ڈال دیا۔ تاکہ عدالت کے دن (قیامت) تک حراست میں رہیں..... وہ بدکاروں کو قیامت تک سزا میں رکھنا جانتا ہے۔“

(پطرس کا دوسرا عام خط - $\frac{2}{1}$)

یہوداہ کے عام خط میں بھی اسی طرح کا ایک اشارہ ملتا ہے :

”تمہیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ خداوند نے ایک اُمت کو مصر سے نکال لانے کے بعد اُن لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ جو ایمان نہیں لائے تھے اور جن فرشتوں نے اپنے مقام کو چھوڑ دیا تھا۔ اُن کو خداوند نے قیامت تک تاریکی میں مجبوس کر دیا۔“

(یہوداہ کا عام خط : $\frac{1}{4}$)

قرآن مجید (الحکماء : ۱۳۵) لکھتا ہے کہ :

یہ دونوں فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے آخری ایام میں نازل ہوئے تھے۔

لیکن مصر کی افسانوی تاریخ، (جس کا ترجمہ موشن فیلڈ نے کیا تھا) میں مذکور ہے کہ :

”یہ فرشتے مصر کے ایک بادشاہ عَزِیَاق کے زمانے

میں آئے تھے۔“

لیکن یہ نہیں بتایا کہ عریاق کا زمانہ کون سا تھا؟

مآخذ :-

۱ : شناس - ص ۱۳۴

۲ : محمد بن زکریا قزوینی :-

عجائب المخلوقات (تدوین و سٹن فیلڈ - ص ۳۴)

۳ : دَمِیرِی - محمد بن موسیٰ مصری :-

حیات الحیوان - (طبع قاہرہ - ۱۳۱۳ھ ،

ص ۱۴۷-۱۸۷)

۴ : تفسیر حسانی : ج ۲، ص ۲۰۹

۵ : تفسیر الجواہر - ص ۸۲

۶ : فخر الرازی : تفسیر (بقرہ - ۱۰۲)

۷ : مقدمہ ابن خلدون - ص ۱۹۱

۸ : باتسبیل

۹ : قرآن حکیم

۱۶۸- مجمع البحرین :

(دیکھیے : ۱۶۸- ”الصَّخْرَة“)

۱۶۹- مجوس :

یہ لفظ قرآن میں صرف ایک دفعہ استعمال ہوا ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا
وَالصَّابِئِينَ وَالتَّصَارِيَّ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ
أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

(الحج - ۱۷)

(اہل ایمان، یہود، مجوسی، نصاریٰ، مجوس اور مشرکین کے

تنازعات کا فیصلہ، اللہ قیامت کے دن کرے گا۔)

مجوس کون تھے ؟

اس کا ایک جواب تو وہ ہے۔ جو قرآن کے اکثر مترجمین و مفسرین نے دیا ہے۔ کہ یہ آتش پرست تھے۔

ایک وہ جو عبداللہ بن فیروز آبادی نے دیا۔ کہ :

”یہ ایک گروہ ہے۔ حدود عالم اور شیطان کی قدامت و

ازلیت کا قائل۔“ (منہجی الارب - ج ۴، ص ۱۶۶)

اور ایک وہ جو ”ڈکٹری آف اسلام“ میں تھامس پنٹرک نے پیش کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ :

آج سے صدیوں پہلے کالڈیہ اور اُس کے نواح میں فلسفیوں کی ایک ایسی جماعت (فرقہ - امت) آباد تھی۔ جو اجرام سماوی اور اُن کی تاثیرات کا خاص علم رکھتی تھی۔ دانیال نبی (۵۳۵ - قم) اسی جماعت کا پیشوا مقرر کیا گیا تھا (کتاب دانیال ۱/۵)۔ یہ آگ کو مقدس سمجھتے تھے۔ مجوسی (اجرام سماوی کے پرستار) کے مخالف۔ اور بت پرستی سے متنفر تھے۔ جب ان کے عقائد و اعمال میں کجی راہ پائی۔ تو ان کی طرف چھٹی صدی قم میں زردشت مبعوث ہوا۔ جس کی

۱۔ زردشت کو زرتشت بھی لکھتے ہیں۔

الہامی کتاب اوستا کو ان کے ہاں بڑا تقدس حاصل تھا۔ اس سے پہلے
موجودیت ایران میں بہت مقبول تھی۔ اسلام آیا۔ تو یہ ختم ہو گئی۔ اب اس
کے خال خال افسانہ دُنیا میں باقی ہیں۔ یہ ایران میں گہتر اور باقی
ممالک میں پارسی کہلاتے ہیں۔

(ڈاس : مثل ۳)

آرتھر کرشنن ایران بہ عہد ساسانیوں میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایرانیوں
کے قدیم خدا دو قسم کے تھے :-

اول : دیو یا دیوتا۔ جن میں سب سے بڑا اندرا تھا۔ یہ جنگ کا خدا تھا۔
دوم : اہورا۔ جو تہذیب و شائستگی کا رب النوع تھا۔ جب ایران عہد تاریخ میں
داخل ہوا۔ تو اہورا مزدان کا خدائے بزرگ بن چکا تھا اور ان کی تہذیب
مزدائیت کہلاتی تھی۔ جب ایرانیوں میں بگاڑ راہ پا گیا۔ تو اللہ نے ساتویں
(یا چھٹی) صدی قبل مسیح میں ان کی طرف زرتشت بھیجا۔ جو بلخ (صحیح تر
اذربجان ہے) سے اٹھا تھا۔ زرتشت کی تعلیمات کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ
کائنات پر دو طاقتیں مکران ہیں :

✽ خدائے خیر یعنی یزداں اور

✽ خدائے شر یعنی آہرمن ۔

ان میں ازل سے جنگ ہو رہی ہے، اور بالآخر یزداں
جیت جائے گا۔

مغربی ایران میں مزدائی عقائد پر یونانیوں کا خاصہ اثر پڑا۔ چنانچہ
وہاں باجلی دیوتوں کی صورت و ہیئت یونانی خداؤں جیسی بن گئی۔ اہورا
مزداکو بئیل بنادیا گیا۔ اور اناہتا دیوی کو اشتتر (یونانیوں
کی ملکہ محبت) کی صورت دے دی گئی۔

(ایران بعہد ساسانیوں - مثل ۳)

اوستا :

اوستا ایران کی قدیم زبان کا نام بھی تھا، اور زرتشت کی مقدس کتاب کا بھی۔ ژند اس کی
شرح ہے۔ جو پہلوی زبان لکھی گئی تھی۔ اگر ہم ژند کو اوستائی زبان میں لکھیں، تو یہ

۱۔ : بئیل یونانیوں کا پسندیدہ جانور تھا۔

پاژند کہلائے گی۔

اوستا کے چار حصے ہیں :-

- (۱) یاسنا : جو ۷۲ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں حمدیہ گیت (بجن) ہیں۔ نیز وہ حصہ جو گاتھا کہلاتا ہے۔
 - (ب) ویشپنرڈ : اس میں بھی گیت ہیں۔
 - (ج) ویندیدا : یہ قوانین کا مجموعہ ہے۔
 - (د) یاسشت : اُن فرشتوں کی تعریف میں گیت، جو ایام ہفتہ پر حکومت کرتے ہیں۔
- ساری کتاب ۸۲ ہزار الفاظ (اندازاً تین سو صفحات) پر مشتمل تھی۔ اس کے مختلف حصے مختلف زمانوں میں منبسط ہوئے۔ عروج پارھیا کے آغاز (۲۴۸-۲۴۹) میں وندی داد کی تدوین ہوئی اور بقیہ حصے دولاگاس (اشکانی بادشاہ۔ ۵۱-۷۷) کے حکم سے لکھے گئے تھے۔
- (ایران بعہد ساسانیان : ص ۲-۴۱)

شہرستانی کی تصریح :

علامہ شہرستانی لکھتے ہیں کہ :-

اُمتِ مجوسہ کا ظہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معابعد ہوا تھا۔ ان کا امام ”موبد موبدان“ کہلاتا تھا۔ ان کے کئی فرقے تھے۔ مثلاً :-

(۱) کیومرثیہ :

ان کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ خیر و شر اور نور و ظلمت کے خدا الگ الگ ہیں۔ یعنی :

یزداں اور اُھرمن

• اُھرمن عاثر ہے۔ اور

• یزداں قدیم و ازلی۔

کیومرث (آدم) پہلا انسان تھا۔ اور

میشائہ (حوا) اُس کی بیوی تھی۔

ان کے ہاں نور ایک روحانی بنیز مادی حقیقت ہے۔ اور

ظلمت خالصتاً مادی ہے۔

(ب) زُرْوَانیہ :

ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ابتداء میں صفر نور تھا۔ اس نور نے مختلف اشخاص پیدا کیے۔ جن میں سب سے بڑا زُرْوان تھا۔ ایک دفعہ زُرْوان کے دماغ میں کسی حقیقت کے متعلق شک پیدا ہوا جس (شک) سے ابلیس نے جنم لیا۔ جو پیکر فساد و شر ہے۔

(ج) مَسِیحِیہ :

ان کا اعتقاد یہ تھا کہ نورِ اول کا ایک جزو بعد میں مسخ ہو کر ظلمت بن گیا۔

(د) زَرْدُشْتِیہ :

زَرْدُشْت کے پیرو، جو نور و ظلمت کو اللہ کی تخلیق سمجھتے تھے۔ نیز کہتے تھے کہ نور ایک حقیقت ہے۔ اور ظلمت (سایہ کی طرح) نور کے نہ ہونے کا نام ہے۔ یہ قیامت کے بھی قاتل تھے، اور غاصبِ اربعہ کے تقدس پر یقین رکھتے تھے۔
یہ کافی طویل بحث ہے۔ جس پر شہرستانی نے ۱۴ صفحات میں بحث کی ہے۔

(الکمل والنحل : ص ۲۳۰-۲۴۴)

ماخذ :-

- ۱ : قرآنِ حکیم
- ۲ : منتہی الارب - ج ۴، ص ۱۶۶
- ۳ : بائبل (کتاب دانیال : ۵/۱)
- ۴ : ڈاس - ص ۳۱۰
- ۵ : ایران بعد ساسانیان - ص ۳۰-۴۱
- ۶ : الکمل والنحل - ص ۲۳۰-۲۴۴

اور والد کا نام :

عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم
 بن عبدمناف بن قصی
 بن کلاب بن تیم بن مرہ بن کعب
 بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر
 بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس
 بن نضر بن نزار بن معد بن عدنان بن آذر
 بن اؤد بن ہمیج بن سلامان بن ثابت بن حمل
 بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم -
 ابراہیم سے آدم تک کا شجرہ "م - ابراہیم" کے تحت دیکھیے۔

ولادت :

کسے خیال تھا کہ آمنہ کا فرزند دنیائے انسانی کا ایک عظیم انقلابی لیڈر بنے گا۔ اس لیے مورتخ نے ان کی ولادت کو کوئی خاص اہمیت نہ دی اور نہ کسی نے ان کی تاریخ ولادت یاد رکھی۔ بعد میں جب وہ مزید خلافت بن گئے۔ تو لوگوں کو ان کی تاریخ ولادت کا خیال آیا۔ آپ کے والدین، چچا ابو طالب اور دادا عبدالمطلب فوت ہو چکے تھے۔ صحیح تاریخ کون بتاتا؟ اس لیے مختلف روایات چل پڑیں۔

ابن الجوزی تلمیح (مک) میں فرماتے ہیں :-

"تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ - صفحہ ۳۵۹ سے آگے :-

اس شجرہ کی رُو سے ابو زہرہ، کلاب کا بھائی ہے نہ کہ بیٹا۔ ایک اور بات یہ کہ اگر ہم آمنہ کو ذہب بن عبدمناف کی بیٹی تسلیم کریں، تو آمنہ اور تیم کے درمیان صرف تین پشتیں بنتی ہیں۔ اور دوسری طرف عبداللہ و تیم کے درمیان پانچ پشتیں ہیں۔ اس طرح حضرت آمنہ، حضرت عبداللہ سے عمر میں بہت بڑی نظر آتی ہیں۔ نسب نامہ رسول (مک) میں ذہب کو ہاشم بن عبدمناف کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت آمنہ ہاشم کی پوتی بنتی ہیں اور حضرت عبداللہ تو ہاشم کے پوتے تھے ہی۔ اس طرح وہ عمر کی وقت رفع ہو جاتی ہے۔

کی ولادت ماہ ربیع الاول کے ایک انوار کو ہوتی تھی۔ لیکن تاریخ میں اختلاف ہے۔ کوئی ۲۔ ربیع الاول بتاتا ہے۔ کوئی ۸، کوئی ۱۰، اور کوئی ۱۲ ربیع الاول۔ وہ سال کعبہ پر ابرہہ کے حملے کا پہلا اور انوشیروان کی تخت نشینی کا پچاسواں سال تھا۔ حضورؐ اس حملے سے پچاس یوم بعد پیدا ہوئے۔“

اِس (۳۶۹) میں تاریخ ولادت ۲۰۔ اگست ۵۷۰ء دی ہوئی ہے۔

اور شاس (۳۹۸) میں ۵۸۰ء۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں :-

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسم بہار میں دوشنبہ کے دن

۹۔ ربیع الاول ۵۷۰ء۔ عام الفیل، مطابق ۲۲۔ اپریل ۵۷۰ء اور

یوم جہیثہ ۶۲۸ء ہجری کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیر المصاب پیدا ہوئے۔“

(رحمۃ للعالمین - ج ۱، ص ۲۲)

نیچے حاشیہ میں فرماتے ہیں :-

”سب سیرت نگار اِس بات پر متفق ہیں کہ دوشنبہ کا دن ۹۔

ربیع الاول کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا۔ اِس لیے

۹۔ ربیع الاول ہی صحیح ہے۔ محمد طلعت بیگ نے ”تاریخ دول العرب

والاسلام“ میں ۹۔ ربیع الاول کو صحیح قرار دیا ہے۔“

(ایضاً۔ ص ۴۲)

والدین کا انتقال :

آپؐ کے والد محترم حضرت عبداللہ کا انتقال آپؐ کی ولادت سے پہلے ہو گیا تھا اور والدہ محترمہ کا اُس وقت جب آپؐ کی عمر چھ سال تھی۔

بعد از ولادت :

ولادت کے بعد آپؐ کے دادا عبدالمطلب آپؐ کو کعبہ میں لے گئے۔ وہاں دُعا مانگی۔ ساتویں

دن قربانی کی۔ اور ردّو سائے قریش کو ایک دعوت پہ بلایا۔

جس میں آپؐ کا نام محمدؐ رکھا۔

دایہ :

آٹھویں روز حضرت آمنہ نے آپ کو دودھ کے لیے پہلے سَوْنِبَہ (الوہب کی کنیز) اور چند روز بعد حَلِیْمَہ سَحَدِیَہ بنت عبد اللہ ابو ذب بن الحارث کے حوالے کیا۔ حلیمہ انہیں اپنے قبیلہ بنو سعد میں لے گئی۔ وہ سال میں دو بار بچے کو والدہ سے ملانے کے لیے مکہ میں لاتی، اور پھر چلی جاتی۔ دو برس بعد جب رضاعت کا زمانہ ختم ہو گیا۔ تو عبد المطلب نے بچے کو پھر حلیمہ کے حوالے کر دیا۔ تاکہ وہ صحرائی ماحول میں پلے۔ اور چھ برس کے بعد واپس لے لیا۔ آپ گھر آئے ہی تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ دو برس بعد (۳۵ء) عبد المطلب چل بسے۔ اور آپ ابوطالب کی نگرانی میں پلنے لگے۔ نو برس کی عمر میں آپ غلوت پسند ہو گئے۔ اور تنہا تنہا رہنے لگے۔

تجارت :

بارہ برس کی عمر میں اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ ایک تجارتی سفر پر گئے، اور شام کے ایک شہر بُعْرٰی میں بُحَیْرَہ راہب سے ملے۔ اُس نے ابوطالب کو ہدایت کی کہ :
بھتیجے کی حفاظت کرے۔ کیونکہ نبی آخر الزماں یہی ہے۔

(رحمۃ للعالمین : ۲۵)

اُمّہات المؤمنین :

اس عنوان کی تفصیل :-

شمار ۲۲۔ ”ازواج النبی“ کے تحت دیکھیے۔

حجر اسود کی تنصیب :

تفصیل ۱۶۱۔ ”کعبہ“ کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

دیگر کوائف اس جدول میں دیکھیے :-

نمبر شمار	عنوان	تاریخ	تفصیل
۱	ہجرت حبش	۴۱۵ء	یہ نبوت کے پانچویں سال (۴۱۵ء) میں ہوئی۔ مسلمانوں کے دو قافلے حبشہ کو گئے۔ پہلے میں ۱۲ مرد، اور چار عورتیں تھیں۔ اور دوسرے میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں۔ پہلے قافلے میں حضرت عثمانؓ اور حضور صلعم کی دختر رقیہؓ بھی تھیں۔ دوسرے میں جعفر طیار شامل تھے۔
۲	حزہ اور عمر کا اسلام	۴۱۶ء	حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ بن خطابؓ چھٹے سال نبوت میں اسلام لائے۔
۳	شعب ابی طالب میں قید	۴۱۷ء ۴۲۰ء	نبوت کے ساتویں سال حضور صلعم کو ان کے سارے خاندان سمیت شعب ابی طالب میں قید کر دیا گیا۔ یہ بندش تین سال تک جاری رہی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہم میں کوئی فرق نہ آیا۔
۴	ابوطالب کا انتقال	۴۲۰ء	دسویں سال نبوت میں ہوا۔
۵	خدیجہ الکبریٰ کا انتقال	۴۲۰ء	ابوطالب کی وفات سے تین دن بعد۔
۶	معراج	۲۲-۴۲۰ء	قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں (رحمۃ للعالمین - ج ۱، ص ۸۶) کہ حضور صلعم معراج کے لیے ۲۷ رجب ۳۱ء نبوت کو روانہ ہوئے تھے۔ اور ڈاس (ص ۳۷۴) اسے بارہوی

نمبر شمار	عنوان	تاریخ	تفصیل
۷	بیعت عقبہ اولیٰ	۶۲۲-۶۲۱	سال نبوت کا واقعہ قرار دیتا ہے۔ ہمارے بیشتر سیرت نگاروں نے اسی راستے کو ترجیح دی ہے۔ گیارہویں سال نبوت میں مدینہ کے چھ آدمی رات کے وقت حضور صلعم کے پاس آئے۔ آپ انھیں جڑا اور منیٰ کے درمیان ایک مقام ”عقبہ“ پر لے گئے۔ اور اسلام کی حقیقت بھائی۔ وہ اسلام لے آئے۔ اور مدینہ میں جا کر تبلیغ کرنے لگے۔ سال بعد مدینہ سے بارہ آدمی آئے۔ اور حضور صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ یہ مقامی بیعت اولیٰ۔
۸	بیعت عقبہ ثانیہ	۶۲۲ھ	تیرہویں سال نبوت میں مدینہ سے ۴۳ مرد اور دو عورتیں آئیں۔ سب نے اسی مقام پر بیعت کی۔
۹	حضور صلعم کی ہجرت	۱۲- ستمبر ۶۲۲ھ	حضور، حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر ٹکا کر خود ابو بکر صدیقؓ کے گھر گئے۔ انھیں ساتھ لے کر مکہ سے نکلے۔ چار میل آگے جا کر جبل نور کی ایک غار میں چھپ گئے۔ اور تین راتیں وہیں گزاریں۔ چوتھی رات کو وہاں سے نکل کر مدینہ کی طرف چل دیے۔ انھیں اس غار میں خورو و نوش کی اشیاء حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر سے جاتی تھیں۔

نمبر شمار	عنوان	تاریخ	تفصیل
۱۰	قباء میں پہنچنا۔	۲۳۔ ستمبر ۴۲۲ھ	گیارہ روز کے سفر کے بعد حضور ۲۳۔ ستمبر ۴۲۲ھ کو مدینہ کی ایک بیرونی بستی قباء میں پہنچے۔ پہلے کلثوم بن ابیدم کے ہاں ٹھہرے پھر سعد بن خنیسہ کے ہاں منتقل ہو گئے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ نے بنو عمرو بن عوف کے ہاں قیام کیا تھا۔ آپ قبا میں تین دن اور بروایت تیرہ دن رہے۔
۱۱	مدینہ میں ورود	۲۴۔ ستمبر ۴۲۲ھ	آٹھ جمعہ کے دن مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ پہلے بنو سالم کے محلے میں پہنچے۔ وہاں ایک سو صحابہ و انصار کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اسلام میں یہ پہلا خطبہ جمعہ تھا۔ اس کے بعد آپ سوار ہو کر چل پڑے۔ آپ کی ناقہ حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی۔ چنانچہ آپ اترے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد ایک الگ گھر میں منتقل ہو گئے۔ (تفصیح۔ ص ۱۹)
۱۲	بعد از ہجرت	۴۲۲ھ	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی میں سب سے شمار واقعات پیش آتے تھے۔ مثلاً :-
۱۳	مدینہ میں پہلا سال	۴۲۳ھ	مدینہ میں پہنچ کر پہلے مسجد پھر اپنا گھر بنایا۔ اور حضرت ابو بکر انصاری

نمبر شمار	عنوان	تاریخ	تفصیل
۱۴	مدینہ میں دوسرا سال	۶۲۴ء	<p>کے گھر سے اُٹھ آئے۔ ہاجرین و انصار میں اخوت کی بنا ڈالی۔ اور بلالؓ کو مؤذن مقرر کیا۔</p> <p>اس سال اللہ نے کعبہ کو قبلہ قرار دیا۔ ہوائیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۵۔ شعبان کو منگل کے دن چند صحابہ کے ہمراہ بنو سلمہ کے ایک معزز فرد آدم بشر بن البراء کے ہاں کھانے پر مدعو تھے۔ فارغ ہو کر انہی کی مسجد میں نماز ظہر کے لیے گئے۔ آپ دوسری رکعت میں بحالت رکوع تھے، کہ تبدیلی قبلہ کا حکم آگیا۔ آپ فوراً کعبہ کی طرف مڑ گئے۔ اور وہ مسجد مسجد القبلتین کہلانے لگی۔</p> <p>۲۔ اسی سال معرکہ بدر پیش آیا۔</p> <p>۳۔ نیز حضور صلعم کی بیٹی حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا۔</p> <p>۴۔ حضرت عائشہؓ حرم نبویؐ کی زینت بنی۔</p> <p>۵۔ حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہ الزہراءؓ کا نکاح ہوا۔</p> <p>۶۔ اور آیہ رمضان نازل ہوئی۔</p> <p>اس میں حضرت حفصہؓ اور زینب بنت جحشؓ کی حرم نبویؐ میں</p>
۱۵	مدینہ میں تیسرا سال	۶۲۵ء	

نمبر شمار	عنوان	تاریخ	تفصیل
۱۴	مدینہ میں چوتھا سال	۴۲۶ھ	<p>تشریف لائیں۔</p> <p>حضرت حسن رضی کی ولادت ہوئی۔</p> <p>امجد کا واقعہ پیش آیا۔</p> <p>اور شراب حرام ہوئی۔</p> <p>اس میں حضرت عیینہ پیدا ہوئے۔</p> <p>قصر سلوۃ کی اجازت ملی۔</p> <p>حضرت اُم سلمہ رضی حضور صلعم کے نکاح میں آئیں۔</p> <p>یتیم کی آیت نازل ہوئی۔</p> <p>ذات الرقاع کا واقعہ پیش آیا۔</p> <p>اور حضرت عائشہ رضی کے خلاف بہتان تراشا گیا۔ بعض کے ہاں یہ پانچویں سال میں ہوا تھا۔</p>
۱۷	مدینہ میں پانچواں سال	۴۲۷ھ	<p>اس میں دومتہ الجندل، خندق اور قریطہ کے معرکے ہوئے۔</p> <p>زینب بنت جحش حضور صلعم کے نکاح میں آئیں۔</p> <p>اور آیہ حجاب نازل ہوئی۔</p>
۱۸	مدینہ میں چھٹا سال	۴۲۸ھ	<p>یہ ”معاهدة حدیبیہ“ کا سال ہے۔</p>
۱۹	مدینہ میں ساتواں سال	۴۲۹ھ	<p>اس سال غزوہ خیبر ہوا۔ اور خیبر کے ایکسہودی سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت الحارث نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھونی ہوئی بکری زہر ڈال کر کھلائی۔ اسی سال</p>

نمبر شمار	عنوان	تاریخ	تفصیل
۲۰	مدینہ میں آٹھواں سال	۴۳۰ھ	<p>صفیہؓ، میمونہؓ اور ام حبیبہؓ حرم نبویؐ میں داخل ہوئیں۔ ✽ اور اسکندریہ کے والی مقوقس نے حضور صلعم کی خدمت میں تین تحائف بھیجے :-</p> <p>۱۔ ماریہ (کنیز) ۲۔ زکدلی (نچر) ۳۔ اور یعفر (گدھا) اس سال مؤتہ کی جنگ ہوئی۔ ✽ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اسلام لائے۔ ✽ ذات السلاسل کا معرکہ پیش آیا۔ ✽ زینب بنت رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی۔ ✽ ہمدانیہ کے بطن سے ابراہیم پیدا ہوا۔ ✽ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں فاختانہ داخل ہوئے۔ ✽ اور واپسی پر یمن و طائف کے معرکے پیش آئے۔ اس میں غزوہ تبوک پیش آیا۔ ✽ شاہ حبشہ نجاشی اور حضورؐ کی ایک مؤخر اُم کلثوم کا انتقال ہوا۔ ✽ اور مسجد ضرار منہدم کی گئی۔</p>
۲۱	مدینہ میں نواں سال	۴۳۱ھ	

نمبر شمار	عنوان	تاریخ	تفصیل
۲۲	مدینہ میں دسواں سال	۴۳۲ھ	اس سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حج کیا۔ ۱۰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا۔ ۱۱ اور سورۃ اِذَا حِجَّاءُ نَصَرَ اللّٰهَ وَ الْمُنْتَجِ نَازِلٌ یُّوْنِیْ۔ (تفہیم - ص ۲۰-۲۲)
۲۳	مدینہ میں گیارہواں سال	۴۳۲ھ	گیارہویں سال ہجرت کا دوسرا حینہ یعنی صفر گزرنے والا تھا۔ کہ آپ ۲۹ - صفر کو بیمار ہو گئے۔ اور تیرہ دن تک بسترِ علالت پر رہے۔ البتہ نمازِ جماعت میں باقاعدہ شامل ہوتے رہے۔ رحلت سے تین دن پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد نزع کی کیفیت طاری ہو گئی۔
۲۴	رحلت	۴۳۲ھ	آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھایا اور فرمایا : اَللّٰهُمَّ الشَّرِیْفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ پھر ہاتھ ٹھک گیا، اور رُوحِ انور جنیدِ اطہر سے پرواز کر گئی۔ یہ سوموار کا دن تھا۔ چاشت کا وقت اور تاریخ یقینی :- ۱۲ - ربیع الاول ۴۳۲ھ - مطابق ۸ - جون ۴۳۲ھ - (رحمۃ للعالمین - ج ۱، ص ۳۲۲)

صحیح تاریخ و فتا:

آج ریاضی کا علم اتنی ترقی کر چکا ہے کہ ہم ہجری کی ہر تاریخ کو سال عیسوی سے تطبیق دینے کے بعد دن اور مہینہ بھی معلوم کر سکتے ہیں۔

یہ فارمولہ مجھے بھی معلوم ہے۔ میں نے حساب لگایا۔ تو معلوم ہوا کہ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱۳۰ھ کو اتوار تھا۔ اور جون ۱۹۳۲ء کی گیارہویں تاریخ۔ اگر حضورؐ کی رحلت سوموار کو ہوئی ہو۔ تو وہ ۱۳ ربیع الاول (۱۲۔ جون ۱۹۳۲ء) کو تھا۔

ڈکٹنری آف اسلام (ص ۳۸۹) میں تاریخ رحلت ۱۳۔ ربیع الاول ہی درج ہے لیکن منصف نے سال عیسوی سے صحیح تطبیق نہیں دی اور ۸۔ جون لکھ دی۔ حالانکہ ۸۔ جون ۱۹۳۲ء کو جمعرات تھی۔

تمام سیرت نگاروں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ :

- ❖ حضورؐ سوموار کو پیدا ہوئے تھے۔
- ❖ سوموار ہی کو نبوت ملی۔
- ❖ سوموار کے دن ہجرت کی۔
- ❖ مدینہ میں سوموار کو داخل ہوئے۔ اور
- ❖ سوموار ہی کے دن رحلت فرمائی۔

غسل:

حضورؐ کو غسل دیتے وقت کئی صحابہ موجود تھے :

- ❖ فضل بن عباس اور قثم بن عباس جسید مبارک کو ادا دل بدل رہے تھے۔
 - ❖ حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے۔
 - ❖ اسامہ بن زید اور شقران (حضورؐ کا آزاد کردہ غلام) پانی ڈال رہے تھے۔ اور
 - ❖ حضرت عباسؓ پاس کھڑے تھے۔
- (تلفیح - ص ۳۹)

تدفین:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم کو لحد میں اتارنے اور تدفین میں حضرت عباسؓ۔ علیؓ۔ فضل بن عباس اور بروایت اسامہ بن زید، عبدالرحمان بن عوف، اوس بن خولہ انصاری اور

عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے حصہ لیا۔ خاک ڈالنے سے عین پہلے مغیرہ بن شعبہ کی انگوٹھی قبر میں گر گئی۔ اور اُسے نکالنے کے لیے خود مغیرہ قبر میں اترے۔ یوں کہیے کہ حضور صلعم سے آخری ملاقات کا فخر مغیرہ کو حاصل ہوا تھا۔
(ایضاً۔ ص ۳۹)

غزوات و سرایا :

حیاتِ رسولؐ میں دو قسم کی جنگیں ہوئیں :-
* ایک وہ جن میں خود حضورؐ بھی شامل تھے۔ مثلاً بدر، احد، خندق، خیبر وغیرہ۔ یہ غزوات کے نام سے مشہور ہیں۔
* اور دوسری وہ جن میں حضورؐ شامل نہیں تھے۔ یہ سرایا (سرتیہ کی جمع) کہلاتی ہیں۔ ان تمام کی تعداد چودہ (۱۴) ہے۔ ان میں ۲۴ غزوات تھے اور ۵۸ سرایا۔

ان سب پر بحث کرنے کے لیے طویل کھلت چاہیے۔ جو مجھے میسر نہیں۔ اس لیے یہاں صرف غزوات پر اکتفا کرتا ہوں۔

پوری بحث کے لیے ابن الجوزی کی تلیق از ص ۲۲ تا ۳۴ ملاحظہ فرمائیے۔

شمار	غزوہ	مقام	تاریخ	سردار لشکر	صحابہ کی تعداد	نتیجہ
۱	غزوۃ ابواء	ابواء مکہ و مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ ہے۔	صفر ۲ھ	حضورؐ	x	مقصد قریش کے ایک تجارتی قافلے کو پکڑنا تھا۔ لیکن وہ نکل چکا تھا۔ حضور صلعم ۱۵ یوم کے بعد لوٹے۔
۲	غزوۃ بواط	بواط حنینہ	ربیع الاول	حضورؐ	۲۰۰ صحابہ	یہ بھی ایک تجارتی قافلے

۱: سرایا، سرتیہ کی جمع ہے۔ لفظی معنی: لشکر۔ مراد کوئی مہم۔
خواہ وہ فوجی ہو یا تبلیغی۔

شمار	غزوہ	مقام	تاریخ	سردار لشکر	معاہدہ کی تعداد	نتیجہ
		کا ایک پہاڑ ہے۔ مدینہ سے کوئی ۴۰ میل مغرب کی طرف۔	۲ھ			کو پکڑنے کی مہم تھی۔ اس قافلے میں ۲۵۰۰ اونٹ اور ۱۰۰ قریش تھے۔ لیکن قافلہ نکل گیا۔
۳	غزوہ کُرز	کُرز بن جابر ابغہری نے مدینہ کی ایک چراگاہ پہ حملہ کر کے بہت نقصان کیا تھا۔	ربیع الاول ۲ھ	حضور	-	حضور کُرز کے تعاقب میں بدر تک گئے۔ لیکن وہ نکل گیا۔
۴	غزوہ ذوالعُشیرہ	مدینہ کے مغرب میں یثیع کی طرف بنو مدلج کا ایک مقام۔	جمادی الاخریٰ ۲ھ	حضور	۲۰۰	مقصد ایک تجارتی قافلے کو پکڑنا تھا۔ لیکن وہ نکل چکا تھا۔
۵	غزوہ بدر	مدینہ سے ۴۰ میل جنوب مغرب کی طرف ایک وادی۔	۱۷ رمضان ۲ھ	حضور	۳۱۳	۶۰ قریش ہلاک ہوئے اور ۶ قید۔
۶	غزوہ بنو قینقاع	مدینہ میں یہود کا ایک قبیلہ۔	شوال ۲ھ	حضور	-	پندرہ یوم کے محاصرے کے بعد ان لوگوں نے صلح

شمار	غزوہ	مقام	تاریخ	ردار لشکر	صحابہ کی تعداد	نتیجہ
						کی استدعا کی۔ آپ نے اُن سے ہتھیار لے کر انہیں معاف کر دیا۔
۷	غزوۃ سَوِیق (سَوِیْق)	یہ جنگ مدینہ سے تین میل پر ایک موضع غزیرِ نض میں ہوئی تھی۔	۵ ذوالحجہ ۳۲ھ	حضور	۸۰ سوار	الہسفیان ۲۰۰ جوانوں کے ہمراہ مدینہ پر حملہ آور ہوا حضورؐ مقابلہ کے لیے نکلے۔ تو وہ ستر کے تھیلے لگا کر بھاگ گیا۔ اور یہ غزوۃ سَوِیق کے نام سے مشہور ہو گیا۔
۸	غزوۃ قَوْقَرۃ الْکَذَّ	مدینہ سے کوئی ساٹھ میل مشرق میں ایک مقام۔	۴ محرم ۳۳ھ	حضور	۲۰۰	اس مقام پر بنو نضیم اور غطفان حملے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ جنگ میں حضورؐ صلعم کے ہاتھ پانچ سو اونٹ لگے۔ جنہیں آپ نے صحابہ میں تقسیم کر دیا۔
۹	غزوۃ غطفان	یہ واقعہ مدینہ کے شمال مشرق	۱۲ ربیع الاول	حضور	۲۵۰	وہاں بنو ثعلبہ اور عمارب جمع ہو گئے۔

شمار	غزوہ	مقام	تاریخ	سردار لشکر	صحابہ کی تعداد	نتیجہ
۱۰	غزوہ بنو سلیم	یہ واقعہ حجاز	جادی الاول	حضور	۳۰۰	دشمن پہلے ہی
						<p>جب حضور صلیم پہنچے تو وہ بھاگ گئے۔ دن کے وقت حضور ایک درخت تلے آرام فرما رہے تھے کہ کفار کا سردار دشمنوں کی حارث تلوار لے کر سر پہ آگیا۔ اور حضور صلیم کو جگہ کر پوچھنے لگا کہ : ”بتاؤ۔ تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟“ فرمایا : ”اللہ“ معا جبریل نے اُس کے سینے میں دو ہتھ مارا۔ وہ گر گیا۔ اور اُس کی تلوار دور جا پڑی۔ معا حضور صلیم تلوار لے کر اُس سے پوچھنے لگے : ”اب تمہیں کون بچائے گا؟“ وہ فوراً کلمہ پڑھ کر اسلام لے آیا۔</p>

شمار	غزوہ	مقام	تاریخ	رداء لشکر	صحابہ کی تعداد	نتیجہ
		کے ایک مقام بَحْرَان میں ہوا تھا۔	۳ھ			بھاگ گیا۔
۱۱	غزوۃ اُحُد	مدینہ کے پاس ایک پہاڑ	۷ شوال ۳ھ	حضور	۱۰۰۰	قریش ۳۰۰۰ تھے۔ نتیجہ :- شہداء ۷۰ - اور مقتولین قریش ۲۳۔
۱۲	غزوۃ حَمَآءِ الْأَسَد	مدینہ سے آٹھ میل شرق میں ایک جگہ۔	۸ شوال ۳ھ	حضور	-	یوم اُحد کے دوسرے روز حضور کفار کی تلاش میں گئے لیکن مدد پاسکے۔
۱۳	غزوۃ بنو نَضِیْر	بنو نضیر یہود مدینہ کا ایک قبیلہ تھا۔	ربیع الاول ۳ھ	حضور	-	پندرہ دن کے محاصرے کے بعد وہ مدینہ چھوڑنے پر راضی ہو گئے۔
۱۴	غزوۃ بَدْرُ الْمُؤَعِد	ایک مقام جہاں زلیقہ کے پہلے ہفتے میلہ لگنا تھا۔	ذی قعدہ ۳ھ	حضور	۱۵۴۰ سوار	ابوسفیان دو ہزار جوانوں کے ساتھ آیا تھا۔ لیکن مقابلے میں نہ آیا۔
۱۵	غزوۃ ذَاتُ الرِّقَاع	مدینہ سے تین میل دور	محرم ۳ھ	حضور	-	قبائل بھاگ گئے۔

شمار	غزوہ	مقام	تاریخ	ردار لشکر	صحابہ کی تعداد	نتیجہ
		ایک رنگ بزرگا پہاڑ				
۱۴	غزوۃ دُومَةُ الْجَنْدَل	شمالی عرب کا ایک شہر۔ ۱۵۔ دن کی مسافت پر تھا۔	۵۔ ریح الاول ۵ھ	حضور	۱۰۰۰	دُشمن ہجاک گیا۔
۱۷	غزوۃ الْکَمَرِ یَسِیع	یہ بدر کے جنوب میں بنو خزاعہ کا ایک چشمہ تھا۔	۲۔ شعبان ۵ھ	حضور	-	قبائل کو شکست ہوئی۔
۱۸	غزوۃ خندق	یہ خندق مدینہ ہی میں کھودی گئی تھی۔	۸۔ ذیقعدہ ۵ھ	حضور	۳۰۰۰	قریش نے ابوسفیان کی قیادت میں حملہ کیا۔ ساتھ قبائل بھی شامل ہو گئے۔ ان کی تعداد بیس ہزار تک جا پہنچی۔ سب کو ایک آندھی نے منتشر کر دیا۔
۱۹	غزوۃ بَنُو قُرَیظَہ	یہ یثرب کا ایک قبیلہ	۲۲۔ ذیقعدہ ۵ھ	حضور	-	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سخت شکست دی۔

شمار	غزوہ	مقام	تاریخ	مددِ لشکر	صحابہ کی تعداد	نتیجہ
۲۰	غزوۃ بنو النخیان	عُصفان (مکہ سے ۴۰ میل شمال میں) کے قریب ایک مقام۔	ربیع الاول ۴ھ	حضور	۲۰۰	قبائل بھاگ گئے۔
۲۱	غزوۃ العنابہ	مدینہ سے آٹھ میل دور ایک چراگاہ۔ جس میں حضور صلعم کے اونٹ چرتے تھے۔ ان پر عیینہ بن حنفیس نے ایک رات حملہ کیا۔ چرواہے کو مار ڈالا اور بیس اونٹیاں لے گیا۔	ربیع الاول ۴ھ	حضور	۵۰۰ یا ۷۰۰	پانچ روز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم واپس آئے۔ کیا ہوا؟ ابن الجوزی نے نہیں بتایا۔
۲۲	غزوۃ حدیبیہ	مکہ سے دس میل دور ایک گواں۔	ذیقعدہ ۴ھ	حضور	تقریباً ۱۵۰۰	معاہدہ حدیبیہ ہوا۔ جسے قرآن نے فتح سے تعبیر کیا ہے۔
۲۳	غزوۃ خیبر	مدینہ سے تقریباً ۸۰ میل	جلای الاول ۵ھ	حضور	۱۵۰۰	۱۵۔ صحابہ شہید اور ۹۳ یہود ہلاک ہوئے۔

شمار	غزوہ	مقام	تاریخ	سرکارِ لشکر	صحابہ کی تعداد	نتیجہ
		شمال میں یہود کا ایک قصبہ۔				یہودی سلام بن مشکم کی بیوی زینب نے حضور صلعم کو زہر آلود برتن بریاں بھیجا تھا۔
۲۴	غزوۃ الفتح (فتح مکہ)	قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی۔	۱۰۔ رمضان ۶	حضور	۱۰ ہزار	مکہ فتح ہوا۔ اور بے شمار لوگ اسلام لے آئے۔
۲۵	غزوۃ حنین	مکہ سے تین رات کے فاصلے پر۔ شمال و مشرق کی جانب ایک وادی۔	۱۰۔ شوال ۶	حضور	۱۲ ہزار	چار صحابہ شہید اور ستر کافر ہلاک۔ مالِ غنیمت میں چوبیس ہزار شتر۔ چالیس ہزار بھیڑ، بکریاں ملیں۔ قیدی چھ ہزار تھے۔

شمار	غزوہ	مقام	تاریخ	ردائشکر	صحابہ کی تعداد	نتیجہ
۲۴	غزوہ طائف	مکہ کے قریب مشہور مقام۔	شوال ۳ھ	حضورؐ	۱۲ ہزار	حضور صلعم خنہ سے فارغ ہو کر طائف کی طرف بڑھے۔ اٹھارہ یوم محاصرہ رہا۔ اور پھر محاصرہ اٹھا کر چلے گئے۔

۱۔ (تلفیح: ص ۲۲-۲۴)

اولادِ رسول :

حضورؐ کی زینہ اولاد کے متعلق سیرت نگاروں میں اختلاف ہے۔ کوئی دو، کوئی تین، اور کوئی چار بتاتا ہے۔ ہشام بن عروہ کی روایت کے مطابق تین تھے :-

۱۔ قاسم ۲۔ طاہر اور ۳۔ طیب

عروہ اور سعید بن عبد العزیز چار بتاتے ہیں۔ یعنی :-

۱۔ قاسم ۲۔ طاہر

۳۔ مطہر (یا مطیب) اور

۴۔ ابراہیم۔

آپؐ کی بیٹیاں چار تھیں :-

اول : زینب (ؓ) جس کا نکاح حضورؐ کے خالہ زاد بھائی

ابو العاص بن ربیع سے ہوا تھا۔

دوم : رقیہ (ؓ) جو پہلے ابو لہب کے فرزند عتبہ کے

نکاح میں تھی۔ جب سورہ تبت سیدہ..... نازل

ہوئی، اور اس نے علیؓ کی اختیار کر لی۔ تو حضرت عثمانؓ کی زوجیت

میں آگئی۔

سوم : اُمّ کلثوم (س) یہ بھی عتبہ بن ابولہب کے نکاح میں تھی۔
لیکن رخصتی سے پہلے ہی عقد ٹوٹ گیا۔ آپ ہجرت کر کے مدینہ چلی گئیں۔
اور رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں آگئیں۔
چہارم : فاطمۃ الزہراءؓ۔ جی کا انتقال (س) میں حضور صلعم کی رحلت
سے چھ ماہ بعد ہوا تھا۔

آلِ رسولؐ میں سب سے بڑا تھا سہمہ۔ پھر زینب، پھر طیب (عبداللہ) پھر
طاہر، پھر اُمّ کلثوم، پھر رقیہ، پھر فاطمہ اور آخر میں ابراہیم۔
(تلفیح - ص ۱۵)

اُونٹنیاں، تلواریں، کمانیں اور نیزے :

حضورؐ کی اُونٹنیاں، تلواریں، برچھے وغیرہ بھی مختلف ناموں سے موسوم تھے۔
اُونٹیوں کی تعداد بیس تھی۔ اور نام :-

✽ حَتَاء ✽ سَهْرَاء ✽ عَرِیْس
✽ سَعْدِیَہ ✽ بَخُوم ✽ یَسِیْرَہ
✽ مَہْرَہ ✽ شَقْرَاء ✽ بُزْدَہ
✽ رِیَّا ✽ غَزِیْرَہ اور ✽ بَرْدَہ
باقی کے نام نہیں مل سکے۔

تلواروں کے نام :-

✽ قَلْعِیَّا ✽ بَتَّار ✽ حَتَف
✽ مَخْنَم ✽ رَسُوب ✽ عَضْب
✽ ذَوَالْفَقَّار اور ✽ مَاتُور
نیزوں کے نام :-

✽ مَثْوِی اور ✽ مَثْنِی

کمانوں کے نام :-

❖ رَوْحَاء ❖ يَتِضَاء ❖ صَفْرَاء
❖ زُرَّاء ❖ سِدَاد اور ❖ كَتُوم
زُرَّاءوں کے نام :-

❖ سَعْدِيَّة ❖ فَضَّة
❖ ذَاتُ الْفَضُول ❖ ذَاتُ الْوِشَاح
❖ ذَاتُ الْحَوَاشِي ❖ بَثْرَاء
❖ سَعْدِيَّة اور ❖ خَرْنِق
(ایضاً - ص ۱۹-۲۰)

حضور کے مؤذن :

❖ بلالؓ بن رباح ❖ عمرو بن أمّ مكتوم (نابینا)
اور ❖ ابو محذورۃ الجمہنی -

کاتبان وحی :

- — زید بن ثابت
- — ابوبکرؓ
- — عثمانؓ
- — علیؓ
- — ابی بن کعب (سب سے پہلا کاتب)
- — معاویہؓ بن ابوسُفیان
- — حنظلہؓ بن ربیع
- — خالد بن سعید بن عاص

ابان بن سعید اور
علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہم
مستقل کاتب زید تھے۔
(تلفیح - ص ۲۷)

- ماخذ :- ۱ : تلفیح
۲ : رحمۃ للعالمین
۳ : ڈاس - ص ۳۶۹
۴ : شاس - ص ۳۹۱
۵ : ادب العرب - ص ۲۰
۶ : نسب نامہ رسول
۷ : محمد طلعت بیگ :- تاریخ دول العرب

۱۷۱- مدین :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک بیوی کا نام تمورا تھا۔ یہ زمران ، یثسان ، مدان ،
مدین ، اشباک اور شونج کی والدہ تھی۔ مدین علیہ عقبہ کے دائیں سامنے پہ اقامت پذیر ہوا۔ اور
اس کی اولاد بائیں سامنے پر بھی کوہ طور تک پھیل گئی۔ یہ سارا علاقہ مدین کہلاتا تھا۔
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک قبیلے کو قتل کرنے کے بعد مصر سے بھاگے۔ تو وہ عقبہ کے
بائیں سامنے پر حضرت شعیب کے گھر چالیس برس تک رہے۔

فَلَيْثَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدِينٍ -

(طلہ - ۲۰)

(تم، اے موسیٰ ، اہل مدین میں برسوں رہے)
شمال میں اہل مدین کی بستیاں کنعان کی سرحدات تک پھیلی ہوئی تھیں۔ جب حضرت موسیٰ
علیہ السلام بنو اسرائیل کے ہمراہ ان بستیوں کی طرف جاتے ہوئے مواب (بحیرہ مژدار کے دائیں
سامنے پر ایک ضلع) سے گزرے۔ تو مواب کا بادشاہ بلق ڈر گیا۔ اور اس نے مدین کے ایک

صوفی و ولی بِلَحَم بن باعور کی طرف قاصد بھیجا۔ کہ وہ آئے اور بنو اسرائیل پہ لعنت بھیجے۔ اُس نے دو دفعہ توالکار کیا۔ لیکن تیسری مرتبہ چل پڑا۔ بلق کے ہاں پہنچا۔ تو اُسے صبر و سکون کی تلقین کی۔ لیکن وہ نہ مانا اور بددعا کے لیے اصرار کرنے لگا۔ مجبور ہو کر یلعم نے اُسے مشورہ دیا۔ کہ موآبی عورتوں کو اسرائیلی خیموں میں آزادانہ چلنے دو۔ تاکہ وہ گناہ کریں، اور پٹ جائیں۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔

”اور لوگوں نے موآبی عورتوں سے حرام کاری شروع کر دی..... ساتھ ہی اُن کے دیوتاؤں کو کھو جتنے لگے۔
..... تب خداوند کا قہر بنو اسرائیل پہ بھڑکا..... ان میں وہا پھوٹ پڑی اور چوبیس ہزار آدمی اس وبا سے مر گئے۔“

(گنتی : ۲۵/۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اہل مدین سے انتقام لینے کے لیے اُن پر حملہ کر دیا۔ اُن کے تمام جوان مار ڈالے اور بے شمار مال و دولت ساتھ لے آئے۔

(گنتی : ۳۱/۵۲)

چند سال بعد اہل مدین نے عمالقاہ اور چند دیگر قبائل (جو فلسطین کے مشرق میں رہتے تھے) کو ساتھ ملا کر بنو اسرائیل کو زبردست شکست دی۔ اور سات سال تک انھیں رگیتے رہے۔ اس کے بعد اسرائیلیوں کے ایک قاضی چیدان (GIDEON) نے انھیں شکست دے کر قوم کو آزاد کرایا۔

اہل مدین بدوی عرب تھے۔ جو مدین سے موآب تک مقیم تھے۔ اور تجارت کے لیے مین، بابل اور مصر تک جلتے تھے۔

(ڈاب : ص ۴۱۱)

ماخذ :-

۱ : بابل

۲ : قرآن مقدس

۳ : ڈاب - ص ۴۱۱

۴ : معجم - ج ۷

۱۷۲۔ مدینہ :

مدینے کا پہلا نام یثرب تھا۔ یثرب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک سردار تھا۔ جو وہاں آباد ہو گیا تھا۔

یثرب بن قانیہ . بن مہلائیل

بن ارم . بن مہلائیل

بن ارم . بن عبیل

بن عوز (اوز) بن ارم

بن سام . بن نوح

جب حضور وہاں پہنچے۔ تو آپ نے اسے طابہ اور طیبہ کا نام دے دیا۔ بعض جغرافیہ نگاروں کے ہاں یثرب اس علاقے کا نام تھا۔ جس میں مدینہ واقع ہے۔ مدینہ کے مستقل باشندے مدینی اور عارضی مدنی کہلاتے تھے۔ مسلمان مدینہ کو :

مبارکہ ، عاصمہ ، شافیہ

قدسیہ ، محرمہ ، مختارہ

قاصمہ ، ناجیہ ، جابرہ اور

محبوبہ بھی کہتے تھے۔

یثرب کے پہلے آباد کار عمالقہ تھے۔ یعنی بنو عملاق بن ارفخشذ بن سام بن نوح۔ ان کا اصلی وطن صنعاء (مین) تھا۔ اور یہ وہیں سے آئے تھے۔ ان لوگوں کی حکومت مشرق میں بحرین۔ مغرب میں مصر، شمال میں شام اور جنوب میں عمان و یمن کے سوا مل تک پھیلی ہوئی تھی۔ غالباً حجاز کا ارقم، مصر کے فرعون اور فلسطین کے جابرہ انہی میں سے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مدینہ میں حضرت ہارون کی اولاد آباد ہو گئی۔ پھر بنو قریظہ و بنو نضیر آئے۔ یہ لوگ شام میں آباد تھے۔ جب ایک رومی بادشاہ (قیصر) نے اُن کا قتل عام شروع کیا، تو یہ بھاگ کر پہلے حجاز میں پہنچے اور پھر مدینہ میں آ گئے۔ ممکن ہے، کہ نضیر نصر کے حملے کے وقت بھی کچھ اسرائیلی اس طرف بھاگ آتے ہوں۔

اوس و خزرج اصلاً یمن کے باشندے اور عارضہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر بن عارضہ بن امرؤ القیس بن ثعلبہ بن مازن بن ازد کی اولاد تھے۔ جب وادی عریم کا بند ٹوٹا۔ تو

تو یہ لوگ مدینہ چلے گئے۔
(معجم - ج ۷، ص ۴۳، اور ص ۴۲۶)

محل وقوع :

مدینہ عرب کی سطح مرتفع پر واقع ہے۔ اس کے تین طرف کھیت اور نخلستان ہیں۔ چوتھی طرف (شمال) پہاڑ۔ شہر کے گرد اندازاً تیس فٹ اونچی فصیل ہے۔ مکان خاکستری رنگ کے پتھروں کے ہیں جو پاس کے پہاڑوں سے نکلے گئے ہیں۔ شہر میں ایک زمین دوز نہر ہے۔ جو قبا سے آتی ہے۔ جابجا نہر میں آتے کے لیے زینے ہیں۔ شہر اور شہر کے باہر باغات میں کوئیں ہیں۔ جو زیادہ سے زیادہ تیس فٹ گہرے ہیں۔ (ڈاس۔ مثلاً)۔

مشرق کی طرف کھیتوں سے ذرا پرے سنگلاخ زمین ہے۔ جس کے برساتی نالے جنوب سے شمال کو بہتے اور سطح زمین میں سطح آب کو برقرار رکھتے ہیں۔

مسجد نبوی :

مدینہ کی شہرت و اہمیت مسجد نبوی اور گنبد خضرا کی وجہ سے ہے۔ شروع میں مسجد گارے کی دیواروں اور محو کی چھت کا نام تھا اور اس میں صرف تین دروازے تھے :-

۱ : باب عائشہ

۲ : باب ملیکہ ، اور

۳ : باب عاتکہ

بعد میں حضرت عمرؓ نے پاس کے چند گھر خرید کر مسجد میں شامل کر دیے۔ حضرت عثمانؓ نے اسے پتھروں سے بنوایا۔ اور کلوی کی مضبوط چھت ڈلوائی۔ خلیفہ ولیدؓ نے ۷۰ھ میں عمر بن عبدالعزیز کو، جو ان دنوں مدینہ کے گورنر تھے۔ حکم دیا کہ وہ مسجد کو از سر نو تیار کرائیں۔ چنانچہ انھوں نے روم اور مصر سے معمار منگوائے۔ اور نین برس میں ایک عمدہ اور خوش نما عمارت تیار کرادی۔ اس مقصد کے لیے قیصر روم نے بھی ایک ہزار مثقال سونا در زلیخین پتھروں کا عطیہ دیا تھا۔

۱۶۲ھ میں مہدی عباسی نے اسے مزید سجاایا۔

اور ۲۴۷ھ میں متوکل نے بھی اس کے تھن میں اضافہ کیا۔

عثمان شاہان عثمانیہ نیز ابن سعود نے بھی اسے وسعت و جلادی۔

(شناس - ص ۲۹۱)

حضورؐ کے عہد میں مدینہ کی آبادی تین ہزار کے لگ بھگ تھی اور آج سو لاکھ کے قریب ہے۔
اس کے متبرک اور قابل دید مقامات یہ ہیں :-

۱۔ حضورؐ کا روضہ :

جو مسجد کے اندر ہے۔

۲۔ مسجدِ قبا :

تبا مدینہ کا ایک محلہ ہے۔ جہاں حضورؐ نے تین روز قیام کیا تھا۔ اور
اسی دوران میں وہاں آپؐ نے ایک مسجد کی بنا ڈالی تھی۔

۳۔ مسجدِ القبلتین :

وادیِ عقیق کے قریب ایک مسجد، جس میں دو محرابیں ہیں :-
۱۔ ایک کعبہ کی طرف۔ اور
۲۔ دوسری مسجدِ اقصیٰ کی طرف۔

۴۔ جَنَّةُ الْبَقِيعِ :

مدینہ منورہ کا ایک قبرستان، جس میں دس ہزار صحابہ، اور
دیگر اکابر دفن ہیں۔

۵۔ کوہِ اُحُد :

جہاں شہید صحابہ دفن ہیں۔ اور وہاں کچھ مساجد بھی ہیں۔
(رہنمائے مقامات مقدسہ۔ از محمد اشرف۔
طبع لاہور۔ ۱۹۳۱ء، ص ۶۷)

مآخذ :-

- ۱ : ڈاس۔ ص ۳۰۳
- ۲ : بیجم۔ ج ۷، ص ۴۳، ۴۲۶
- ۳ : شاکس۔ ص ۲۹۱
- ۴ : رہنمائے مقامات مقدسہ۔ ص ۶۷

۱۷۳- مَرْوَة :

کعبہ سے فرلانگ بھر مشرق کی طرف دو پہاڑیاں صفا و مَرْوَة کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ وہی پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ سات مرتبہ دوڑی تھیں۔ ان پہاڑیوں میں کوئی دو فرلانگ کا فاصلہ ہے۔ آج کل درمیان میں پختہ فرس بنائے گئے ہیں۔ اور مسعی (سڑک) کی دونوں جانب دکانیں ہیں۔

نیز دیکھیے :- ۱۲۹- ”صفا“

۱۷۴- مَرْيَم :

باوجودیکہ حضرت مریم ایک نہایت ممتاز، مختار اور معزز عاتق تھیں۔ لیکن علمائے یورپ یہ نہ بتا سکے کہ اُن کے والدین کون تھے اور کیا کرتے تھے۔ انا جیل سے اتنا ہی پتہ چلتا ہے کہ مریم کا تعلق بنو ہوداہ سے تھا اور وہ حضرت داؤد کی نسل سے تھی۔

”فرشتے نے مریم سے کہا۔ اے مریم! خوف نہ کر کیونکہ خدائے تم پر فضل کیا ہے۔ دیکھ تو حاملہ ہوگی۔ تیرا بیٹا ہوگا۔ اُس کا نام یسوع رکھنا۔ وہ بزرگ ہوگا۔۔۔۔۔۔ اور خداوند اُس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دے گا۔“

(لوقا : ۳۲)

اس کی ایک بہن کا نام بھی مریم تھا۔

(..لوقا : ۲۵)

مریم کا رشتہ حضرت زکریا کی زوجہ اَلِیْسَبِیْع سے بھی تھا۔
جولائی کے گھرانے اور حضرت ہارون کی پشت سے تھی۔

(لوقا : ۳۶)

جب تیس سال کی عمر میں حضرت مسیح علیہ السلام نے نبوت شروع کی۔ تو حضرت مریم
ہیں منظر میں چلی گئیں۔ اس کے بعد کتابوں میں صرف چار مرتبہ ان کا ذکر ملتا ہے :-

اول : ” پھر تیسرے دن تانائے گیل میں ایک شادی ہوتی۔ جس میں
یسوع کی ماں بھی تھی۔“ (یوحنا : ۲۱)

دوم : مسیح ایک بھیڑ کے سامنے تبلیغ کر رہے تھے کہ کسی نے کہا۔
” دیکھ تیری ماں اور تیسکے بھائی باہر کھڑے ہیں، اور تجھ سے
بات کرنا چاہتے ہیں۔“ مسیح نے جواب میں کہا۔ ” کوئی ہے میری ماں،
اور میرے بھائی۔ پھر اپنے شاگردوں کی طرف اشارہ کر کے کہا، کہ
میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔“

(متی : ۱۲ : ۴۶-۵۰)

سوم : صلیب کے وقت۔ ” اور یسوع کی صلیب کے پاس اُس کی
ماں۔ ماں کی بہن مریم، کلوس پاس کی بیوی اور مریم مگدالینی
کھڑی تھیں۔“ (یوحنا : ۱۹ : ۲۵)

چہارم : بعد از رفع مسیح ” یہ سب کے سب چند عورتوں اور مسیح کی
ماں مریم اور اُس کے بھائیوں کے ساتھ دُعا میں مشغول رہے۔“
(اعمال : ۱ : ۱۴)

” ماں ماں ہی ہوتی ہے۔ جب حضرت مریم تک یہ خبری پہنچی کہ حکومت
اُن کے فرزند کا شکار کھیل رہی ہے۔ تو اُس نے مسیح کو سمجھانا چاہا لیکن
مسیح نے ٹھننے سے انکار کر دیا۔ اور جب انھیں کسی نے بتایا کہ آپ کی ماں
اور بھائی آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ تو مسیح نے فرمایا۔ کہ کوئی ہیں میرے
بھائی اور میری ماں۔ میرے حسب کچھ یہ لوگ (شاگرد) ہیں۔“
دار پر سے مسیح نے اپنے ایک شاگرد جان کو کہا۔ کہ یہ (مریم)
تمہاری ماں ہے۔

اور ماں کو کہا کہ یہ (جان) تمہارا فرزند ہے۔
چنانچہ جان مریم کو اپنے ہاں لے گیا۔ اور مریم زندگی بھر
یروشلم میں جان کے گھر رہی۔

(ڈاؤب : ۳۸۶)

انجیل سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت مریم علیہ السلام شروع سے خدا پرست تھی۔ ولادت
مسیح سے پہلے وہ ایک دفعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر آئی۔ تو اُس نے خدا کی تعریف میں

ایک گیت گایا۔

جس کا ترجمہ یہ ہے :-

میری جان خداوند کی بڑائی کرتی ہے۔
میری رُوح میرے نجات دہندہ سے خوش ہے۔

.....
اُس نے ارباب اختیار کو تخت سے گرا دیا۔
اور پست حالوں کو بلند کیا۔

اُس نے بھوکوں کو اچھی چیزیں دیں :-
اور دولت مندوں کو خالی ہاتھ لوٹا دیا۔
اُس نے اپنے خادم اسرائیل کو سنبھال لیا۔
تاکہ وہ اپنی اُس رحمت کو آواز دے۔
جو ابراہیم اور اُس کی نسل پر ابد تک رہے گی

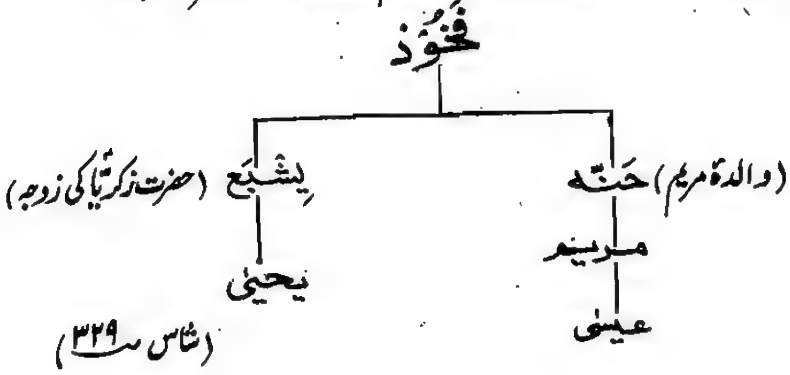
(لوقا : ۱۴-۵۵)

آپ نہایت رحم دل، متواضع، متقی، باخفا اور حلیم واقع ہوئی تھیں، اور یہی وہ صفات تھیں جن کی بنا پر پانچویں صدی میلادی میں مریم کی پرستش ہونے لگی اور یہ آج تک جاری ہے۔ حضرت مریم کی وفات (اور ایک فرقہ کے عقائد کے مطابق صعود) سکھ میں ہوئی تھی۔ دیگر تفصیل کے لیے دیکھیے :-

۱۷- "اخت ہارون" اور

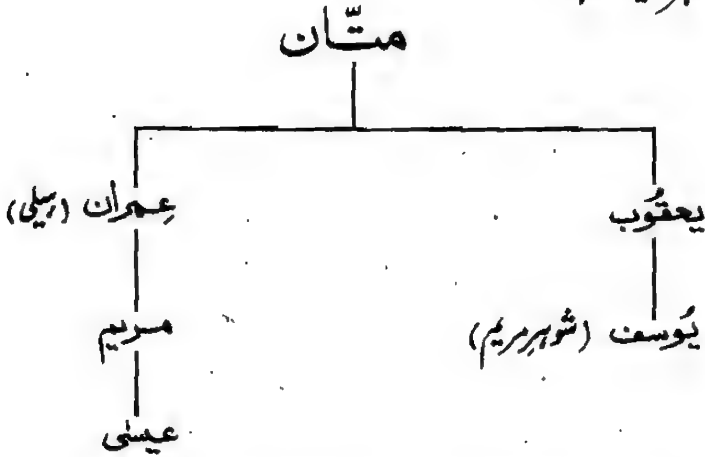
۱۴۹- "عیسیٰ"

بعض روایات کی رُو سے آپ کی والدہ کا نام حنہ تھا۔ اور شجرۂ نسب یہ :-



قرآن شریف میں آپ کے والد کا نام عمران دیا ہوا ہے۔ اور روایات کے مطابق آپ کے دادا کا نام مہتان تھا۔
(ماڈ : ۴۵۶)

یوسف (حضرت مریم کا شوہر) آپ کا عم زاد بھائی تھا۔
شجرہ یہ ہے :-



قرآن نے کئی مقامات پر نہایت احترام سے حضرت مریم کا ذکر کیا ہے :-

- عمران میں چھ بار
- نساء میں تین دفعہ
- مریم میں دو بار
- تحریم میں ایک مرتبہ - وقس علیٰ نوا - مثلاً :-
- ”یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تمہیں پاک کر کے تمام دنیا کی عورتوں میں سے چن لیا ہے۔“

(عمران : ۴۲)
”تحقیق مسیح بن مریم اللہ کا رسول اور ایک کلمہ ہے۔ جو اُس نے مریم کو عطا کیا۔ نیز خدا کی رُوح - پس خدا اور اُس کے رسولوں پہ ایمان لاؤ۔ اور یہ مت کہو۔ کہ خدا تین ہیں۔“

(نساء : ۱۷۱)
”کفر کرنے والوں میں نوح اور نوط کی بیویاں ضرب النشل بن گئی ہیں۔ یہ دونوں ہمارے صالح بندوں کے نکاح میں تھیں۔ لیکن انہوں نے شوہروں سے بے وفائی کی۔ نتیجتاً انہیں اللہ سے کوئی

نہ بچا سکا۔ اور انہیں حکم ہوا کہ جاؤ جہنم میں۔ ایمان میں ضرب المثل اولاً
 زوہرہ فرعون ہے۔ جس نے اللہ سے دُعا کی تھی کہ اے رب! میرے
 لیے جنت میں گھر بنا۔ مجھے فرعون، اور اُس کی ہدکار و ظالم قوم سے
 بچا۔ ثانیاً مریم بنت عمران۔ جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔
 اور ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی۔ وہ اللہ کے احکام، اور
 اس کی کتابوں کو سچا سمجھتی اور فرماں بردار تھی۔“

(تحریم : ۱۰-۱۱)

ماخذ :- ۱ : قرآن مقدس

۲ : با تسبیل

۳ : ڈاب - ۳۸۶

۴ : شاس - ۳۲۹

۵ : پاڈ - ۲۵۶

۶ : اعلام - ۱۷۰

۱۷۵- مسجد اقصیٰ

بنو اسرائیل مصر سے نکل کر کنعان میں ۴۲ سال کے بعد پہنچے تھے۔ انہوں نے یہ سارا
 زمانہ خمیوں میں گزارا تھا۔ وہ عبادت کے لیے بھی بڑے بڑے خمیوں کو استعمال کرتے تھے۔
 یہ سلسلہ حضرت داؤد کے عہد سلطنت (۱۰۴۳ - ۱۰۱۵ اتم) تک جاری رہا۔ جب حضرت داؤد
 سربراہ آرا ہوئے۔ تو اللہ نے اُس دور کے ایک نبی فائق کو حضرت داؤد علیہ السلام کے
 پاس بایں پیغام بھیجا :

”کہ تو میرے رہنے کے لیے ایک گھر بنا۔ کیونکہ جب
 سے بنو اسرائیل مصر سے نکلے، میں نے میں آج تک کسی گھر میں نہیں
 رہا۔ بلکہ خمیوں میں پھرتا رہا ہوں۔“

(۲- سموتیل : ۷-۷)

لیکن حضرت داؤد جنگوں میں مسلسل اُجھے رہے، اور اللہ کا گھر بنا سکے۔
(۱۔ سلاطین ۳/۵)

اس کام کو سلیمان نے شاہ لبنان کی مدد سے ۱۲۰ سالہ قلم میں شروع کیا اور ۵۰ سالہ قلم میں مکمل کر ڈالا۔ یہ معبد کوہ موریاہ پر تعمیر ہوا تھا۔ جگہ کا انتخاب خود حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا تھا۔ اس پر تیس ہزار مزدوروں نے سات سال تک کام کیا۔ بیرونی دیوار چھ سو فٹ لمبی تھی۔ معبد کے گرد کچھ کمرے اماموں، معلموں اور چھوٹے موٹے عہدیداروں کے لیے مخصوص تھے۔ عبادت گاہ کا رقبہ ۸۰ x ۴۰ ہاتھ (۱۸-۱۹ فٹ) تھا۔ یہ خیمہ عبادت کے رقبہ سے دگنا تھا۔ اندرونی دیواروں پر خوبصورت لکڑی کی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ جن کے کنارے تراش کر پھول اور بیلبل بنائی گئی تھیں۔ کہیں کہیں سونے کے پترے بھی لگے ہوئے تھے۔ محراب میں سات سونے کی شمع گاہیں تھیں اور پاس ہی دس میز دیواروں کے برتن پڑے رہتے تھے۔ معبد کا طول شرقاً و غرباً دو سو ہاتھ تھا۔ عرض ایک سو ہاتھ، اور بلندی دس ہاتھ۔ معبد کی ایک بالائی منزل بھی تھی۔

”سلیمان نے بالائی منزل کے کمروں کو سونے سے سجایا۔“

(۲۔ تاریخ ۲/۹)

تعمیر ثانی :

جب بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ۵۸۶ ق م میں یروشلم کو تباہ کیا۔ تو یہ معبد بھی گر گیا۔ جب سائرس نے ۵۲۰ ق م میں یہود کو بابل سے واپس آنے کی اجازت دی۔ تو معبد کو دوبارہ بنوانے کے لیے بہت بڑی رقم بھی عطا کی۔ کچھ رقم یہودیوں نے چنہ سے جمع کی تھی۔ اس سے انھوں نے ایک نہایت خوشنما عمارت بنا ڈالی۔ (ڈاب۔ ۶۸۷)

تعمیر ثالث :

جب ہیروڈ (دیکھیے : ۱۴۹) کا حاشیہ) یہوداہ کا بادشاہ بنا۔ تو اُس نے ۱۹-۲۰ ق م میں مسجد کو گرا کر سنگ مرمر اور خوبصورت پتھروں سے رومی طرز کی ایک نئی عمارت بنا ڈالی۔ جس میں ۱۶۲ ستون تھے۔ بیرونی دیوار کی لمبائی آٹھ سو فٹ تھی۔ اس پر گیارہ برس صرف ہوئے۔ ۸-۹ ق م میں مکمل ہوئی۔

(ڈاب۔ ص ۶۹)

اسلامی دور :

اسلامی دور میں سب سے پہلے خلیفہ عبد الملک اموی (۴۵ — ۸۶ھ) نے اس کی طرف توجہ کی۔ اس کی تزئین و تجدید کرائی۔ اور اسے جامع دمشق سے زیادہ حسین بنا ڈالا۔ جب عبد عباسیہ میں ایک زلزلے سے اسے نقصان پہنچا۔ تو اُس وقت کے خلیفہ نے شہر اور نواح شہر کے امراء کو حکم دیا۔ کہ وہ معبد کے مختلف حصے بنوائیں اور مدور مسجد میں اضافہ کریں۔ چنانچہ اس میں شگ مرم کے سات سو ستون اور کئی دروازے بنائے گئے۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں :-

- ۱ : باب الثبی
- ۲ : باب الولید
- ۳ : باب داؤد
- ۴ : باب ابراہیم
- ۵ : باب الرحمة
- ۶ : باب الهاشمیین
- ۷ : باب اقر خالد
- ۸ : باب بنی اسرائیل
- ۹ : باب الحطّة
- ۱۰ : باب الأسباط
- ۱۱ : باب محراب مریم وغیرہ

اور مسجد کا رقبہ ۱۰۰۰ x ۷۰۰ ماخذ (ذراع) کر دیا گیا۔

(معجم - ج ۷)

تاریخ :

مسجد اقصیٰ ۵۰۰-۱۰۔ قم میں تعمیر ہوئی تھی۔ یہ ۱۶۴۳ برس یہود و نصاریٰ کے تسلط میں رہی۔ ۱۶۳۸ء میں یروشلم کے اکابر نے شہر کی چابیاں حضرت عمرؓ (جو وہاں مرتضیٰ کلام کے ساتھ گئے تھے) اور شہر کے قریب اونٹ پہ غلام سوار تھا) کے حوالے کر دیں۔ ساڑھے چار سو سال بعد صلیبی جنگیں چھڑ گئیں اور ۱۰۹۲ء میں اس پر عیسائی قابض ہو گئے۔ ۸۰ برس بعد اسے صلاح الدین ایوبی نے واکدار کرایا۔ اس کے بعد یہ تقریباً ۲۲ سو سال تک مسلمانوں کے پاس رہی اور ۱۹۱۷ء میں اس پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا۔

(ہیئر لڈ لیم : صلاح الدین ایوبی
اوو دیگر تاریخ)

قرآن میں اس مسجد کا ذکر و رد دفعہ ہوا ہے۔
اولاً - مریم کی ولادت و تربیت کے سلسلے میں :-

كَلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ
وَجَدَ عِنْدَ هَارِزًا - (عمران - ۳۷)

(جب بھی زکریا مریم کے پاس محراب (جائے عبادت) میں جاتے۔ تو اُس کے پاس کھانے پینے کی اشیاء پاتے)
اکثر مفسرین نے المحراب سے مراد مسجد اقصیٰ لی ہے۔ یا اس کا ایک حصہ۔
(جلالین - صفحہ ۴۸۷)

ثانی - داستان معراج میں :-

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْوَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى -
(نبی اسرائیل - ۱)

(پاک ہے وہ رب جو اپنے بندے کو ایک رات میں مسجد حرام سے اٹھا کر مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔)

ماخذ :- ۱ : قرآن شریف

۲ : باتیل
۳ : معجم - ج ۷
۴ : ڈاب - صفحہ ۶۸

۱۷۶- مسجد حرام

مسجد حرام اُس کثادہ معنی کو کہتے ہیں۔ جو کعبہ کے گرد بُردنی دیوار تک پھیلا ہوا ہے۔ حضور کی زندگی میں کعبہ کے گرد جگہ بہت کم تھی۔ اور مسجد کی حد بندی نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ارد گرد کے متعدد گھر خرید کر مسجد میں شامل کر دیے۔

حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا۔ تو آپ نے ۲۶ھ میں اسے مزید وسعت دی۔

عبداللہ بن زبیر (۳۳ھ) نے، جو امیر معاویہؓ کے آخری زمانے میں خزین کے خود مختار فرماں روا تھے، اسے ۶۲ھ میں وسعت بھی دی اور حبشین و حکم بھی کیا۔

خلیفہ عبدالملک (۴۵-۸۴ھ) نے مسجد کو از سر نو بنایا دیواریں اونچی کیں۔ چھت بدلے اور ستونوں پر سونے کے پتھرے چڑھا دیے۔ بعد کی تعمیر و ترمیم اس جدول میں دیکھیے :-

تعمیر کرانے والے کا نام	سال	تفصیل
دلیذ بن عبدالملک	۸۴ — ۹۴ھ	مسجد کو از سر نو بنوایا۔
منصور عباسی	۱۳۴ — ۱۵۸ھ	ارد گرد کے گھر وں کو مسجد میں شامل کیا۔
مہدی عباسی	۱۵۸ — ۱۷۹ھ	کعبہ اور صفا و مروہ کے درمیان تمام گھر خرید کر مسجد میں شامل کر دیے۔
مقتدر عباسی	۲۹۵ — ۳۲۰ھ	مسجد کو مزید وسعت دی۔

تفصیل	سال	تعمیر کرانے والے کا نام
مسجد کو سیلاب سے نقصان پہنچا تھا۔ اس نے دیواریں پھر بنوائیں۔ مسجد کو فانوسوں سے سجایا۔ اور اس پر چار سال صرف کیے۔	۸۰۳ھ	مصر کا ایک والی یا امیر
مسجد کو مزید سجایا۔ مٹی میں مسجد خیف، اور غرات میں مسجد نمرہ بنوائی۔ ۱۔ مسجد مندر لہ میں فرش لگوایا۔ ۲۔ مسجد حرام میں منبر رکھوایا۔ ۳۔ نہروں کی مرمت کرائی۔ ۴۔ کعبہ کے اندر سنگ مرمر کا فرش بنوایا۔ نیز مدارس اور سرائیں تعمیر کرائیں۔	۸۴۳ — ۹۰۱ھ	سیف الدین اشرف مصری (از عمالیک برجی)
باب ابراہیم بنوایا۔ اُس کے اوپر نیز قریب کئی کمرے بنوائے۔ اور جدہ کی تفصیل تعمیر کرائی۔	۹۰۴ — ۹۲۲ھ	قانسوہ غوری۔ مصری (عمالیک بُرجی)
یہ ہر سال کعبہ کے لیے ایک غلاف۔ رومی محفل۔ چودہ ہزار اشرفیاں اور ۲۸ ہزار من غلہ بھیجتا تھا۔ اس نے حنفی مصلیٰ پر قُبّہ بنوایا۔ کعبہ میں چار دارالعلوم قائم کیے۔ حدر کے گنبدوں پر چھتیں ڈلوائیں اور گنبدوں کے پیچھے سنگ زرد کی گزریاں بنوائیں۔	۸۸۴ — ۹۰۸ھ	بایزید۔ ثنائی عثمانی
کُنگرے۔ دروازے اور زینے بنوائے۔ دیواروں پر آیات لکھوائیں۔ اور ساتھ ہی اپنے نام کی تختیاں گھوٹائیں۔	۹۱۸ — ۹۲۴ھ ۹۲۴ — ۹۴۲ھ ۹۴۲ — ۹۸۲ھ	سلیم اول عثمانی سلیمان عثمانی سلیم ثنائی عثمانی
	۹۸۲ — ۱۰۰۳ھ	مراد ثالث۔ عثمانی

تزیین پر بہت توجہ دی ہے۔ اور اس وقت (۱۹۷۲ء) یہ مسجد دنیا کے جمیل و جلیل مقامات میں شمار ہوتی ہے۔

ستون :

مسجد میں چاروں طرف ستون ہیں۔ ان کی تعداد ۵۸۹ بتائی جاتی ہے۔ ان میں سے ۴۶۳ مرمر کے ہیں اور ۱۲۶ مٹی پتھر کے۔ ان کی اونچائی بیس فٹ کے قریب ہے۔ اور موٹائی ڈیڑھ فٹ۔ ہر چار ستونوں پر ایک سفید گنبد ہے۔ ان گنبدوں کی تعداد ۱۵۲ ہے۔ ہر چار ستونوں کے بعد ایک ہشت پہلو دیوار ہے۔ جس کی موٹائی چار فٹ کے قریب ہے۔ بعض ستونوں کو لوہے کی موٹی پتھریوں سے مضبوط کیا گیا ہے۔

دیگر عمارات :

حدود مسجد میں کعبہ کے علاوہ کئی دیگر تعمیرات بھی ہیں۔ مثلاً :-

حطیم :

کعبہ کی شمالی دیوار کے ساتھ نیم دائرے کی شکل میں ایک احاطہ۔ جس کے گرد دیوار بنی ہوئی ہے۔

چاہ زمزم :

یہ کعبہ کے مشرق میں ہے۔ اور اس پر چھت ہے۔

❖ مقام ابراہیم زمزم کے شمال میں ہے۔

❖ حنفی مصلیٰ ایک اچھی سی عمارت کا نام ہے۔ جو حطیم سے

۸۴ گز شمال مغرب میں ہے۔

❖ شافعی مصلیٰ زمزم اور باب السلام کے مابین واقع ہے۔

❖ حنبلی مصلیٰ حجر اسود سے جنوب میں۔

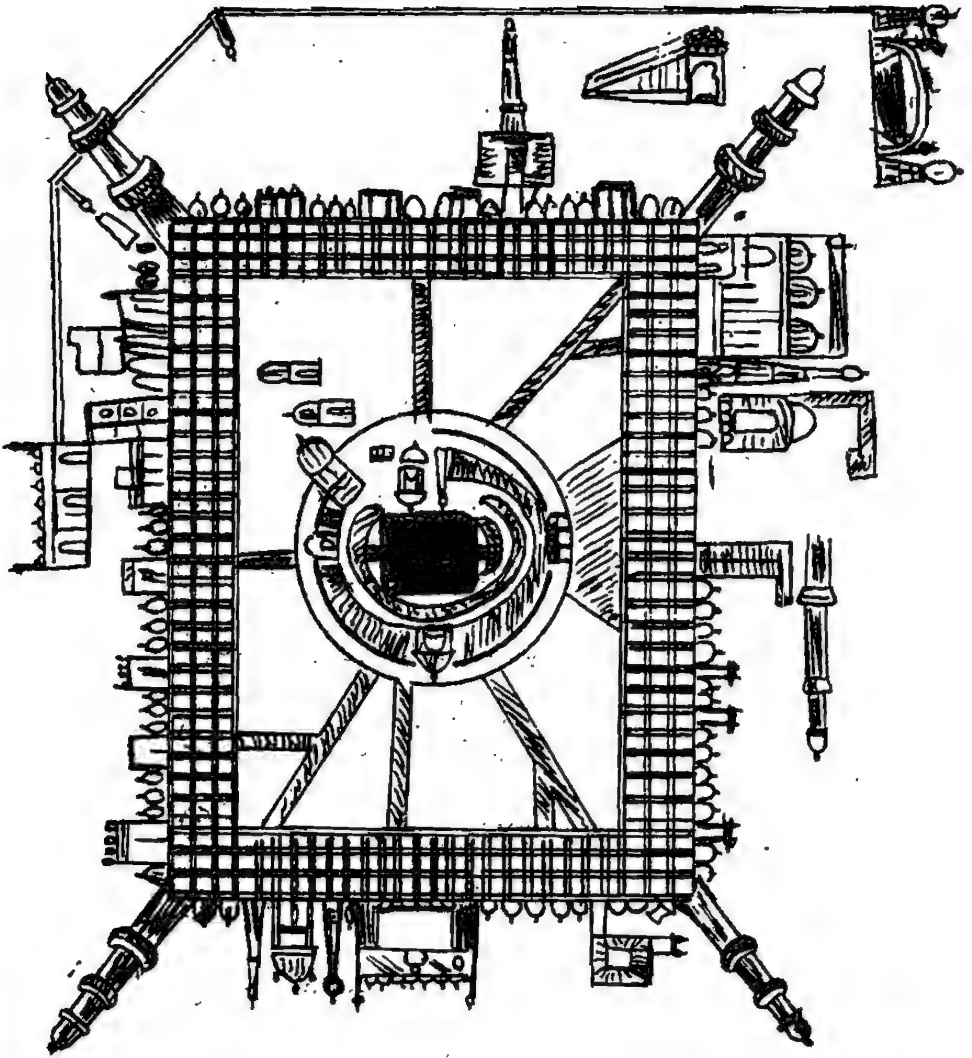
❖ اور مالکی مصلیٰ کعبہ سے مغرب کی طرف ہے۔

جب ان اماموں (ابو حنیفہ، شافعی، ابی حنبل اور مالک) کے

پیروچ یا زیارت کعبہ کے لیے جاتے ہیں۔ تو اپنے مصلیوں کے قریب

کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔

زمزم کے قریب دو قبتے ہیں۔ جن میں مناتو لیمپ، برتن اور دیگر اشیاء رکھی جاتی ہیں۔



دروازے :

ہر زمانے میں مسجد حرام کے دروازوں کی تعداد تبدیل ہوتی رہی۔ جب ۱۸۵۲ء میں کپٹن آر۔ بڑٹن نے اس مسجد کو دیکھا۔ تو اس کے دروازوں کی تعداد ۱۹ تھی۔ اور غالباً آج بھی یہی ہے۔ یعنی :-

- ① — بابُ السَّلام
- ② — بابُ النَّبِیِّ
- ③ — بابُ الْعَبَّاسِ
- ④ — بابُ عَلِی
- ⑤ — بابُ الْعَشْرَةِ
- ⑥ — بابُ الضَّفَا
- ⑦ — بابُ السَّرْحَمَةِ
- ⑧ — بابُ الشَّرِیْفِ
- ⑨ — بابُ اِبْرَاهِیْمَ
- ⑩ — بابُ الْعُمَرَةِ
- ⑪ — بابُ الْحَقِیْقِ
- ⑫ — بابُ الْمَثْدُوَةِ
- ⑬ — بابُ الْبَغْلَبِہ
- ⑭ — بابُ الْاَجْیَادِ (جِیاد)
- ⑮ — بابُ عُجْلَانِ

- (۱۶) — بَابُ الْوَدَاعِ
 (۱۷) — بَابُ الْعَجَلِ
 (۱۸) — بَابُ الْمَدْرَسَةِ
 (۱۹) — بَابُ أَمْرِهِانِي

(ڈاس۔ ۳۳۳)

مآخذ :- ۱ : خلاصہ تواریح مکّیہ - ص ۳۲ - ۴۰

۲ : ڈاس - ص ۳۳۳ - ۳۴۳

۱۷۷۔ مشعر الحرام

فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا
 اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

(بقرہ : ۱۹۸)

(جب تم عرفات سے واپس آؤ۔ تو مشعر حرام میں

اللہ کا ذکر کرو)

مکہ سے تین میل مشرق کی طرف بنتی ہے۔ پھر تین میل آگے مزدلفہ ہے۔ جسے قرآن
 نے مشعر حرام (مشعر) : ہائے عبادت و قربانی۔ نیز سایہ دار درخت۔ اور ایک ایسا مقام
 جہاں حج کے متعلق کوئی فرض ادا کیا جاتا ہو) کہا ہے۔ مَزْدَلِفَہ سے تین چار
 میل آگے عرفات ہے۔

جب حجاج ذوالحجہ کی دسویں رات کو عرفات سے لوٹتے ہیں۔ تو مزدلفہ میں دُعا و عبادت
 کے لیے ٹھہر جاتے ہیں۔ (تاریخ حرمین - ص ۸۶)

مزدلفہ کا مادہ زلف ہے۔ زلف کے معنی ہیں: رات کا ایک حصہ۔ اور زلفی کے معنی ہیں: قرب۔ چونکہ یہاں حاجی رات کا ایک حصہ عبادت میں گزار کر اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے اس مقام کا نام مزدلفہ رکھ دیا گیا۔

ماخذ :- ۱: منتہی الالب - ج ۱ - "زلف"
۲: تاریخ حریم - ص ۸۲

۱۶۸- مصر

یہ ملک افریقہ کے شمال مشرقی کونے میں واقع ہے۔ اس کی حدود میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔ جزئی ایل کی کتاب (۲۹۱، ۳۶۴) میں اس کی تقریباً وہی حدود بیان ہوئی ہیں۔ جو آج ۱۹۷۲ء میں ہیں۔ اس وقت مصر کا رقبہ ۳۸۴۱۹۸ مربع میل، اور آبادی تقریباً تین کروڑ ہے۔

مصر کو بائبل میں مصریم کہا گیا ہے۔ جو نوح کے فرزند حام کا بیٹا تھا۔

(پیدائش - ۴)

مصر کے ابتدائی آباد کار حام ہی کے فرزند تھے۔ اس ملک کا عربی نام مصر ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں: "سرخ مٹی"۔ چونکہ زمین مصر سرخی مائل تھی۔ اس لیے وہ مصر کہلانے لگی۔ اس ملک کا قدیم ترین نام مصر کے تصویری رسم الخط میں قیم (KAM) تھا جسے جیم پڑھا جاتا تھا۔ یہ غالباً حام کا صوتی بگاڑ ہے۔

فرعونوں کے تحت مصر، اعلیٰ و اسفل میں منقسم تھا۔ یہ تقسیم رومیوں اور یونانیوں کے عہد میں بھی باقی رہی۔ اور آج بھی موجود ہے۔ شمال کے تین صوبے مصر اسفل کہلاتے ہیں اور جنوبی حصے مصر اعلیٰ۔ جنوبی سرحد سے سیوط تک سطح مرتفع ہے۔ اور آگے سمندر تک زمین کہیں بلند ہے اور کہیں پست۔ آب و ہوا معتدل ہے۔ گندم، کپاس اور چل بافراط پیدا ہوتے ہیں۔

مذہب:

قدیم مصریوں کا مذہب مظاہر فطرت کی پرستش تھا۔ انھوں نے ذہنی تصورات (محبت، احسان، عدل وغیرہ) کو زمینی شکل دے رکھی تھی۔ ان کے بڑے خدا آٹھ تھے۔ کمتر بارہ، اور

کمترین متعدد۔ یہ رُوح کی ابدیت اور آخرت کے قائل تھے۔ ان کا ایک خدا بیل مُتا تھا۔ سامری نے بچھڑے کا تصور غالباً یہیں سے لیا تھا۔

معاشرہ :

مصریوں میں ذات پات کا امتیاز نہیں تھا۔ عورتیں پردے سے ناواقف تھیں۔ ایک سے زیادہ بیویوں کا رواج بھی تھا۔ دولت مندوں کا محبوب مشغلہ شکار تھا۔ عوام کا گذارہ کاشت کاری و مزدوری پر تھا۔ مصر کے بڑے بڑے اہرام اور محلات انہی عوام نے بنائے تھے۔ وہاں چھوٹے بڑے سب رقص و موسیقی کے دلدادہ ہیں۔

سیاسی تاریخ :

مصر کی قدیم تاریخ سیاست تین ادوار میں منقسم ہے :-

۱ : قدیم بادشاہ

۲ : قرون وسطی - اور

۳ : آخری دور

قدیم بادشاہوں کا دار الحکلافہ میمنفس تھا۔ جس کی بنا مصر کے پہلے بادشاہ مینفس (MENES) نے ڈالی تھی۔ چرواہا بادشاہوں کے تین خاندانوں کے سوا باقی سب فرعون کہلاتے تھے۔ ان کے تیس خاندان تھے۔ ان میں سے پہلے بارہ قدیم بادشاہوں کے ذیل میں آتے ہیں۔ چوتھا خاندان اہرام کا بانی تھا۔ بعض اہرام پر ان کے بانیوں کے نام بھی کندہ ہیں۔ سب سے بڑے ہرم کا بانی سوپس (SUPHIS) تھا۔ چیفرن (CHEPHREN) کو دوسرے ہرم کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ اور مائی میرینس (MYCERINUS) کو تیسرے کا۔

قرون وسطی کے سلاطین کا دار الحکلافہ بھی میمنفس تھا۔ یہ سلاطین کہیں باہر سے آئے تھے۔ غالباً یہ عادیارم کے فرمانروا تھے۔ جو یمن سے مصر تک چھا گئے تھے۔ یہ چرواہے کہلاتے تھے۔ یہ کئی سو سال تک مصر پر مستطربے۔ پھر مصریوں نے انہیں شکست دے کر ملک سے نکال دیا۔ یہ مصر کے پندرھویں، سولھویں اور سترھویں صدیوں کے فرمانروا۔ خاندان شمار ہوتے ہیں۔

آخری بادشاہوں سے مراد آخری تیرہ خاندان (۱۸ — ۳۰) ہیں۔ جن کا پہلا سلطان اموسس تھا۔ مصر سے چرواہا بادشاہوں کو اسی نے نکالا تھا۔ اور اس کے جانشینوں نے مغربی ایشیا، نیز حبشہ پر قبضہ کر لیا تھا۔

انیسویں خاندان سے مصر کا روشن ترین دور شروع ہوتا ہے۔ اس خاندان کے دو بادشاہوں یعنی سیمتی (۱۳۲۲-۱۳۲۱ ق م) اور اس کے پوتے رامسس نے سارے مغربی ایشیا کو تارڑ ڈالا تھا، اور مصر کو خوشحال ترین ملک بنا دیا تھا۔

بانیسویں خاندان کے شی شانک (SHE SHONK) نے قلمرو یوداہ پہ حملہ کر کے مسجد اقصیٰ کو لوٹا اور ملک میں خوب قتل و غارت کی تھی۔

بعد کے خاندانوں نے کوئی خاص کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ سوائے اس کے کہ چھبیسویں خاندان کے سمیک (PSAMETEK) نے ۶۶۴ ق م میں فلسطین سے گزر کر اشور یا یہ حملہ کیا۔ ۵۲۵ ق م میں مصر سلطنت بابل کا ایک مٹوبہ بن کر رہ گیا۔ اور بعد میں اسکندر کے حملوں نے اسے ختم کر ڈالا۔

(ڈاب - ص ۱۴۰-۱۴۳)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے :-

۲۱- "ارم ذات العباد" ، اور

۱۵۴- "مصرعون"

قدیم مصر کی مکمل تاریخ مصر کے ایک پادری نے یونانی زبان میں تیسری صدی قبل مسیح میں لکھی تھی۔ اس کا نام مینتھو (MANETHO) تھا۔ اسے بطلمیہ مصر کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس نے شاہان مصر کو تیس خاندانوں میں تقسیم کر کے ناموں کی پوری فہرست دی تھی۔ وہ کتاب تو کم ہو گئی ہے۔ لیکن فہرست یورپ کی بعض لائبریریوں میں موجود ہے۔

(ڈاب - ص ۱۴۲ حاشیہ)

مآخذ :-

ڈاب : ص ۱۴۰-۱۴۳

۱۷۹۔ مقامِ ابراہیم

یہ ایک چھوٹی سی عمارت ہے۔ جو مطاف سے باہر باب السلام اور کعبہ کے درمیان (کعبہ سے مشرق کی طرف) واقع ہے۔ یہ چارہ زمزم سے اکیس گز شمال مغرب میں ہے۔ اس میں اور دیوار کعبہ میں بھی اتنا ہی فاصلہ ہے۔ یہ آٹھ فٹ بلند ہے۔ اس میں چھ ستون ہیں۔ ارد گرد لوہے کا ایک جھنگلہ ہے۔ اور اندر پانچ فٹ لمبا ایک صندوق ہے جس میں سنگِ ابراہیم رکھا ہوا ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی دیواریں اٹھائی تھیں۔

روایت ہے کہ :

یہ پتھر تیکڑا تھا اور اتنا نرم کہ آپ کے نشانات پا اس میں ثبت ہو گئے۔ اور آج بھی نظر آتے ہیں۔

امکان ہے کہ :

پتھر کافی نرم ہو۔ کسی دن بھیگ گیا ہو۔ اور اس میں پاؤں کے نشانات ثبت ہو گئے ہوں۔ پھر مَرُورِ زمانہ سے پتھر سخت ہو گیا ہو۔

لیکن عام عقیدہ یہ ہے کہ :

یہ نشانات معجزانہ تھے۔

مآخذ :- ۱ : ڈاس۔ ص ۳۱۳

۲ : خلاصہ توارخِ مکہ۔ ص ۵۹

۱۸۰۔ مکہ

دیکھیے : ۶۶۔ ”بکّہ“

۶۹۔ ”بَيْتُ اللَّهِ الْحَرَامِ“

اور ۱۶۱۔ ”کعبہ“

۱۸۱۔ مناة

قریش اور دیگر قبائل کا یہ بُت مکہ کے شمال میں ساحل کے قریب بُذیل کی ایک وادی فُذَیْد میں عُمَرُو بن لُحی نے نصب کیا تھا۔ لوگ اس حد تک اس کی تعظیم کرتے تھے کہ بعض اس کی اولاد بن بیٹھے اور اپنے نام زید منات اور عبد منات رکھ لیے۔
روایت ہے کہ :

بُو جُرْہُم کعبہ کے پہلے متولی تھے۔ عمرو بن لُحی نے اُن پر حملہ کیا، اور اُن سے یہ ولایت چھین لی۔ کچھ عرصہ بعد عمرو بیمار ہو گیا۔ جب بیماری نے طویل کھینچا۔ تو کسی نے مشورہ دیا کہ اُردن کے فلاں چشمے میں نہاؤ۔ شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ وہاں گیا۔ نہایا۔ اور صحت یاب ہو گیا۔ وہاں اُس نے لوگوں کو بُت پرستی میں مصروف پایا۔ پوچھا کہ :

”اِس کا کیا فائدہ ہے؟“

۱۔ : یمن کے ایک قبیلے قُزاعہ کا ایک سردار۔ جس کے والد کا نام شعلبہ عرف لُحی تھا۔ بُو جُرْہُم سے اسی نے ولایت کعبہ چھینی تھی۔ (کائن۔ ص ۴۱)

جواب ملا کہ :

”ہم تمام حاجات مثلاً :- بارش ، بیٹا ، رزق وغیرہ انہی سے مانگتے ہیں۔ اور یہ ہماری دعاؤں کو سننے ہیں۔“
چنانچہ اس نے اُن سے چند بُت مانگ لیے اور انہیں نواح کعبہ میں نصب کر دیا۔ ان میں سب سے بڑا منات تھا۔ جس کی تمام قبائل (معد۔ رعیہ اور مضر کے سوا) پرستش کرتے تھے۔ جب یہ لوگ حج کو جاتے۔ تو منات سے احرام باندھتے اور وہیں جا کر سہ منڈاتے تھے۔ اس کے بغیر تکمیل حج نہیں ہوتی تھی۔ اسے خُدا نے قیمت و موت سمجھا ہوتا تھا۔

(شاس۔ ۳۲۵)

جب حضور ﷺ میں فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ تو پانچویں منزل پر حضرت علیؑ کو حکم دیا۔ کہ وہ آگے بڑھ کر منات کو ٹوٹ ڈالیں۔
آپ نے تعمیل کی۔ اور آپ کو اس معبد سے دو تلواریں ملیں۔ جو وہاں غسان کے ایک رئیس حارث بن ابی شمر نے بطور نذر رکھوائی تھیں۔
ایک کا نام مخدّم تھا۔ اور دوسری کا بُسُوب۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک حضرت علیؑ کو دے دی اور اس کا نام ذوالفقار رکھ دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ تلواریں طے کے ایک صنم فلس سے ملی تھیں۔

مأخذ :- ۱ : معجم البلدان - ج ۸ "منات"

۲ : ڈاس - ص ۳۱۳

۳ : شاس - ص ۳۲۵

۱ : شاس لکھتا ہے کہ :
حضورؐ نے یہ حکم فتح مکہ کے بعد دیا تھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ :

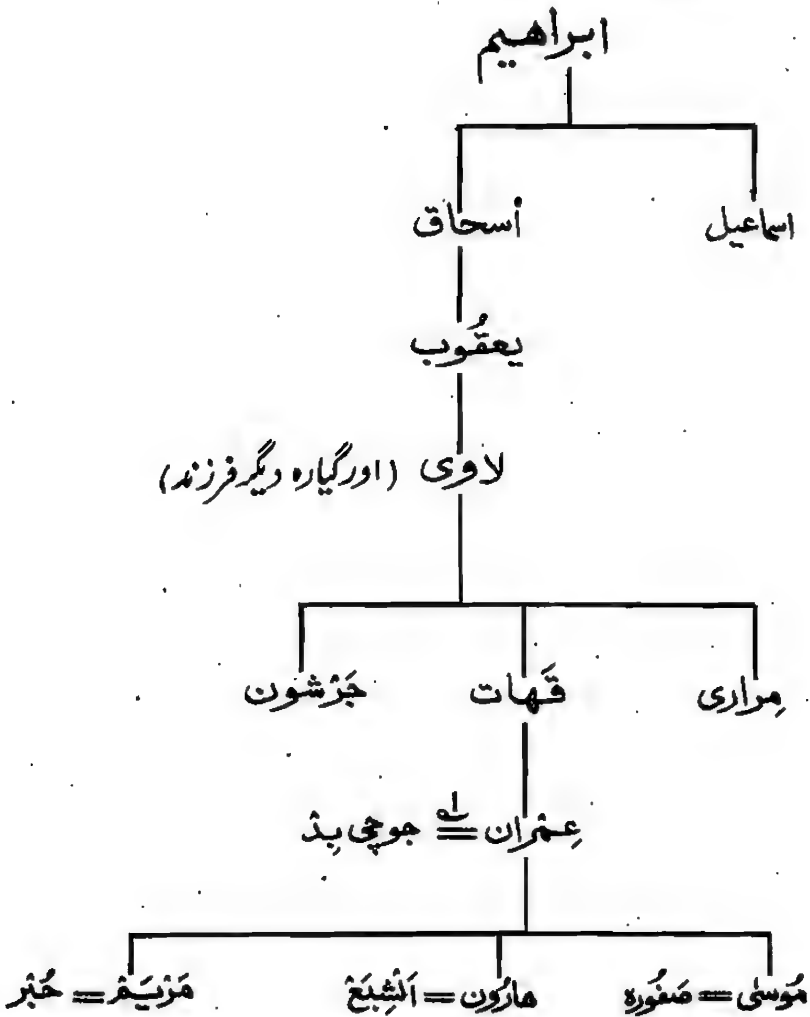
اسے ابوسفیان نے ٹوٹا تھا۔

لیکن واقعہ یہی اور ابی سعد کہتے ہیں کہ :

یہ کام سعد بن زید اُوسی نے کیا تھا۔ (شاس - ص ۳۲۵)

۱۸۲- مُوسٰیؑ

یہ لفظ یا تو عبرانی "مُوشا" کی تحریف ہے۔ جس کے معنی ہیں: پانی سے نکالا ہوا۔
یا قبطی زبان کے "مُوشے" کا۔ جس کا مفہوم ہے۔ "نہ ڈوبنے والا۔"
آپ کا نسب نامہ یہ ہے :-



لے: یہ دو لکیریں = زوجہ و شوہر کا رشتہ ظاہر کرتی ہیں۔

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلق بنو لاوی سے تھا۔ اس لیے بنو اسرائیل میں اس قبیلے کو دُہی مقام حاصل ہے۔ جو ہند میں برہمن کو۔ دیگر تمام اسرائیلی قبائل بنو لاوی سے مذہبی رہ نمائی حاصل کرتے اور اپنے معابد میں انہی کو امام و پیشوا لگاتے تھے۔

قرآن میں آپ کا ذکر ۲۹ مرتبہ ہوا ہے۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے قرآن موسیٰ کی کتاب ہے۔ نورات میں آپ کو دین ابراہیم کا مجدد، ملت اسرائیلیہ کا بانی اور بہت بڑا مقنن بتایا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ کو زندگی میں بے شمار کامرانیاں نصیب ہوئیں :-

اول : آپ فرعون کے انتقام سے بچ نکلے۔ اور مدین میں حضرت شعیب کے ہاں جا پہنچے۔

دوم : وہاں آپ کو اس معیار کی روحانی و اخلاقی تربیت ملی۔ کہ آپ اللہ سے ہم کلامی کے قابل ہو گئے۔

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَخَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ
وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي
أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَى قَدَرٍ

يَا مُوسَى۔ (طہ - ۴۰)

(تم نے، اے موسیٰ، مصر میں ایک قبطی کو مار ڈالا تھا۔ لیکن ہم نے تمہیں سزا سے بچا لیا۔ ہم نے تمہیں کئی ابتلاؤں میں ڈالا۔ اور تم کامیاب ہو کر نکلے۔ تم اہل مدین میں برسوں رہے، اور رفتہ رفتہ تم اُس مقام پر آ گئے۔ جہاں ہم تمہیں لانا چاہتے تھے۔

درست فرمایا تھا حکیم مشرق نے :-

اگر کوئی شعیب آتے میسر

شہابی سے کلیمی دو قدم ہے

سوم : بعد از نبوت مصر میں گئے۔ اپنے معجزوں اور دُعاؤں سے فرعون کو اس قدر زہج کیا۔ کہ وہ اسرائیل کو آزاد کرنے پہ مجبور ہو گیا۔

چہارم: ساحرانِ فرعون کو شکست دی۔
 پنجم: جب آپ سوا چھ لاکھ افراد کو لے کر سینا کی طرف بڑھے۔ تو فرعون کی نیت خراب ہو گئی۔ وہ کئی ہزار گھوڑا گاڑیوں کے ہمراہ اُن کے تعاقب میں نکلا۔ اور قلزم میں ڈوب گیا۔

ششم: جب آپ قلزم کو عبور کرنے کے بعد سینا کے قریب ایک مقام رفیڈیم پہنچے۔ تو وہاں پانی نہ تھا۔ آپ نے ایک چٹان پر عصا سے ضرب لگائی اور بارہ چشمے جاری ہو گئے۔

ہفتم: رفیڈیم سے پہلے آپ صحرائے سین میں غیمہ انداز ہوتے تھے وہاں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی۔ اور آسمان سے ایک سفید سی گول چیز برسنے لگی۔ جسے قرآن نے ”مَن“ کہا ہے اور ساتھ ہی کہیں سے لاکھوں ٹیبریں (سَنَؤٰی) خیموں کے پاس آگئیں۔ جنہیں اسرائیلیوں نے پکڑ لیا۔ یہ سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک (۴۰ سال) جاری رہا۔

ہشتم: آپ نے قوم کو ایک مقدس کتاب (تورات) دی۔ جو تمام سیاسی۔ اخلاقی اور معاشرتی قوانین و ہدایات پر مشتمل تھی۔

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا
 عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ
 شَيْءٍ وَهَدَيْنَا رَحْمَةً -

(الانعام - ۱۵۵)

(پھر ہم نے موسیٰ کو ایک ایسی کتاب دی۔ جو غُوش کاروں کے لیے مکمل مضابطہ۔ اور ہر نوع کی ہدایت اور رحمت پر حاوی تھی۔)

نہم: آپ نے کوہ طور سے روانہ ہونے کے بعد پہلے علاقہ کو شکست دی، اور پھر اہل مَدِیْن کی مقاومت کو توڑا۔

دہم: آپ اپنی قوم کو وفات سے پہلے ارض موعود (کنعان)

کی سرحد تک پہنچا گئے۔ اور اس سرحد کو آپ کے
جانشین حضرت یوشع نے عبور کیا۔

داستانِ حیات :

آپ کی داستانِ حیات جزوِ مختلف عنوانات ، مثلاً :-

۱۸ —	اخوانِ یوسف
۲۴ —	اسرائیل
۳۲ —	اصحابِ السّبت
۴۴ —	الواحِ موسیٰ
۵۳ —	اُمّ موسیٰ
۵۹ —	البحر
۶۸ —	بنو اسرائیل
۷۵ —	تورات
۸۲ —	جباریں
۱۱۱ —	سامری
۱۱۷ —	سینا
۱۲۰ —	شعیب
۱۲۸ —	الصخرۃ
۱۳۵ —	طوی

- ۱۳۶ — طُور
 ۱۴۷ — عزیز (مصر)
 ۱۴۸ — عمران
 ۱۵۳ — فرعون
 ۱۵۵ — قارون
 ۱۷۱ — مدین

کے تحت بیان ہو چکی ہے۔ لیکن ہم اسے اختصاراً پھر دہرائے ہیں۔ تاکہ اس سلسلے کی تمام کردیاں یک جا ہو جائیں :-

فرعون نے بنو اسرائیل کی دو درائیوں سفرہ اور فومہ کو حکم دیا کہ وہ ہر پیدائش کی اطلاع حکومت کو دیں۔ ساتھ ہی پولیس کو ہدایت کی کہ وہ ہر بیٹے کو دریا میں پھینک دیں۔

(خروج - ۱۲۲)

جب موسیٰ کی پیدائش ہوئی۔ تو ماں نے اسے تین ماہ تک چھپائے رکھا۔ اور جب راز فاش ہونے لگا۔ تو سرکٹے کے ایک ٹوکے میں ڈال کر دریا میں پھینک دیا۔

”ہم نے اہم موسیٰ کو کہا۔ کہ اسے دودھ پلاتی رہو۔ اور جب راز فاش ہونے لگے۔ تو دریا میں پھینک دو۔“

(قصص : ۷)

یہ ٹوکرا، ایک ایسے مقام پر جا اٹکا۔ جہاں فرعون کے گھروالے نہایا کرتے تھے۔ اتفاقاً وہاں فرعون کی بیٹی نہانے کے لیے آگئی۔ ٹوکے کو دیکھا۔ تو ایک خادمہ کو حکم دیا۔ کہ اسے اٹھا لاؤ۔ اسے کھولا۔ اور ایک خوبصورت ساجھہ دیکھ کر اسے گھر لے گئی۔ فرعون کی بیوی نے دیکھا۔ تو کہنے لگی :

قُرَّةُ عَيْنٍ لِي وَلَكَ - عَسَىٰ أَن
 تَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا -

(قصص - ۹)

(اے فرعون ! یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے
شاید یہ ہمارے لیے مفید ثابت ہو۔ یا ہم اسے اپنا بیٹا
بنا لیں)۔

پھر یوں ہوا۔ کہ موسیٰ کسی کا دودھ نہ پیتے۔ اور روتے جاتے۔ اس حالت میں موسیٰ
کی بہن مریم عمل میں جانکلی اور کہنے لگی۔ کہ کیا میں کوئی دودھ والی عورت تلاش کر لاؤں۔ چنانچہ
وہ اپنی ماں کو لے آئی اور یوں پھر ماں کو بیٹا مل گیا۔

مصر میں موسیٰ چالیس سال تک رہا۔
ایک دن اُس نے ایک قبیلے کو دیکھا۔ کہ وہ ایک اسرائیلی کو بے رحمی سے پیٹ رہا ہے۔
موسیٰ نے آگے بڑھ کر اُسے ایک ٹکڑے رسید کیا۔ اور خدا کی شان کہ وہ مر گیا۔ موسیٰ خوفِ انتقام
سے بھاگ نکلا۔ صحرائے سینا کو عبور کر کے مدین کے ایک کوئٹے پہ پہنچا۔ دیکھا۔ کہ وہاں چرواہے
ریوڑوں کو لاسنے اور پانی پلا کر چلے جاتے ہیں۔ لیکن دولڑکیاں اپنے ریوڑ کو روکے کھڑی ہیں۔
اور انہیں کوئی آگے نہیں بڑھنے دیتا۔ موسیٰ اُسٹے اور اُن کے ریوڑوں کو پانی پلایا۔ تھوڑی
سی دیر کے بعد ان میں سے ایک لڑکی شرماتے ہوئے موسیٰ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی کہ میرے والد
(شعیب) آپ کو بلا رہے ہیں۔

جب موسیٰ اُن سے ملے۔ تو اُنہوں نے کہا کہ :
اگر تم کم از کم آٹھ برس تک میرے ریوڑ چراؤ۔ تو میں تمہیں اپنی ایک لڑکی دے
دوں گا۔

موسیٰ نے یہ شرط مان لی۔ اور پورے چالیس سال تک وہاں رہے۔

وادی طوی :

ایک دن شام کے وقت اپنی زوجہ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ کوہِ حراب (جس
کی ایک چوٹی کا نام طور ہے) کی ایک وادی (طوی) میں انہیں ایک درخت کے اندر
آگ نظر آئی۔ وہ قریب گئے۔ تو :

نُودِیَ یا مُوسٰی اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ

نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِیْ الْمَقَدِّسِ طَوٰی۔

(طلہ - ۱۲)

(آواز آئی۔ کہ اے موسیٰ۔ میں تمہارا رب ہوں۔ مجھے اُتار دو)

کہ تم طوئی کی مقدس وادی میں ہو۔)
ساتھ ہی آپ کو حکم ہوا کہ فرعون کے ہاں جاؤ اور اپنی قوم کو آزاد کراؤ۔
کہنے لگے کہ :

میری زبان اٹکتی ہے۔ اس لیے میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو بھیجیے۔ کہ وہ بڑا فصیح اللسان ہے۔

خدا نے یہ التماس منظور فرمائی۔ اور مصر میں :
"ہارون سے کہا کہ بیابان میں جا کر موسیٰ سے ملاقات کر۔
وہ گیا۔ اور خدا کے پہاڑ پر اُس سے ملا۔"
(خروج - ۲/۱۴)

پھر یہ دونوں فرعون کے دربار میں پہنچے۔ اس سے مدعا بیان کیا۔ لیکن وہ آسانی سے
ماننے والا نہ تھا۔ گو موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو اڑ رہا بنایا۔ ید بیعنا کا معجزہ دکھایا۔ ساہرا
فرعون کو شکست دی۔ لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔
چنانچہ اللہ نے قوم فرعون پر کئی عذاب بھیجے۔ مثلاً :

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ
وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالْدَّمَ -

(اعراف : ۱۳۳)

(ہم نے اُن پر طوفان - مڈی دل - مچھوئیں - مینڈکوں،
اور خون کا عذاب نازل کیا۔)

اور بالآخر فرعون نے زنج ہو کر بنو اسرائیل کو مصر سے جانے کی اجازت دے دی۔
جب یہ مصر سے نکل کر بحیرہ قلزم پہ پہنچے۔ تو تیمچے سے فرعون بھی آ گیا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پہ عصا سے ضرب لگائی۔ وہ دو حصوں میں بٹ
گیا۔ اور موسیٰ اپنی قوم کے ساتھ پار اتر گئے۔

فرعون بھی آگے بڑھا۔ جب اُس کی ساری فوج لہروں کی زد میں آ گئی۔ تو اوپر سے پانی

۱۔ صحرائے سینا میں ایک پہاڑ شرقاً غرباً خلیج عقبہ سے خلیج سuez تک
پھیلا ہوا ہے۔ طورا اسی کی ایک چوٹی ہے اور اس کا نام حوراب ہے
یہ کوہ خداوند کے نام سے بھی مشہور ہے۔

حضرت مونسؑ کے بعد حضرت یوشع قوم کے رئیس بنے۔ آپ نے کنعان کو فتح کیا۔ اور
۲۲ سال کے بعد ۱۴۲۹- قمر میں وفات پائی۔
(پہلین - ص ۱۸۲)

ماخذ :- ۱ : ڈاب - ص ۴۲۹-۴۳۳

۲ : پہلین - ص ۱۸۲

۳ : حکایت عہد بائبل - ص ۲۶

۴ : پیپلز - ص ۱۰۳۵

۵ : باڈ - ص ۴۸۵

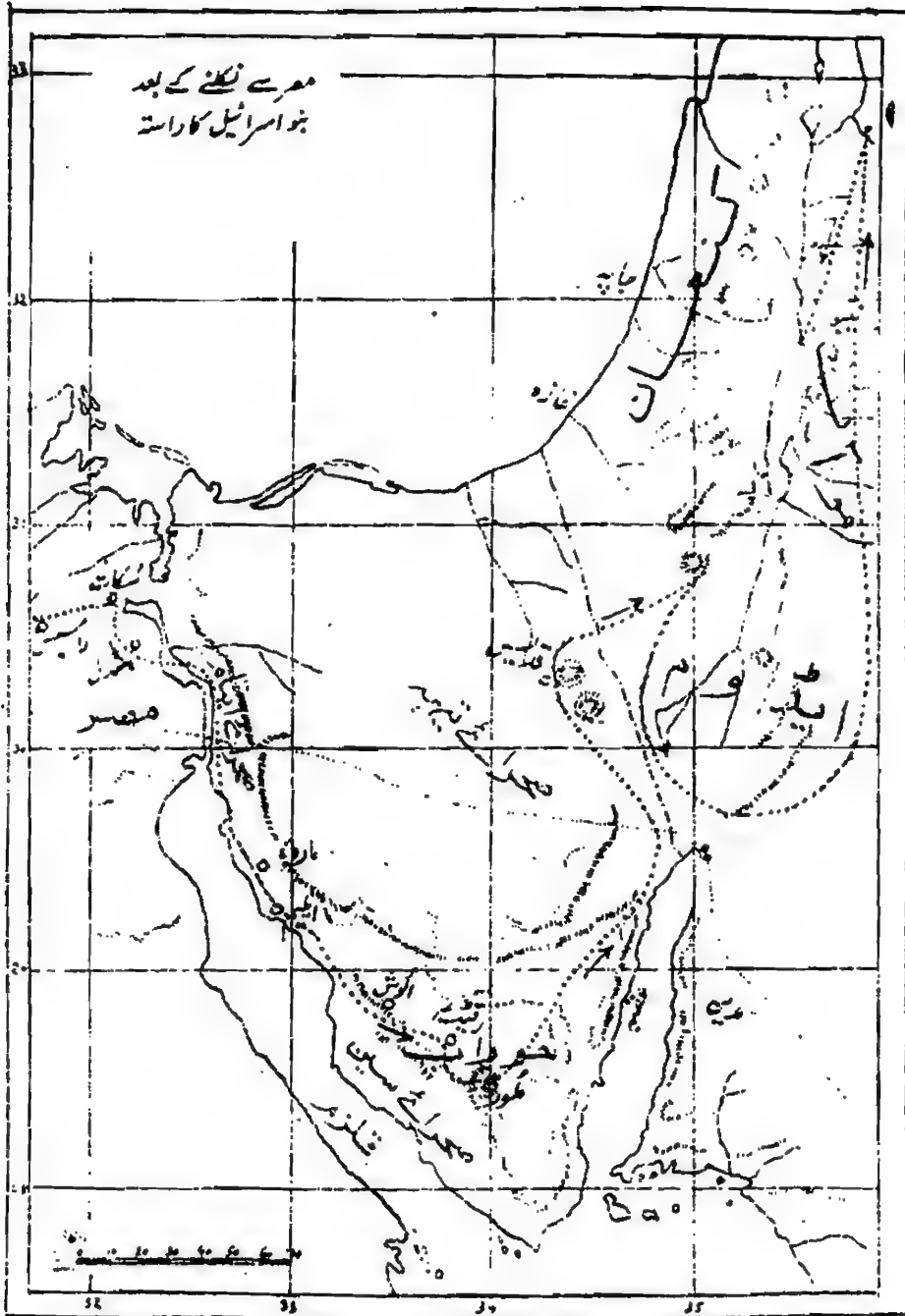
۶ : کتاب الہدیٰ - ص ۵۷۶

۷ : ڈاس - ص ۳۵۶

۸ : شاس - ص ۴۱۴

۹ : قرآن شریف

۱۰ : بائبل



نوٹ :- بارش کی دہات ایزد میں یونٹ اور حضرت موسیٰ کی کوہ نیو پر
جوساب میں بحیرہ مردار کے قریب مشرق کی طرف تھا۔

ن

۱۸۳۔ نساء النبی

دیکھیے :- ۲۲۔ ”آزواج النبی“

۱۸۴۔ نشر

بنو حمیر کا ایک قسم۔

مزید تفصیل :-

۱۱۵۔ ”سواع“ کے تحت دیکھیے۔

۱۸۵۔ نصاریٰ

دیکھیے :- ۵۶۔ ”اہل کتاب“

۱۸۶- نوح

نوح کا ذکر قرآن میں ۲۳ مرتبہ ہوا ہے اور آپ کی داستان کئی مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ اس کا حاصل یہ کہ :

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو بھیجی کی طرف بار بار بلایا۔ لیکن وہ نہ مانی۔ چنانچہ اللہ نے ان پر اس قدر عذاب برسایا کہ سینکڑوں میل تک پھیلی ہوئی تمام بستیاں ڈوب گئیں۔ حضرت نوح، ان کی مومن اولاد اور ان کے پیرو ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ جو آپ نے خدائی حکم سے پہلے ہی تیار کر رکھی تھی۔ یہ سب بچ گئے۔ لیکن تمام سرکش لوگ جن میں آپ کا ایک فرزند بھی شامل تھا ڈوب گئے۔

بعض اقوام عالم کی روایات میں داستان طوفان مختلف ناموں سے بیان ہوتی ہے۔ کالڈیہ کے قدیم نوشتوں سے پتہ چلتا ہے کہ پرانے زمانے میں ایک شخص کشتی خسر نے طوفان سے بچنے کے لیے ایک کشتی بنائی تھی۔ اسی ہی چند کہانیاں فنیقی اور بعض دیگر عربی ایشیائی اقوام کی روایات میں ملتی ہیں۔

(ڈاب - ۴۶۳)

یہ طوفان ۲۳۴۹ - قسم میں آیا تھا۔

(پکینین - ۱۸۲)

نوح کا نسب نامہ یہ ہے :-

نوح بن نوح بن متوشلح بن حنوت (اخو نوح)

بن یارد بن ہلایل بن قینان

بن اگوش بن شیت بن آدم

نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے :-

۱۔ سام

۲۔ حام اور ۳۔ یافث

بیشتر عقیدت مند کا خیال یہ ہے کہ :

موجودہ نسل انسانی انہی تین بیٹوں کی اولاد ہے۔

قرآن کی ایک آیت کا مفہوم بھی یہی ہے :

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمْ الْبَاقِينَ

(صافات - ۷۷)

(ہم نے صرف نوح کی اولاد کو دنیا میں باقی چھوڑا)

مطلب یہ کہ دنیا کی باقی آبادی یا تو ڈوب گئی تھی اور یا رفتہ رفتہ یوں ختم ہو گئی۔ جیسے : ہندوستان ، آسٹریلیا ، امریکہ اور کینیڈا کے اصلی باشندے ختم ہو چکے یا ہو رہے ہیں۔ قدرت کا یہ اصول ہے کہ وہ غیر مہذب ، وحشی اور نا اہل افراد و قبائل کو ہولے ہولے ختم کر دیتی ہے۔

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَلْيَمْكُ

فِي الْأَرْضِ - (رعد - ۱۷)

(دنیا میں وہی چیز (قوم - نسل) باقی رہتی ہے۔ جو لوگوں کے لیے مفید و نافع ہو)

”نوح کے بیٹے جو کشتی سے نکلے ، سام - حام اور یافث تھے حام کنعان کا باپ تھا۔ یہ تینوں نوح کے بیٹے تھے۔ اور انہی کی نسل ساری زمین پر پھیلی۔“

(پیدائش ۱۸-۱۹)

مسکن نوح ، آل نوح :

بائبل نیز قدیم تاریخی کتابوں اور کتبوں سے یہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام عراق کے اُس حصے میں آباد تھے۔ جہاں آج کل موصل کا شہر ہے۔ اُس زمانے میں خلیج فارس غالباً موصل تک پھیلی ہوئی تھی۔ مروجہ زمانہ سے سمندر پیچھے ہٹا گیا۔ اور رفتہ رفتہ موصل سے عراق تک کا علاقہ پانی سے باہر نکل آیا۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ زلزلے سے سمندر میں ڈوبی ہوئی زمین شق ہو جاتی ہے۔ اور ساحل کا پانی سمٹ جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ارض عراق کا ٹھوس کسی ایسے ہی حادثے کا نتیجہ ہو۔

کشتی سے نکلنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور اُس کی اولاد کوہ جودی کے دامن میں رہنے لگی۔ چونکہ یہ نکل اسی افراد تھے۔ اس لیے عرب اُس بستی کو ثمانین کہتے ہیں۔

(معجم - ج ۳ ، ثمانین)

جب چند صدیوں کے بعد ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہو گئی۔ تو یہ
ادھر ادھر ہجرت کرنے لگے۔
اکثر مغربین کا خیال یہ ہے کہ :
عرب۔ فارس۔ روم اور یورپ سام کی اولاد ہیں۔
افریقی حام کی۔
اور بحر الکاہلی ممالک یعنی :-
انڈونیشیا، فلپائنز، جاپان، چین، انڈیا، بھارت، برما، منگولیا
اور مشرقی روس یا فٹ کی۔

نوح اور بائبل :

بائبل میں حضرت نوح علیہ السلام کی کہانی ذرا تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔ اس کے
چند اقتباسات حاضر ہیں :-

” اور خدا نے نوح سے کہا کہ تمام بشر کا خاتمہ میرے
سامنے آ پہنچا ہے۔ کیونکہ اُن کے سبب سے زمین ظلم سے
بھر گئی ہے..... تو گو پھر (سُزو) کی لکڑی کی
ایک کشتی بنا..... اس کی لمبائی تین سو ہاتھ۔
چوڑائی پچاس ہاتھ۔ اور اُنچائی تیس ہاتھ ہو.....
..... تو اپنے ساتھ بیوی۔ اپنے بیٹے۔ بیٹوں کی بیویاں،
اور جانوروں اور پرندوں میں سے دو دو (نر اور مادہ) لے
لے..... اور ہر طرح کے کھانے کی
چیزیں ساتھ رکھ لے..... اور جب نوح
چھ سو برس کا تھا۔ تو پانی کا طوفان زمین پر آیا.....
چالیس دن اور رات بارش برستی رہی..... اور پانی
اتنا چڑھا کہ دُنیا کے سب پہاڑ ڈوب گئے.....
بعد میں بھی پانی ایک سو پچاس دن تک چڑھتا رہا.....
پھر پانی ٹک گیا اور بارش ختم ہو گئی..... ساتویں چھینے کی

۱۔ : غائب دور دراز کے چشمے اور نلے اُس میں شامل
ہوتے رہے۔

سترہویں تاریخ کو کشتی ارارات (جودی) کے پہاڑ پہ ٹپک گئی....
 اور دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں
 نظر آنے لگیں۔ اور چالیس دن کے بعد نوح نے کھڑکی کھول کر ایک
 کوطے کو اڑا دیا..... پھر اُس نے ایک کبوتری کو
 چھوڑ دیا۔ لیکن اُسے پنجے ٹپکنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ اور وہ لوٹ آئی..
 سات دن بعد اُس نے پھر کبوتری کو چھوڑا۔ وہ شام
 کو واپس آئی۔ تو اُس کے منہ میں زیتون کی ایک تازہ پتی تھی.....
 سات دن بعد اُس نے کبوتری کو پھر چھوڑا۔ اور وہ
 واپس نہ آئی..... چھ سو پہلے برس کے پہلے مہینے کی
 پہلی تاریخ کو پانی سوکھ گیا..... تب بارے آدمی
 اور جانور کشتی سے باہر نکلے..... اور خدا نے نوح، اور
 اُس کے بیٹوں کو برکت دی۔“

(مخفف۔ پیدائش باب ۴-۸)

لغوی تحقیق :

منظر سمجھنے کی تحقیق یہ ہے کہ :
 نوح، نوح کی تحریف ہے۔ یہ غالباً ابتدائی شمالی عراقی بولی
 کا ایک لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں : ”سکون بخش“۔
 جب یہ بچہ پیدا ہوا۔ تو اس کے والد کیمک نے اس کا
 نام ”نوح“ رکھ کر کہا کہ :
 ”یہ ہمیں سکون دے گا۔“

(پیدائش ۵/۲۹)

آل نوح :

حضرت نوح علیہ السلام کے تین ہی فرزند تھے :-

۱: حام ۲: سام ۳: یافث

بعض مفسرین اس فہرست میں ایک اور فرزند کنعان کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ جو نافرمانی
 کی وجہ سے ڈوب گیا تھا۔ لیکن بائبل میں کنعان کو عام کا فرزند اور نوح علیہ السلام کا پوتا

بتایا گیا ہے۔ (پیدائش - ۱/۴)

چونکہ پوتا بھی بیٹے ہی کی طرح عزیز ہوتا ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ حضرت نوحؑ نے اُسے "یا بختی" (اے پیارے بیٹے) کہہ کر پکارا ہو۔
یہ بچے اُس وقت پیدا ہوئے۔ جب حضرت نوحؑ کی عمر پانچ سو برس ہو چکی تھی۔

مآخذ :- ۱ : قرآن حکیم

۲ : بائبل

۳ : کتاب الہدیٰ - ص ۲۶۸

۴ : کینین - ص ۱۸۲

۵ : ذاب - ص ۴۱

۶ : معجم - ج ۳ - ثنائین -

۹

۱۸۷- وَرَّ

شمالی عرب کے ایک قصبہ دُومَةُ الْجَنْدَل میں بنو ذُبْرہ کا ایک منم جسے سالِ تبوک (۶۳۰ء) میں حضورؐ کے حکم سے خالد بن ولیدؓ نے توڑ ڈالا تھا۔
مزید تفصیل کے لیے دیکھیے :- ۱۱۵- ”سُواع“

۱۸۸- وَصِيلَةٌ

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ
وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَكَثُرُهُمْ
لَا يَعْقِلُونَ -

(مائده - ۱۰۳)

(اللہ نے نہ تو بحیرہ بنایا ہے - نہ سائبہ - نہ وصیلہ -
اور نہ حام - یہ کفار کا افتراء ہے - اور ان میں سے اکثر عقل
سے خالی ہیں -)

عربوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ جب کوئی بکری ساتویں مرتبہ بچے جنتی تو وہ یہ دیکھتے
کہ بچہ ایک ہے یا دو - پھر وہ نہ ہے یا مادہ - اگر نہ ہوتا - تو اُسے فوراً ذبح کر کے گھر کے مرد
کھا جاتے - اور عورتوں کے لیے وہ حرام سمجھا جاتا - اگر مادہ ہوتا - تو اُسے ریوڑ میں شامل کر لیتے -
اگر دو بچے ہوتے - ایک نر اور ایک مادہ - تو مادہ اور اُس کی ماں ہر دو وصیلہ کہلاتیں - محمد الدین
فیروز آبادی لکھتے ہیں کہ وصیلہ اُس اونٹنی کو بھی کہتے تھے :
”کہ وہ شکم در پے یک دیگر زاید“

(جو لگاتار دس بچے جنی چکی ہوتی)

اور اُس بکری کو بھی :-

کہ ہفت بطن دو دو بچہ مادہ درپٹے یک دیگر آرد
(جس کے بطن سے سات مرتبہ مسلسل دو دو بکریاں پیدا ہو چکی ہوں)

(منتهی الارب، ج ۲، وصل)

مزید تفاسیل کے لیے دیکھیے :-

۶۰۔ ”بحیرۃ“ اور

۱۱۰۔ ”سائبہ“

ماخذ :- ۱ : جلالین ص ۱۰۶

۲ : منتهی الارب، وصل

۳ : ترجمہ قرآن - مولانا احمد رضا۔

ص ۱۸۱ - حاشیہ

۸

۱۸۹- ہاروت

(دیکھیے :- ۱۶۷- "ماروت")

۱۹۰- ہارون

عمران کا بڑا بیٹا۔ جو حضرت موسیٰؑ سے تین سال بڑا تھا۔

(گنتی : ۲۶/۵۹)

قرآن میں اس کے متعلق صرف اتنا ہی مذکور ہے کہ جب وادی طویٰ میں حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے ہاں جانے کا حکم ہوا۔ تو آپ نے استدعا کی۔ کہ ہارون کو بھی میرے ساتھ جانے کا حکم دیجیے۔ کہ وہ بڑا فصیح و بلیغ ہے۔

تب "خداوند نے (مصر میں) ہارون سے کہا۔ کہ یہاں (سینا) میں جا کر موسیٰؑ سے ملاقات کر۔ وہ گیا اور خدا کے پہاڑ (حوراب) پر اس سے ملا..... تب موسیٰؑ اور ہارون نے (مصر میں پہنچ کر) بنی اسرائیل کے سب بزرگوں کو جمع کیا۔ اور ہارون نے انھیں وہ سب باتیں بتائیں۔ جو خداوند نے موسیٰؑ سے کہی تھیں۔"

(خروج ۲۷-۳۰)

اس کے بعد یہ دونوں فرعون کے ہاں گئے۔ اور کئی ماہ تک اُسے قاتل کرتے رہے۔ لیکن وہ نہ مانا۔ چنانچہ اُس کی قوم پر کئی عذاب نازل ہوئے، اور بالآخر اُس نے۔ عوامِ اسرائیل کو جانے کی اجازت دے دی۔

جب حضرت موسیٰؑ نے طلب ہوئے۔ تو حضرت ہارون نے ہانپنی کے فرائض سرانجام دیے۔ جب چالیس راتوں کے بعد حضرت موسیٰؑ واپس آئے۔ اور قوم کو گوسالہ پرستی میں مصروف دیکھا۔ تو آپؑ نے غصے میں الواحِ مقدسہ پھینک دی۔ اور حضرت ہارون کو ریش و دوش سے پکڑ کر گھسیٹنے لگے۔

(طہ - ۹۴)

جب بڑا اسرائیل صحرائے تیبہ میں اقامت گزریں تھے۔ تو حضرت ہارونؑ فرائضِ کہانت (مذہبی پیشوائی) سرانجام دیتے تھے۔ (خروج - باب ۲۹)

مصر میں بھی حضرت ہارونؑ اپنی قوم کے پیشوا تھے۔ نیز فرعون کی شادرتی کو نسل کے ایک ممبر۔ (باڈ - ص ۲۹۷)

حضرت ہارونؑ خروج سے موت تک حضرت موسیٰؑ سے تعاون کرتے رہے۔ صرف ایک موقع ایسا آیا۔ جب حضرت ہارونؑ اور ان کی ہمیشہ مریمؑ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام پر ناراض ہوئیں۔

ہوئیوں :-

”کہ موسیٰؑ نے ایک کوشی (جیشہ کی رہنے والی) عورت سے بیاہ کر لیا۔ اور اس پر ہارونؑ اور مریمؑ سخت ناراض ہوئے۔“

(گنتی : ۱۲-۲)

ہارونؑ کی وفات :

صحرائے تیبہ میں ۳۷ سال تک قیام کرنے کے بعد جب حضرت موسیٰؑ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر کنعان کی طرف روانہ ہوئے۔ تو وہ ایلوٹم سے گزرے۔ وہاں

۱۔ : حنلیج عقبہ کے شمال اور بحیرہٴ مردار کے جنوب میں ایک ضلع یا علاقہ۔

جبلِ ثور (یا جبلِ ہارون) کے دامن میں رُکے۔ تو حضرت ہارون کی وفات ہو گئی اور آپ کو اس پہاڑ کی چوٹی پر دفن کر دیا گیا۔ اُس وقت آپ کی عمر ۱۲۳ سال تھی۔ آپ کے دو فرزند تھے:

۱: اَلِیْذَار، اور

۲: اِنْتَهَامَز

آپ کے بعد پیشوائی کا منصب اَلِیْذَار کے حوالے ہوا۔ جو آپ کی نسل میں بطور وراثت چلتا رہا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد اس پر اِنْتَهَامَز کی اولاد قابض ہو گئی۔ جب حضرت سلیمان — (۹۷۵-۹۷۵ ق م) کا زمانہ آیا۔ تو آپ نے یہ منصب دوبارہ آبی اَلِیْذَار کے حوالے کر دیا۔

(ڈاب - ص ۷)

مآخذ:-

۱: ڈاب - ص ۷

۲: باڈ - ص ۲۹۷

۳: اعلام - ص ۱۹۱

۴: بائبل

۵: قرآن حکیم

۶: شاس - ص ۱۳۴

۱۹۱- ہامان

قرآن میں یہ نام فرعون کی کہانی میں چھ مرتبہ آیا ہے۔
 شارحین قرآن کی رستے یہ ہے کہ :

ہامان فرعون کا وزیر اعظم تھا۔ ایک دفعہ فرعون نے اسے
 ایک مینار بنانے کا حکم دیا۔ تاکہ وہ اُس پر چڑھ کر خدائے مومنوں
 کو دیکھ سکے۔ (قصص - ۳۸)

اسی نے فرعون کو بنو اسرائیل کے بچے قتل کرنے
 کا مشورہ دیا تھا۔ (ڈاس - ۱۹۰)

ایران کے ایک بادشاہ کھسرو (۲۲۵- ق م) کے وزیر اعظم
 کا نام بھی ہامان تھا۔ اس نے ایک دفعہ تمام یہود کو قتل کرنے کا حکم دیا۔
 لیکن خود قتل ہو گیا۔

آستر (ہابیل) باب ۳-۵

ماخذ :- ۱: ہابیل

۲: قرآن مجید

۳: ڈاب - ۲۲۴

۴: ڈاس - ۱۹۰

۱۹۲- ہود

تفسیر بیضاوی (بحوالہ ڈاس ۱۸۲) میں ہود کا نسب نامہ یوں دیا ہوا ہے :-

ہود بن عبد اللہ بن زباح بن خلوف

بن عاد بن عوص بن ارم

بن سلیم بن نوح

بعض اہل علم کے ہاں عبید بن سلح (شارح) بن ازغشہ بن سام بن نوح ہی ہوتا تھا۔
بائبل (قضاۃ - ۳) میں ایک یہودی بہر کا بھی ذکر آیا ہے۔ جو حضرت یوشع (۱۲۲۹-قم)
کے بعد ہوا تھا۔

(قضاۃ - ۴) ڈاس (ص ۱۸۲) نے ایک محقق ہربلاٹ (HERBELOT) کے حوالے
سے لکھا ہے۔ کہ شاید یہود اسی کا نام تھا۔
لیکن قرآن کی رو سے یہ درست نہیں۔ کیونکہ قوم عاد کا زمانہ عروج ابراہیم سے پہلے اور
نوح کے بعد تھا۔ اور بہر آٹھ سو سال بعد کا آدمی ہے۔

وَإِذْ كَرُّوا إِذْ جَعَلْنَا خُلَفَاءَ
مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَخَرَّادَكُمْ
فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً۔

(اعراف - ۶۹)

(اے قوم عاد! وہ وقت یاد کرو۔ جب اللہ نے تمہیں
قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا تھا۔ اور تمہاری شان و شوکت میں
انصاف کیا تھا)۔

یہود علیہ السلام عاد اوتے (دیکھیے - ۲۱ - "ارم ذات العباد) کی طرف
مبعوث ہوئے تھے۔ یہ قوم احقاف (دیکھیے شمار - ۱۳) میں رہتی تھی۔ قرآن میں ہود کا
دس بار ذکر آیا ہے۔ اور قرآن کی گیارہویں سورہ کا نام بھی ہود ہے۔ آپ نے قوم کو بار
بار بدکاری کے نتائج سے ڈرایا۔ وہ نہ مانی تو تباہ ہو گئی۔

أَمَّا عَادُ فَاهْلَكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ

عَاتِيَةٍ۔ (حافہ - ۶)

(ہم نے عاد کو تند و تیز اور دھاتنی ہوئی آندھی

سے تباہ کیا تھا)۔

آپ کی عمر ۱۵۰ برس تھی (شاس منہ) اور آپ کا مزار حفر موت میں بہر بزرگوت
(ایک گاؤں) کے قریب واقع ہے۔
ابن بطوطہ (سفرنامہ - طبع پیرس - ج ۱، ص ۲۰۵) لکھتا ہے کہ آپ جامع دمشق میں

مدفون ہیں۔

بعض دیگر علما کہتے ہیں کہ :

آپ کعبہ کے قریب ۹۸ دیگر انبیاء کے ساتھ دفن ہیں۔

(شناس - ص ۱۴۰)

مولانا یعقوب الحسن نے کتاب الہدیٰ کی جلد دوم (ص ۳۳۴-۳۳۵) میں حضرت
ہوڈ کے متعلق چند کتب کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مآخذ نہیں بتایا۔ اگر بتایا بھی ہے تو ناممکن۔
اس لیے میں انہیں نظر انداز کرتا ہوں۔

مآخذ :- ۱ : قرآن شریف

۲ : بائبل

۳ : شناس - ص ۱۴۰

۴ : رحلۃ ابن بطوطہ - ج ۱ ص ۲۵۱

۵ : ڈاس - ص ۱۸۲

۶ : کتاب الہدیٰ ج ۲، ص ۲۲۴

ی

۱۹۳- یاجُوج

دیکھیے :- ۱۶۶- ”ماجُوج“

۱۹۴- یَثْرِب

دیکھیے :- ۱۶۲- ”مَدِیْنَه“

۱۹۵- یَحْیٰی

قرآن شریف میں آپ کا ذکر پانچ بار آیا ہے :-

• عِمْرَان - ۴۷

• اَنْعَام - ۱۵۷

﴿ هَزِيحًا - ع ۱ ﴾ (دو بار)

اور ﴿ اَنْبِيَاء - ع ۴ ﴾ میں :-
 آپ کی کہانی سورہ مریم کی ابتدائی آیات میں یوں بیان ہوئی ہے :-
 ” آؤ ہم اس رحمت کا ذکر کریں۔ جو تمہارے رب نے اپنے بندے
 زکریاؑ کی تھی۔ ہوا یوں :-
 کہ زکریاؑ نے اللہ سے نرم اور دھیمی آواز میں کہا :

کہ اے رب !
 میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور پیری کی وجہ سے بالوں کا رنگ
 سفید ہو گیا ہے۔ میری دعا کبھی نامنظور نہیں ہوتی۔ میری بیوی بانجھ ہے
 اور مجھے اپنے ورثا سے خوف سا آتا ہے۔ اس لیے اے اللہ مجھے
 ایک ایسا فرزند عطا فرما۔ جو میرا نیز آل یعقوب کی اوصاف کا وارث ہو۔
 اور اُس کے اطوار پسندیدہ ہوں۔

جواب ملا :
 کہ اے زکریاؑ !
 ہم تمہیں ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں۔ جس کا نام سچا
 ہو گا۔ اور اس سے پہلے ہم نے یہ نام کسی اور کو نہیں دیا۔
 زکریاؑ نے کہا :
 کہ اے رب !

میرے ہاں فرزند کیسے ہو سکتا ہے، کہ میری بیوی بانجھ ہے اور
 میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ گیا ہوں۔
 فرمایا :

ایسا ہو کر رہے گا۔ یہ میرے لیے بہت آسان ہے۔ کیا ہم نے
 تم کو عدم محض سے پیدا نہیں کیا ؟
 کہا :

اے رب !
 مجھے کوئی نشان دے۔

فرمایا :
 نشان یہ ہے۔ کہ نو تین راتوں تک کسی سے بات نہیں کر

سکے گا۔

(جب ایسا ہوا) تو زکریا عبادت گاہ سے نکل کر لوگوں کے سامنے آیا۔ اور انہیں اشاروں سے صبح و شام ذکر و تسبیح میں مصروف رہنے کی ہدایت کی۔

اے یحییٰ! تورات کو محکم پکڑو۔ ہم نے یحییٰ کو بچپن ہی میں دانش، تحمل، پاکیزگی اور تقویٰ سے نوازا تھا۔ وہ والدین کا فرماں بردار تھا۔ اور غلام و سرکش نہ تھا۔“

(مریم : ۱-۱۵)

سورہ عمران میں ہے :

”کہ یحییٰ کلمۃ اللہ (مسیح) کی تصدیق کرے گا۔ وہ قوم کا سردار، گناہ سے نفور، نبی اور صالح ہو گا۔“

(عمران : ۳۹)

انجیل میں ہے :-

”یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانے میں ایسا (ابن بکر از بنو بن یمن) کی نسل سے زکریا نامی ایک کاہن تھا۔ اُس کی بیوی اَلشَّبَّاح بَارون کی اولاد میں سے تھی..... ان کی اولاد نہ تھی۔ کیونکہ اَلشَّبَّاح با نوحہ مٹی اور دونوں عمر رسیدہ تھے..... ایک دن ایک فرشتے نے اُس سے کہا..... تیری دعا سُن لی گئی اور تیری بیوی سے ایک بیٹا ہو گا۔ اُس کا نام یوحنا رکھنا.....“

(لوقا : ۵-۱۴)

اَلشَّبَّاح، حضرت مریم (والدۃ مسیح) کی بہن تھی۔ یحییٰ کی ولادت مسیح سے صرف چھ ماہ پہلے ہوئی تھی۔ (ڈاب - ص ۳۹)۔

جب یہ بڑا ہوا۔ تو آؤنٹ کے بالوں کا ایک گرتہ پہن کر اوپر پٹی باندھ لیتا۔ عموماً بیابانوں میں رہتا۔ اور کبھی کبھی بستیوں میں جا کر لوگوں کو اللہ کی طرف مبلاتا۔ آسمانی بادشاہت کے قُرب کا اعلان کرتا۔ اور جو لوگ گناہوں سے تائب ہو جاتے انہیں پنتسمہ دیتا۔ یعنی انہیں نہلاتا یا وضو کراتا یا صرف پانی چھڑک دیتا۔ جب حضرت مسیح بڑے ہوئے۔ تو آپ عیسیٰ سے چل کر بارڈن میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہاں پنتسمہ لینے کے لیے گئے۔

(متی : ۳/۱۳)

مشہور مورخ ابن عساکر لکھتا ہے :
کہ حضرت یحییٰ بابل کے بادشاہ بخت نصر کے معاصر تھے۔

(قصص - ج ۲، ص ۲۷)

تاریخی لحاظ سے یہ غلط ہے۔ کیونکہ بخت نصر ۶۰۰ قبل مسیح کا آدمی تھا۔ اور حضرت یحییٰ کی ولادت ۴۴۰ ق م میں اور شہادت ۳۰۰ میلادی میں ہوئی تھی۔

مآخذ :- ۱ : قص القرآن - ج ۲، ص ۲۶۲-۲۷۹

۲ : ڈاب - ص ۳۰۹

۳ : بائبل

۴ : قرآن مقدس

۵ : شمس - ص ۴۴

۶ : ڈاس - ص ۴۹۴

۱۹۴ - یعقوبؑ

قرآن حکیم میں آپ کا ذکر ۱۶ مرتبہ آیا ہے۔

آپ اسماعیل علیہ السلام کے فرزند اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ آپ خیرون میں پیدا ہوئے۔ سال ولادت ۱۸۳۶ ق م - مذہب وہیں رہے۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔ تو آپ جنوبی کنعان کے ایک مقام بئر لحتیٰ روئی میں جا بکھرے۔

(پیدائش : ۲۵/۱۱)

آپ کی چار بیویاں تھیں :-

• لیاہ

• راحیل

• زلفہ اور • بلہاہ

لباہ اور راحیل حضرت یعقوب کے ماموں لابن کی بیٹیاں تھیں۔ اور باقی دو کنیزیں۔
 بلہاء راحیل کی کنیز تھی۔ اور زلفہ لباہ کی۔
 ان تمام سے یہ اولادیں ہوئیں :-
 ۱ : بلہاء سے دان اور نفتالی۔
 ۲ : زلفہ سے جڈ اور اششر۔
 ۳ : لباہ سے روبن ، شمعون ، لاوی ، یہوداہ ، اشکار اور زبلون۔

۴ : راحیل سے یوسف اور بن یامین۔
 (پیدائش : ۲۳ — ۲۵)

یہ مکمل بارہ بھائی تھے۔ جو اسرائیل کے بارہ قبائل کے اجداد تھے۔
 ان کے نام بہ ترتیب ولادت یہ ہیں :-

۱ : روبن ۲ : شمعون ۳ : لاوی
 ۴ : یہوداہ ۵ : دان ۶ : نفتالی
 ۷ : جڈ ۸ : اششر ۹ : اشکار
 ۱۰ : زبلون ۱۱ : یوسف ۱۲ : بن یامین

ان تمام میں حضرت یوسف کو بڑی اہمیت۔ شہرت اور عزت نصیب ہوئی۔ آپ نبی بھی تھے اور فرعون کے وزیر مال بھی رہے۔ آپ کی ولادت اُس وقت ہوئی۔ جب حضرت یعقوب کی عمر ۹۱۔ برس تھی۔ یعنی ۱۷۲۵۔ ق م میں۔ آپ کی عمر صرف ۱۷۔ برس تھی کہ آپ کے بھائیوں نے سازش کر کے آپ کو ایک کوتلیں میں پھینک دیا۔ ۱۷۲۸۔ ق م میں آپ بازار مصر میں فروخت ہوئے۔ کچھ عرصہ عزیز مصر (اور زلیخا) کے گھر میں رہے۔ پھر زنداں میں بھیج دیے گئے، اور ۱۷۱۵۔ ق م میں آپ وزیر مالیات مقرر ہوئے۔ جب ۸/۶ برس بعد مصر اور نواحی ممالک میں قحط پڑ گیا۔ نو برادران یوسف غلہ لینے کے لیے چار مرتبہ مصر گئے۔ چوتھی دفعہ اُن کے ہمراہ حضرت یعقوب بھی تھے۔ یہ سفر ۱۷۰۶۔ ق م میں ہوا تھا۔ حضرت یوسف نے اپنے والد اور بھائیوں کو مصر کے ایک شہر راستس میں آباد کر دیا۔ آپ کے والد وہاں سترہ برس زندہ رہے اور آپ کے بھائی اس قند چھلے پٹوئے۔ کہ جب ۲۱۵ برس بعد (۱۴۹۱۔ ق م) حضرت موسیٰ نے بنو اسرائیل کو غلامی فرعون سے نکلانے کے لیے مصر میں پہنچے۔ تو اُن لوگوں کی تعداد جن کی عمر میں برس یا اس سے زیادہ تھی، چھ لاکھ کے قریب ہو چکی تھی۔

(یکینین : ۱۸۲ ، اور

گنتی : ۳۵ — ۴۶)

حضرت یعقوب کی والدہ کا نام رَبِقَہ تھا۔ یہ بَیْھَوَالِ بن نَحْوَر بن آذر کی بیٹی تھی۔

”اسحاق پالیس برس کا تھا۔ جب اُس نے ربقہ سے بیاہ کیا..... جب اسحاق ساٹھ برس کا ہوا۔ تو ربقہ کے بطن سے اٹھنے دو بچے پیدا ہوئے۔ پہلے کا نام عیسو رکھا گیا اور دوسرے کا یعقوب۔ اس نے پیدائش کے وقت عیسو کی اڑی پکڑی ہوئی تھی۔“

(ملخص۔ پیدائش : ۲۵/۲۰-۲۶)

بچے ہو کر یعقوب حِزَان میں اپنے مائوں لابن کے ہاں بیس سال روپو چراتا رہا۔ جب وہاں سے رخصت ہوا۔ تو اس کے ساتھ بڑے بڑے ربوڑ اور گیارہ فرزند تھے۔ یہ بیت ایل میں رُکے۔ جو یروشلم کے شمال مشرق میں ۴ میل دُور واقع تھا۔ بارھوالی بچہ (بن یامین) اسی بستی سے نکلنے کے بعد بیت لحم کی راہ میں پیدا ہوا۔ اور اس کی پیدائش پر راحیل کو اتنی تکلیف ہوئی، کہ وہ وفات پا گئی اور راہ کے کنارے دفن ہوئی۔

(پیدائش : ۳۵/۲۰)

اس کے بعد حضرت یعقوب خُبرون میں مقیم ہو گئے۔ یعنی بیت المقدس سے بیس میل جنوب میں ہے۔ اور الخلیل کے نام سے بھی مشہور ہے۔ یہیں ۸۰ سال کی عمر میں حضرت اسحاق کی وفات ہوئی۔ حضرت یوسف کو اُس کے بھائیوں نے حضرت اسحاق کی وفات سے گیارہ برس پہلے کوئیں میں پیدا کیا تھا۔ حضرت یعقوب کی وفات مصر میں ہوئی۔ اُس وقت آپ کی عمر ۱۴۷ سال تھی۔

(ذاب۔ ۲۶۸)

آپ کی نعش کو بڑے احترام سے ارض کنعان میں پہنچایا گیا۔ اور وہاں آپ خُبرون میں دفن ہوئے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے :-

۲۲- ”اسرائیل“ اور

۶۸- ”بنو اسرائیل“

تأخذ :- ۱ : بائبل

- ۲ : قرآن حکیم
 ۳ : ڈاب - ص ۲۶۸
 ۴ : کتاب الہدی - ج ۲، ص ۴۹۲
 ۵ : اعلام - ص ۱۹۹

۱۹۷- یَعُوق

مین کے بنو ہمدان کا ایک منہم۔ جو اس قبیلے کے ایک سردار
 مالک بن مرثد بن جشم..... بن ہمدان نے عمرو بن لُحَی
 سے لے کر اپنے ایک قبائلی گاؤں خینواں میں نصب کر دیا تھا۔
 (معجم - ج ۸)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے :-

۱۱۵- ”سُواع“

۱۹۸- یَعُوث

یہ بت عمرو بن لُحَی نے مین کے ایک رئیس اُنْعَم بن عمرو المرادی کو دیا تھا۔ اس نے
 اسے بنو مذحج کے ایک ٹیلے پہ نصب کر دیا۔ اس ٹیلے کے گرد بنو مراد کی دو شاخیں اُنْعَم و
 اعلیٰ بھی آباد تھیں۔ یہ سب اس کی عبادت کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد بنو مراد کے اکابر نے چاہا۔
 کہ اس بت کو اپنے قبیلہ (بنو مراد) کے آبائی مساکن میں لے جائیں۔ لیکن یہ بات اس قبیلہ
 کی دو شاخوں اُنْعَم و اعلیٰ کو ناگوار گزری۔ اور وہ بت کو اٹھا کر بلاد بنو حارث

میں چلے گئے۔ جب اشرافِ مراد کے کہنے پر بھی بنو ماریٹ نے بت کو واپس نہ کیا۔ تو بنو مراد نے حملہ کر دیا۔ اس میں حملہ آوروں کو شکست ہوئی۔ یہ جنگ یوم بدر کو ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد بنو غطفان اس بت کو چھین کر اپنے وطن نجران لے گئے۔

باقی تفاسیل کے لیے دیکھیے :-

۱۱۵۔ ”سُواع“

مأخذ :- معجم البلدان ج ۸، ص ۵۱۰

۱۹۹۔ یُوسُف

”ہم“ یعقوب کے تحت لکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت یعقوب اپنے ماموں لاہی کو ملنے کے لیے حِزّان (شام کا ایک شہر) گئے تھے۔ وہاں اُس کی دو بیٹیوں لیاہ اور راحیل سے شادی کر لی۔ لیاہ سے چھ بچے پیدا ہوئے :-

۱ : رُوبِن ۲ : شَمْعُون

۳ : لاوِی ۴ : یَهُودَاہ

۵ : اشکار ۶ : زَبَلُون

اور راحیل سے دو۔ یعنی :-

۱ : یُوسُف ، اور

۲ : بِن یامین

باقی چار بچے دو کنیزوں سے پیدا ہوئے تھے۔

”زَلْفَہ سے جَد اور اَشْر“

اور پلہاہ سے دان اور نفتالی ۔

(پیدائش : ۲۳ ۳۵ : ۲۹)

حضرت یعقوب اپنے ماموں کے ہاں بیس برس رہے۔ وہاں آپ کے گیارہ بچے پیدا ہوئے تھے۔ جن میں یوسف سب سے چھوٹا تھا۔ جب آپ حزان سے نکل کر خبرون کی طرف روانہ ہوئے۔ تو میت ایل (یروشلم سے ۱۲ میل شمال مشرق میں) میں راحیل سے بن یامین پیدا ہوا۔ معاً راحیل فوت ہو گئی۔ اور اُسے راہ کے کنارے دفن کر دیا گیا۔

(پیدائش : ۳۵/۲۰)

اس کے بعد حضرت یعقوب یروشلم سے بیس میل جنوب کی طرف خبرون میں مقیم ہو گئے۔ یہ شہر آج کل اخلیل کہلاتا ہے۔ اور ۱۹۶۷ء سے یہود کے قبضے میں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان کا آغاز خبرون سے ہوتا ہے۔ باتل کہتی ہے اور قرآن اُس کی تصدیق کرتا ہے :

کہ حضرت یوسف سترہ برس کی عمر میں اپنے بھائیوں کے ساتھ بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اور حضرت یعقوب اُس سے بہت پیار کرنے لگے۔ انہی دنوں حضرت یوسف نے ایک خواب دیکھا۔ کہ سورج، چاند اور گیدہ سارے آپ کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ اس پر آپ کے بھائیوں نے ایک منصوبہ تیار کیا۔ سیر و شکار کے بہانے انہیں جنگل میں لے گئے۔ وہاں ایک کوئٹھ میں پھینک دیا اور اُن کے کرتے پہ غول چھڑک کر اپنے والد سے کہا :

کہ یوسف کو بھیڑ یا کھا گیا ہے۔

اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام مدتوں روتے رہے۔ یہاں تک کہ اُن کی نظر جاتی رہی۔

جب وہ حضرت یوسف کو کوئٹھ میں پھینک چکے تو تھوڑی سی دیر کے بعد وہاں سے ایک قافلہ گُزرا۔ جو پانی لینے کے لیے اُس کوئٹھ پر رُکا۔ ڈول ڈالا۔ تو حضرت یوسف ڈول اور رستی کے سہارے باہر نکل آئے۔ اہل قافلہ انہیں معرے گئے۔ اور وہاں کے بازار میں بیچ ڈالا۔

(پیدائش - باب : ۳۷)

فرعون کے ایک منصب دار قوطی فار (عزیز) نے انہیں خرید لیا۔

اُس وقت حضرت یوسفؑ کی عمر سترہ برس تھی۔ نہایت وجہ بہہ حسین۔ عزیز کی بیوی، زلیخا، انھیں اپنی طرف مائل کرنے لگی۔ ایک دن بند کمرے میں انھیں گرتے سے پکڑ کر کھینچا اور گرتے پھٹ گیا۔ مہین اُس وقت عزیز گھر میں داخل ہوا۔ پوچھا :
کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

زلیخا کہنے لگی :

کہ یوسفؑ نے میری عورت پر ہاتھ ڈالا ہے۔

باس سے ایک پتھر بول اٹھا :

تو اے عزیز ! یوسفؑ کے گرتے کو دیکھو۔ اگر وہ اگلی طرف سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا سچی ہے۔ اور اگر پشت سے پھٹا ہوا ہے۔ تو وہ جھوٹی ہے۔

عیز نے گرتے کو دیکھ کر زلیخا کو سخت ڈانٹا۔ لیکن وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔ باز نہ آئی۔ بالآخر عزیز نے مصلحت اسی میں دیکھی۔ کہ حضرت یوسفؑ کو زنداں میں منتقل کر دے۔ عزیز ہی جیل کا داروغہ تھا۔ وہاں اُس نے یوسفؑ کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں، اور اُسے قیدیوں کا سردار بنا دیا۔

ایک رات دو قیدیوں نے دو خواب دیکھے۔

ایک نے دیکھا۔ کہ وہ انگور چوڑ رہا ہے۔

دوسرے نے دیکھا۔ کہ اُس کے سر پر روٹیوں کا ایک ڈکرا ہے۔

جنہیں پرندے کھا رہے ہیں۔

یوسفؑ نے پہلے کو کہا :

کہ تو جلد فرعون کا ساتھی مقرر ہوگا۔

اور دوسرے کو کہا :

کہ تو صلیب پہ لٹکا دیا جائے گا۔ اور پرندے تیرے سر کا گوڈا

کھائیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دن فرعون نے خواب میں سات موٹی گائیں دیکھیں۔ جنہیں سات دہلی گائیں کھا رہی تھیں۔ ساتھ ہی گندم کے سات سبز اور سات خشک خوشے دیکھے۔ دانشوران دربار سے اس کی تعبیر پوچھی۔ لیکن وہ

نہ بتا سکے۔

اس پر اُس کا ساتھی (سابق قیدی) بول اٹھا۔ کہ جیل میں ایک قیدی جس کا نام یوسف ہے، تعبیر بتانے میں جواب نہیں رکھتا۔ چنانچہ فرعون نے تعبیر کی خاطر حضرت یوسف کی طرف ایک قاصد بھیجا۔ آپ نے تعبیر یہ بتائی :

کہ اگلے سات برس بے اندازہ غلہ پیدا ہوگا۔ پھر قحط پڑ جائے گا۔ لوگ اپنا سب اندوختہ (موٹی گائیں) کھا جائیں گے۔

یہ سن کر بادشاہ نے اُسے اپنا وزیر بنالیا۔ اور حکم دیا کہ آنے والے قحط کی تباہ کاریوں کو روکنے کا ابھی سے اہتمام کریں۔

جب سات سال بعد قحط پھوٹ پڑا۔ تو آپ کے بھائی غلے کے لیے مصر میں جانکلے۔ آپ نے انہیں پہچان لیا۔ اور پوچھا :

کہ کیا تمہارا کوئی اور بھائی بھی ہے ؟

کہا : ہے۔

فرمایا : کہ اگلی مرتبہ اُسے بھی ساتھ لے آنا۔ ورنہ غلہ نہیں ملے گا ساتھ ہی کارکنوں کو حکم دیا۔ کہ ان کی رقم ان کے بوروں میں رکھ دو۔

جب وہ گھر پہنچے۔ اور دیکھا۔ کہ بوروں میں رقم بھی رکھی ہوئی ہے۔ تو وہ حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔ اس کے بعد بن یامین کو ساتھ لے کر مصر گئے۔ حضرت یوسف نے بن یامین کو الگ کر کے اپنا تعارف کرایا اور پھر اُسے اپنے ہاں روک لینے کی سکیم یہ بتائی۔ کہ شاہی پیمانہ اُس کے بورے میں رکھ دیا۔ جب وہ روانہ ہونے لگے۔ تو کسی کارندے نے آواز دی۔ کہ مٹھرو۔ شاہی پیمانہ گم ہو گیا ہے۔

انہوں نے کہا :

کہ ہم چور نہیں ہیں۔

وہ کہنے لگا :

کہ اگر تمہارے بوروں میں سے پیمانہ نکل آئے تو پھر کہنے لگے :

کہ بیشک اُسے گرفتار کر لو۔

چنانچہ سب بورے کھولے گئے۔ اور پیمانہ بن یامین کے بورے

سے نکل آیا۔

اس پر وہ کہنے لگے :

کہ اس کا ایک اور بھائی بھی چور تھا۔ بہر کیف چونکہ اس کا باپ بہت ضعیف اور مصیبت زدہ ہے۔ اس لیے آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیں۔ اور اسے جلنے دیں۔

حضرت یوسف نے جواب دیا :

کہ ہم چور کے علاوہ کسی اور کو پکڑنے کے مجاز نہیں ہیں۔

اس پر سب سے بڑا بھائی کہنے لگا :

کہ میں اپنے والد کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ اس لیے تم جاؤ ساری کہانی انھیں سناؤ۔ اور پھر مجھے اطلاع دو۔ اگر حضرت والد نے اجازت دے دی تو میں لوٹ آؤں گا۔ ورنہ یہیں رہوں گا۔

جب بھائیوں نے گھر جا کر اپنے والد کو ساری کہانی سنائی۔ تو آپ

نے فرمایا :

کہ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ تم سب واپس جاؤ۔ غلہ بھی لاؤ۔ اور یوسف کو بھی تلاش کرو۔

چنانچہ وہ واپس گئے۔ جب دربار میں حاضر ہوئے۔ تو حضرت

یوسف نے اپنا تعارف کرایا۔ اس سے اُن کے سر شرم و ندامت سے جھک گئے اور معافی مانگنے لگے۔

حضرت یوسف نے کہا :

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْنَا الْيَوْمَ

(یوسف : ۹۲)

جاؤ میں نے تمہیں فی سبیل اللہ معاف کیا۔ میری یہ قمیص ساتھ لے جاؤ۔ اسے میرے والد محترم کے چہرے پہ ڈالو۔ فوراً اُن کی نظر لوٹ آئے گی۔ اور پھر انھیں اپنے ساتھ لے آؤ۔

جب یہ پیغام حضرت یعقوب کو ملا۔ تو وہ سفر کو تیار ہو گئے۔

چنانچہ یہ سارا قافلہ مصر کو چل دیا۔

وہاں پہنچے تو حضرت یوسف نے اپنے والدین (اُس وقت غالباً ایادہ زندہ تھے۔ جو یوسف کی سونہلی ماں تھی) کو تخت پہ بٹھایا۔ اور گیارہ بھائی نیچے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد سورج۔ چاند (والدین) اور

گیارہ ستارے (مہائی) اُس کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔
اور یوسف بول اُٹھے :-

يَا اَبَتِ هَذَا تَاوِيلُ رُؤْيَايَ

(یوسف : ۱۰۰)

(اے بزرگوار باپ - یہ ہے میرے خواب کی تعبیر)

واقعات کی تاریخیں :

- ۱- یوسف کی ولادت : ۱۷۴۵- ق م
 - ۲- مصر میں یوسف کی فروخت : ۱۷۲۸- ق م
 - ۳- یوسف کی تقرری بطور وزیرِ مالیات : ۱۷۱۵- ق م
 - ۴- حضرت یعقوب مصر میں پہنچے : ۱۷۰۶- ق م
 - ۵- یوسف کی وفات : ۱۶۳۵- ق م
- وفات کے وقت حضرت یوسف کی عمر ۱۱۰ برس تھی۔
”انھوں نے اُس کی لاش میں خوشبو بھری اور اُسے مصری
میں تابوت میں رکھ دیا۔“
(پیدائش : ۱۷۴۵)

یوسف کی شادی :

جب یوسف ۱۷۱۵- ق م میں وزیرِ مال مقرر ہوئے۔ تو فرعون نے اُن کی شادی فوطی فار
(زلیخا کا خاوند) کی لڑکی آسانہ سے کرا دی۔ اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے :-

☆ پہلا مَنَسِی تھا۔ اور

☆ دوسرا اِفْرَائِیم ۔

(پیدائش : ۱۷۱۵/۵۰)

یہ دونوں بچے قحط کے سالوں (۱۷۰۸- ق م) سے پہلے
پیدا ہوئے تھے۔

(ڈاب : ۳۱۵)

حضرت یوسف علیہ السلام تقریباً نوے برس مصر میں رہے۔ اور اُن کے پوتے بھی اُن کے سامنے جوان ہوئے۔

فرعون یوسف :

مصر میں فرعون کے اکتیس خاندان برسرِ اقتدار رہے تھے۔ آخری خاندان کو اسکندر اعظم نے ۳۳۱ء - ق م میں ختم کیا تھا۔ حضرت یوسف کے زمانے میں پندرہویں خاندان کے ایک منرعون آبرٹسین سوم کی حکومت تھی۔ یہ ۲۶ سال مند آرا رہا۔ جب حضرت یعقوب مصر میں وارد ہوئے۔ تو اُس وقت اپوفس کی حکومت تھی۔

بعض مؤرخین کا خیال یہ ہے کہ :

اپوفس اور آبرٹسین ایک ہی بادشاہ کے نام ہیں۔

(ڈاب : ۵۲۴)

نیز دیکھیے :-

۲۴ — "اسرائیل"

۶۸ — "بنو اسرائیل"

۱۵۳ — "فرعون"

۱۷۷ — "مصر"

۱۹۶ — "یعقوب"

ماخذ :- ۱ : باڈ - ۳۹۴

۲ : ڈاب - ص ۳۱۵ و ۵۲۴

۳ : بائبل

۴ : قرآن حکیم

۵ : اعلام - ص ۲۰۲

۶ : کتاب الہدی - ص ۵۳۶

۲۰۰۔ یُونُسؑ

(دیکھیے : ۱۲۴۔ ”صاحبِ الموت“)

۲۰۱۔ یٰہُود

(دیکھیے : ۵۶۔ ”اہلِ کتاب“)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



کتابت

- ۱ : مُعْجَمُ الْبُلْدَان : ياقوت حمّو - طبع مصر.
- ۲ : البدايته والتهايه : حافظ ابن كثير - طبع مصر - ۱۳۲۸ هـ
- ۳ : تَلْقِيحُ فَهْمِ أَهْلِ الْأَثَر : أبو الفرج عبد الرحمن بن الجوزي - طبع برقي پريس - دہلی - ۱۸۸۶ء
- ۴ : تفسیر کبیر : فخر الدین رازی - طبع مصر - ۱۳۲۲ هـ
- ۵ : الْمَهْلُ وَالْتَّحَلُّ : أبو الفتح محمد بن عبد الكريم بن أبي بكر - احمد الشہرستانی - طبع مصر - ۱۹۴۱ء
- ۶ : الامامة والسياسة : ابن كثير ديناوري - مصر ۱۹۳۷ء
- ۷ : الفهرست : ابن النديم - مطبع استقامة - مصر
- ۸ : كتاب الاعاني : أبو الفرج إسمعيل بن علي - بولاق ۱۸۶۸ء
- ۹ : تفسير : أبو جعفر محمد بن جرير الطبري - قاهرة ۱۳۲۱ هـ
- ۱۰ : قصص الانبياء : أبو إسحاق أحمد بن محمد الثعلبي - قاهرة ۱۳۱۵ هـ
- ۱۱ : تفسير الجواهر : علامہ جوہری طنطاوی مصری - مصر ۱۳۲۷ هـ
- ۱۲ : مُنْتَهَى الْأَرْب : عبد الرحيم صفی پوری - لاہور ۱۳۲۵ هـ
- ۱۳ : كتاب المعارف : ابن كثير ديناوري - مصر
- ۱۴ : رحلہ : ابن بطوطہ - پیرس
- ۱۵ : انوار توفيق الجليل : رفاعة بيگ طہادی - مصر ۱۲۸۵ هـ
- ۱۶ : دأثره المعارف الاسلاميه : علامہ منہید وجدی - مصر
- ۱۷ : كتاب المسالك والممالك : أبو القاسم عبيد الله عرفت ابن محمد داديه - لايدن ۱۸۹۰ء
- ۱۸ : حیات الحيوان : دمیری - محمد بن موسیٰ مصری - قاهرہ ۱۳۱۳ هـ
- ۱۹ : عجائب المخلوقات : محمد بن زكريا قزوینی - تدوين وستن فلڈ -

- ۲۰ : تفسیر حبلالین (مع کمالین) : جلال الدین سیوطی و
جلال الدین محلی - طبع میرٹھ -
- ۲۱ : کتاب الاستیعاب : حافظ عبدالبر قرطبی - حیدرآباد ۱۳۳۶ھ
- ۲۲ : فنونہ اللسان : سید کرامت حسین کنتوری - نول کشور - لکھنؤ - ۱۹۱۵ء
- ۲۳ : فتوح الحرمین : مولانا جامی - طبع لاہور
- ۲۴ : تذکرۃ المفسرین : علامہ زاید الحسنی کیمپلوری - ۱۹۹۵ء
- ۲۵ : تمدن عرب : موسیو لیبیان - اردو ترجمہ :- از سید
علی بگرامی - طبع حیدرآباد دکن ۱۹۳۶ء
- ۲۶ : تشکیل انسانیت : ترجمہ مولانا عبدالمجید سالک - لاہور ۱۹۵۵ء
- ۲۷ : معرکہ مذهب و سائنس : ترجمہ مولانا ظفر علی خان -
حیدرآباد دکن - ۱۹۱۶ء
- ۲۸ : لغات القرآن : عبدالرشید نعمانی دہلوی - دہلی ۱۹۲۳ء
- ۲۹ : نسب نامہ رسول : طاپ پرلیس لاہور - ۱۸۸۰ء
- ۳۰ : خلاصہ تواریخ مکہ معظمہ : حاجی محمد فخر الدین حسین خان -
مطبع مجتہائی دہلی - ۱۳۱۰ھ
- ۳۱ : مابیل : لاہور ۱۹۱۶ء
- ۳۲ : اعلام القرآن : مولانا عبدالمجید دریا بادی - دریا بادی - ۱۹۵۹ء
- ۳۳ : دائرۃ معارف اسلامیہ : پنجاب یونیورسٹی - لاہور
- ۳۴ : تفہیم القرآن : مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی - لاہور
- ۳۵ : اصحاب کھف : مولانا ابوالکلام آزاد - ادبستان - لاہور
- ۳۶ : حکماء عالم : (ترجمہ) غلام جیلانی برق -
- ۳۷ : رہنمائے مقامات مقدسہ : حاجی محمد اشرف -
(ڈیرہ اسماعیل خان) لاہور - ۱۹۲۱ء
- ۳۸ : تفسیر حقائق : مولانا عبدالحق دہلوی - لاہور ۱۹۵۱ء
- ۳۹ : ترجمہ قرآن حکیم : مولانا احمد رضا خان بریلوی - طبع تاج کپٹی - لاہور
- ۴۰ : مهاجرین : مولانا معین الدین ندوی - اعظم گڑھ - ۱۹۲۸ء
- ۴۱ : رحمۃ اللعالمین : قاضی سلیمان منسورپوری - لاہور ۱۹۴۹ء
- ۴۲ : تاریخ القرآن : پروفیسر عبدالصمد صادم ازہری -
لاہور ۱۹۶۷ء

- ۴۳ : اکمال فی اسماء رجال : محمد بن عبد اللہ خلیب بن محمد -
اردو ترجمہ - کتاب منزل لاہور - ۱۹۶۳ء
- ۴۴ : طبقات سلاطین اسلام : (فارسی ترجمہ) عباسی اقبال -
تہران - ۱۳۱۲ھ -
- ۴۵ : مشکوٰۃ : (اردو ترجمہ) کتاب منزل لاہور - ۱۹۶۳ء
- ۴۶ : ایران بہ عہد ساسانیان : (اردو ترجمہ) ڈاکٹر پروفیسر
محمد اقبال - دہلی ۱۹۴۱ء
- ۴۷ : تاریخ حرمین : مولانا محمد مالک کاندھلوی - اشاعت مکتبہ عثمانیہ -
ٹنڈوالہا خان - ۱۳۹۰ھ
- ۴۸ : کشتی نوح : مرزا غلام احمد صاحب قادیانی - قادیان ۱۹۰۲ء
- ۴۹ : ادب العرب : پروفیسر زبید احمد - بریلی ۱۹۲۹ء
- ۵۰ : انسائیکلو پیڈیا برہانیکا : لنڈن - شکاگو - ۱۹۳۹ء
- ۵۱ : کنشاز انسائیکلو پیڈیا آف اسلام : سٹیفن اور نیٹنڈی رونا رٹ -
(NANDY RONART) نیدر لینڈ - ۱۹۵۹ء
- ۵۲ : شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام : گب اور کریمز - لنڈن ۱۹۵۳ء
- ۵۳ : ڈکشنری آف اسلام : تھامس پیٹرک - لاہور - ۱۹۶۲ء
- ۵۴ : عہد بائبل کی کہانی (انگریزی) : نیلسن بیچر - نیویارک - ۱۹۵۹ء
- ۵۵ : بائبل ڈکشنری : اے۔ آر فارسٹ - MICHIGAN - ۱۹۶۱ء
- ۵۶ : پیپلز بائبل انسائیکلو پیڈیا : چارلس رینڈل شکاگو ۱۹۶۱ء
- ۵۷ : ڈکشنری آف دی بائبل : ولیم سمٹھ - نیویارک -
- ۵۸ : کمپینین آف دی بائبل : لنڈن - ۱۸۹۲ء -
- ۵۹ : رولز آف مکہ : جمیرالڈ ڈی گاری - لنڈن ۱۹۵۱ء -
- ۶۰ : گاک - ماگ - (یا جوج - ما جوج) : ابراہیم احمد برانی -
کراچی ۱۹۶۷ء
- ۶۱ : انسائیکلو پیڈیا آف اسلام : لیڈن - ۱۹۵۷ء
- ۶۲ : کامپین انسائیکلو پیڈیا : شکاگو - ۱۹۵۶ء
- ۶۳ : سٹوری آف پرشیا : سر پرسی سائکس - لنڈن - ۱۹۳۰ء
- ۶۴ : سٹوری آف نیشنز : سی - ڈبلیو - سی - اومان
لنڈن ۱۹۳۵ء -

- ۶۵ : زوالِ رومہ : ایڈورڈ گبین - لندن ۱۷۷۴ء
- ۶۶ : ارض القرآن : سید سلیمان ندوی - عظیم گڑھ ۱۳۴۲ھ
- ۶۷ : قصص الانبیاء : مولانا حفیظ الرحمان سہاروی - دہلی ۱۳۶۲ھ
- ۶۸ : کتاب الہدی : مولانا یعقوب الحسن - مدراس ۱۳۴۵ھ



سیرت و سوانح

• آثار امام محمد والہ ابو یوسف: ابو زہرہ (مصری)

ترجمہ: تیس احمد جفری، ۶۴ صفحات، سائز ۱۰ x ۶
امام عظیم العظیم کے شاگرد و شیخ فقہ حنفی کے امام اکبر کے مکمل حالات مع ضروری حواشی۔

• سیرت امام ابن حزم: ابو زہرہ - ترجمہ

غلام احمد حریری، ۸۲۸ صفحات، سائز ۱۰ x ۶
حضرت امام ابن حزم کے فقہی تصورات اور ان کی شخصیت کے مستند حالات۔

• حیات امام ابن قیم: عبد العظیم عبد السلام

ترجمہ: غلام احمد حریری، ۶۴ صفحات، سائز ۱۰ x ۶
ان کے علوم و معارف اور فقہی سرمایہ کا گراں بہا ذخیرہ - مستند حالات۔

• الفاطمہ: (سیرت کے علاوہ ادبیات

بزمان عربی مع ترجمہ اردو)

ڈاکٹر سید اشرف ظفر، ۶۷۲ صفحات

سائز ۱۰ x ۵

• سیرت النبی کامل ابن ہشام

ترجمہ عبد الجلیل صدیقی
حضور اکرم کی مقدس سیرت پر لازوال تصنیف

• حجۃ اللعالمین قاضی سلیمان سلطان نوبوری

سیرت مبارک تین جلدوں میں

• خطیب القرآن مرتضیٰ حسین فاضل

قرآنی اسناد کے ساتھ حیات مبارک

• شمائل کبریٰ تالیف: نشر جالندھری

آن حضرت کی حیات اور طریقہ ربانیت

• انبیائے کرام علامہ ابوالکلام آزاد ترتیب دیا علامہ ابوالکلام آزاد

۶۵۲ صفحات، سائز ۱۰ x ۶، انبیائے کرام پر مکتبہ آزاد کے

حالات کو ترتیب دیکھا گیا ہے

• الفاروق علامہ شبلی نعمانی

حضرت عمرؓ کی زندگی کے مستند و جامع حالات